مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن

کا

تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ریحانہ ضیا صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

A CRITICAL STUDY OF

TAFSEERBAYANUL QURAN

by

Dr. Rehana Zia Siddiqi

26

57

toobaa-elibrary.blogspot.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر بیان القرآن

کا

تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر ریحانہ ضیاء صدیقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتساب

مشفق والد محترم مولانا ضیاء الدین اصلاحی

اور

رفیق ہم سفر حیات

ڈاکٹر عبدالحی صدیقی

کے نام

جن کی پرخلوص دعاؤں نے

میرے کام میں برکت، ہر پریشانی و دشواری میں

میرا ساتھ دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

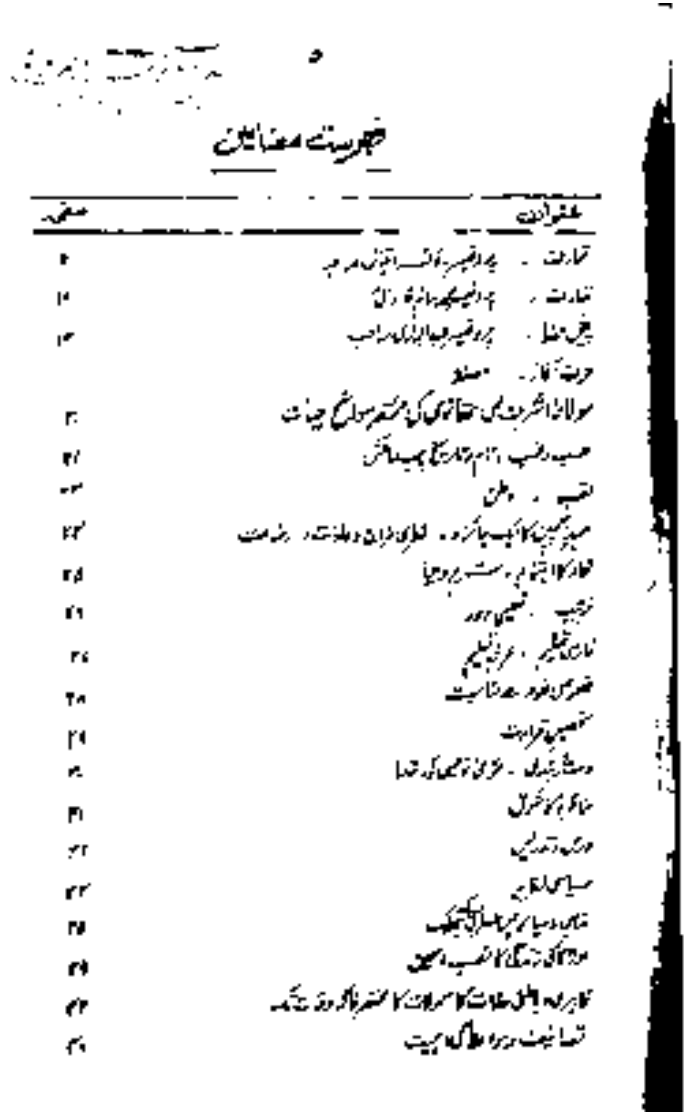

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ
تعارف ۔ پروفیسر عبدالستار عاصم مدظلہ	۵
تقدیم ۔ ڈاکٹر محمد ہارون زرقانی	۱۰
پیش لفظ ۔ پروفیسر عبدالباری صاحب	۱۳
حرف آغاز ۔ مصنف	
مولانا اشرف علی تھانوی کی مختصر سوانح حیات	۲۰
حسب ونسب ، نام وتاریخ پیدائش	۲۱
لقب ۔ وطن	۲۳
عہد بچپن کا ایک جائزہ ۔ تعلیم وتربیت ۔ رضاعت	۲۴
تعلیم کا آغاز ۔ مسند درس پر	۲۵
ترتیب ۔ تعلیمی دور	۲۶
تدریس ۔ عہد تعلیم	۲۷
تصوف وسلوک ۔ عہد خانقاہ	۲۸
تکمیل ارادت	۲۹
وعظ وتذکیر ۔ علمی تحقیقی کارنامے	۳۰
تصانیف کا شمار	۳۱
دینی خدمات	۳۲
سیاسی نظریات	۳۳
تبلیغی وسیاسی جماعتوں سے تعلق	۳۵
مولانا کی زندگی کا مطالعہ کیسے	۳۹
کتابیات ۔ اصل حالات کا سرچشمہ کتابیں اور رسالے	۴۲
تصانیف پر ایک طائرانہ نظر	۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنوان	صفحہ
مولانا کے چند مزید اعتراضات کا جائزہ	۴۳
ربط حقیقی کا انکار	۸۲
استغفار خاص	۵۲
ذکر جہری	۵۸
اکمال فی الدین کا انکار	۶۵
شرط اعلیٰ امت	۷۰
چند تصانیف کا جائزہ	۷۱
حیات المسلمین	۷۲
الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ	۷۳
بہشتی زیور	۷۴
الطاف الحرم	۷۵
تفسیر بیان القرآن	۷۶
اردو خطبا سے تعلق کا اختصار اور تفسیر بیان القرآن کا اجمالی تعارف	۸۰
تفسیر بیان القرآن سے قبل کی چند تفاسیر کا تحقیقی جائزہ	۸۹
تفسیر ابن عباس	۹۱
مرتبے کے تعلق کی روایت و درایت	۹۸
تفسیر جلالین	۱۰۰
پہلی تفسیر	۱۰۱
دوسری تفسیر	۱۰۲
تیسری تفسیر	۱۰۳
چوتھی تفسیر	۱۰۵
پانچویں تفسیر	۱۰۶
مولانا ابوالکلام آزاد کے ترجمان القرآن کا مختصر جائزہ	۱۰۸
اصل اسباب و ضروریات جو تفسیر ہذا کا باعث ہوئے	۱۱۵
تفسیر ثنائی	۱۲۱

عنوان	صفحہ
تفسیر ثنائی کا تعارف	۱۲۰
تفسیر ثنائی کا جائزہ	۱۲۲
اردو تراجم کی روشنی میں تفسیر بیان القرآن کی خصوصیت	۱۲۵
ترجمہ مولانا تھانویؒ و مولانا آزاد	۱۲۹
تفسیر بیان القرآن کا جائزہ کلامی، لغوی اور تفسیر بالماثور کے نکتہ نظر سے	۱۳۹
تفسیر بیان القرآن کی کلامی حیثیت	۱۴۹
رفع عیسیٰ علیہ السلام	۱۵۲
تفسیر بالماثور کے نکتہ نظر سے تفسیر بیان القرآن	۱۶۱
تفسیر بیان القرآن کی لغوی حیثیت	۱۶۴
تفسیر بیان القرآن کی تفسیریات، تحقیق و تنقید کی روشنی میں قرآن کریم کی آیات کی مختلف کے ساتھ	۱۷۶
حکم شتان ہم سلطنۃ الفراق	۱۸۲
تفسیر بیان القرآن کے تفسیری اصول	۱۹۶
تفسیر بصول تفسیر بیان (تفسیر قرآن بقرآن)	۱۹۸
تفسیر بیان القرآن (تفسیر قرآن بحدیث)	۲۰۷
ذکر بعض مرجوح تفاسیر (تفسیر قرآن بقول صحابی)	۲۱۳
تفسیر بیان القرآن کا مقام کلمہ و تفاسیر کے درمیان	۲۲۲
استدراک	۲۳۳
اضافات و اضافہ	۲۳۹
اعراب القرآن	۲۴۶
مولانا تھانویؒ کے چند رفقاء	۲۴۸
(۱) مولانا محمد اسحاق صاحبؒ (۲) مولانا محمد شبیر صاحبؒ	۲۴۲
(۳) مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری (۴) مولانا عبدالحق نافع صاحبؒ کراچی	۲۴۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنوان	صفحہ
(۵) مولوی فضل الحق صاحبؒ (۶) مولوی اشتیاق لطف الرسول صاحب	۲۳۳
(۷) حکیم محمد مصطفےٰ صاحبؒ بجنوری (۸) مولوی سعید اسحاق علی صاحب کانپوری	〃
(۹) مولوی مظہر الحق صاحبؒ	〃
(۱۰) مولوی سعید احمد صاحبؒ اٹاوی	۲۳۴
خلفائے خاص	〃
(۱) خواجہ عزیز الرحمٰن صاحب مجذوبؒ	〃
(۲) مولانا سید سلیمان ندویؒ	۲۳۵
(۳) مفتی محمد شفیع صاحبؒ	۲۳۷
(۴) ظفر احمد صاحب عثمانیؒ	۲۳۸
(۵) قاری محمد طیب صاحبؒ	۲۳۹
(۶) شاہ وصی اللہ صاحبؒ	۲۴۰
(۷) مولانا شبیح اللہ خاں صاحب	۲۴۱
(۸) حکیم محمد مصطفےٰ صاحب بجنوری	۲۴۲
(۹) حافظ قاری محمد عمر صاحب ہوشیارپوریؒ	۲۴۳
(۱۰) مولوی عبدالباری صاحبؒ ندوی	۲۴۵
مولانا عثمانیؒ دور حاضر کے علماء کی نظر میں	۲۴۶
(۱) مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند و شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ کی رائے	۲۴۷
(۲) استاد حدیث دارالعلوم دیوبند سید مولانا فخر الحسن صاحبؒ کی رائے	۲۴۸
(۳) مولانا فخر الحسن صاحب و مولانا عبدالجلیل صاحب و مولانا اشرف علی صاحب ارکان اہم مدرسہ امداد العلوم فتحپور و مولانا عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی و مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب عثمانی کی رائے	۲۴۹
(۴) جناب مفتی نظام الدین صاحب رئیس دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کی رائے	۲۵۱
(۵) مولانا نعیم صاحب استاد دارالعلوم دیوبند کی رائے	۲۵۸
(۶) مکتوب سید محمد میاںؒ	۲۵۹
(۷) مکتوب مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ	〃
(۸) مکتوب قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند	〃
(۹) مکتوب مولانا فخر الحسن عثمانیؒ	۲۶۰
تاثرات	۲۶۱

تعارف

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی عالمانہ شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں
ھوں نے وقت اور ضرورت کے تقاضوں کے تحت اپنا ظم ہر اس موضوع پر اٹھایا
امت کی اصلاح کے لیے ضروری تھا۔ ان تمام خرابیوں کو دور کرنے کے ساتھ ہی وہ
ریعے قرآن و سنت کی روشنی میں عوام کے لیے خاص طور سے تحریر کیے جن کے
ساتھ ساتھ مواعظ منتشر رسائل کی شکل میں گزرتی جا رہی تھی۔ بدقسمتی سے ان میں سے بیشتر اب ناپید ہیں۔ ان کو
سبیل، تربیت السالک، بہشتی زیور سب اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔

مولاناؒ نے جس مقصد اور ضرورت کے تحت یہ تفسیر لکھی، مقالہ نگار نے اس کو
ضروری خیالوں کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کے ساتھ ہی تفسیر کے تحقیقی
[illegible] میں چند دیگر تراجم اور تفاسیر کا ذکر کرتے ہوئے تفسیر کی فنی،
کلامی حیثیت کو واضح کیا ہے۔ اردو ترجمہ اور ربط آیات کے حوالوں سے
پیش کیں اور مولانا تھانویؒ کی تفسیر کا امتیاز دیگر تراجم اور تفاسیر کے
کے ساتھ محل ایک باب میں پیش کیا ہے۔ مولاناؒ کی تفسیر بیان القرآن پر
تحقیقی و تنقیدی مقالہ [illegible] پر ریسرچ دنیا کو مسلم یونیورسٹی کی طرف سے پی ایچ ڈی
کی ڈگری تفویض کی گئی۔ اب یہ [illegible] میں شائع ہو رہا ہے۔

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر [illegible] جلال آباد، سہارن پور، دیوبند
کا سفر کیا اور ان علماء سے تفسیر بیان القرآن اور مولانا تھانویؒ کے
مفید معلومات فراہم کیں جو مولاناؒ کے بہت قریب تھے۔ اس لحاظ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر صاحب کی یہ محنت قابلِ تحسین ہے۔
خدا کرے وہ خاطر سے رہے گران کی اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے

راقم سطور
رؤف اقبال
چیئرمین شعبہ ریاضیات
ڈین فیکلٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی
سلم یونیورسٹی آف گلوبہ
۲۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء

تعارف

مولانا اشرف علی تھانوی ہندوستان کی ان نابغہ شخصیتوں میں سے ہیں جو اپنی ذات میں ایک انجمن ہوتے ہیں۔ وہ بیک وقت عالم دین، مبلغ، مصلح، مربی، مصنف، مفسر، مدرس، مناظر، بے لوث رہنما اور مخلص انسان تھے۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو بے نفسی اور بے لوثی کی مثال ہے۔ ان کے علمی کارناموں میں "بیان القرآن" کی بہت اہمیت ہے۔ مولانا ایک اچھے مفسر، محدث اور فقیہ تھے، علوم دینیہ میں ان کی مہارت مسلّم تھی، سرعت و شوق کی راہوں میں ان کا درجہ بہت اونچا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو حکیم الامت و مجدد کہا گیا اور سمجھا گیا۔

مولانا کی تفسیر قرآنی کو لاکھوں انسانوں کی دعوت سے بہت معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اس کی زبان بہت آسان اور سلیس ہے۔ مشکل مقامات کی تفسیر بڑی سادگی اور بے تکلفی سے کرتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء کے نزدیک اختلافی مسائل کو بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں۔ مولانا چونکہ عوام سے بہت قریب تھے اور ان کے ذہن اور سمجھ کے مسائل پر ان کی نظر تھی اس لیے تفسیر لکھتے وقت اسی نقطۂ نظر سے لکھی اور اس بات کی کوشش کی کہ عام انسان کلام اللہ کے مفہوم کو آسانی سے سمجھ سکے، غیر ضروری بحثیں، فلسفیانہ نکات اور قیاسی باتوں کو اکثر نہیں کرتے۔ دوسرے مفسرین نے اگر کسی آیت کی تفسیر مختلف وجوہ سے کی ہے تو اس میں جو سب سے آسان مفہوم ہے اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تفسیر کو ہر طبقہ بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

زیرِ نظر تصنیف مولانا کی اس تفسیر کا ایک مختصر جائزہ ہے۔ مصنف ریاضیاتی ذہن رکھتے ہیں اس لیے اس مسئلہ میں ہم سب کی مبارکباد کی مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک اہم کام بڑی خوش اسلوبی سے بہت سلیقہ سے انجام دیا ہے۔ ریاضیاتی ذہن کا تعلق ایک خاص مذہبی خانوادے سے ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت ان کے والد محترم مولانا ضیاء الدین احمد صاحب نے خود کی تھی۔ ان کے تاثرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد عبدہ صاحب حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے خلفاء میں سے تھے۔ اس فوری تعارف کا شرف اس عاجز کو بھی حاصل ہوا۔ ایک قدرتی امر تھا۔ اپنی وجہ ہے کہ ان کے بیشتر تلامذہ اپنے کو ان کی برکتوں سے مالا مال سمجھتے، اور لوگوں کو اس دولت میں برابر کا شریک رکھتے تھے۔ آج اور والد مرحوم کی نسبت میں بہت کچھ ہے اور لوگوں کی تربیت و تعمیر پر توجہ دیتے رہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت بھی اس اصول پر جاری تھی کہ ان کا ذوق گویائی پر چڑھا اور علمی و دینی نقوش بھی پختہ ہو جائیں۔ یہ بچہ کہ اس خاندان کا تعلق بھی تیسری نسل سے ہے۔ اس لیے بھی خصوصی توجہ کا مستحق تھا۔ ابھی تعلیم کا آغاز ہی تھا۔ ابھی ناظرہ کے بعد اردو اور قاعدہ میسر نورانی کی تعلیم ہی پائی تھی کہ والد مرحوم کو سفر آخرت درپیش ہوا۔ بچوں سے اساتذہ نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ اب تعلیم کرنے کے لیے بہت ہی کم وقت تھا۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اپنے محبوب، مہتا اور عظیم بزرگ مولانا محافظ کو منتخب کیا۔ مولانا کی شخصیت کا ہر پہلو ایک مکمل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے بھلوں خان کے تعلیمی کارناموں کو جس کی اپنی اہمیت کے ساتھ ساتھ علمی حیثیت بھی ہے، یہاں مخصوص موضوع بنانا، اچھا سوچتا ہے کہ کاموں نے اپنے مقصد میں کامیابی پائی کہ ان کو ذکر اکثر بیٹا کی فکری تعمیر میں ہوتا اور یہ تک ایسا کام ہو گیا جس کی بہت ضرورت تھی اور جو آئندہ بھی اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے مشعل راہ ہے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے کام کو قبول عام کرے اور لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ آمین۔

پروفیسر محمد سالم قدوائی
شعبۂ اسلامک اسٹڈیز
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

پیش لفظ

ڈاکٹر ریاض صاحب کی زیر تصنیف مجموعہ "سورہ" شرف علی تھانوی کی تفسیر بیان القرآن کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ" ایک اہم علمی و تحقیقی کاوش ہے۔ علمی افادیت کے پیش نظر اس کتاب کی اشاعت کی جا رہی ہے۔ جو سعادت کے باعث ہے۔

کتاب کے مخطوطہ پڑھنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا ہے کہ ریاض صاحب نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ موضوع تحقیق کے مراحل کامیابی کے ساتھ طے کیے ہیں۔ ان کی یہ کاوش لائق تحسین ہے۔

تحقیق کا سب سے اہم نقطہ اور شاید سب سے کٹھن مرحلہ کسی اہم موضوع کا انتخاب ہوتا ہے۔ تفسیر "بیان القرآن" کا انتخاب علمی نقطہ نظر سے مناسب ہے اور اس کی افادیت کا قائل ہے۔

قرآن مجید کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے انسانی ہدایت کے لیے سرچشمہ ہدایت اور فلاح دارین کا ضامن بتایا گیا ہے۔ مگر یہ کلام پاک قول زبان میں ہے اور اسے فصاحت و بلاغت کا حسین پیکر بھی بنا دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا سب سے بڑا معجزہ الفاظ کا ہے۔ یہ لوگوں کے قلوب و اذہان تک پہنچانا لازمی ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر ہمیشہ سے اہل علم کے علاوہ دوسرے لوگوں کی بھی ایک اہم ضرورت بن جاتی ہے اور اس لیے ہر زمانہ میں مختلف زبانوں میں تفسیر و ترجمہ کی خدمت انجام دی گئی ہے۔ اردو زبان میں بھی متعدد تفاسیر لکھی گئی ہیں۔ ان میں تفسیر بیان القرآن کو بھی ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس تفسیر کو اللہ پاک نے قبول عام سے بھی نوازا ہے۔

عہد حاضر کی کچھ اپنی ہی تفسیر کی واقعی ضرورت ہے۔ جو عقائد فاسدہ، کلام باطلہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرسید شناسی کے [illegible] تحریر سے اور عوام کے ایک بڑے طبقے کے لیے قابلِ قبول ہو سکے۔ چنانچہ اس کے بعد میں تفسیر مذکور کی ایک معمولی افادیت ہو جاتی ہے۔ مگر سچ پوچھیے تو سید ضیاء صاحب کے تحقیقی جائزے کے بعد اس کتاب کی افادیت مزید بڑھ جاتی ہے تو صنفین اسلام علماء و مفکرین کی ترویج اشاعت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تفسیر "بیان القرآن" کا یہ تحقیقی جائزہ یقیناً دینی تصانیف اور کردار ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کہا جا سکتا ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ پاک سید ضیاء صاحب کی اس محنت کو شرفِ قبولیت کو فیضِ اور شہرت نصیب فرمائے۔ آمین

یکم نومبر ۹۹ء

سید اوصاف علی
ڈاکٹر سید عبدالباری
صدر شعبۂ عربی
سنٹر پوسٹ گریجویٹ دینی کالج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

[illegible] سے کہ بزرگان دین نے تفسیر [illegible] ضرورت محسوس [illegible] سے [illegible] آسان کر دیا۔ [illegible] کے معانی [illegible] کچھ نہ کچھ [illegible] کیا [illegible] اسی بندگانِ خدا میں مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر "بیان القرآن" بھی [illegible] کا [illegible] [illegible] کے سامنے ہے۔ اس [illegible] تعالیٰ نے کچھ [illegible] کی تحقیق و سلاست کا [illegible] [illegible] آگیا۔ اگرچہ میں خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتی۔ مگر شاید خدا کی [illegible] [illegible] [illegible] کے [illegible] نے [illegible] [illegible] [illegible]

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ کی حیثیت سے کے بے عزائی فرد کی ہمت اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ لیکن سرزمین ہند کو یہ سعادت حاصل ہے کہ یہاں بڑے بڑے علماء صوفیاء اور مفکرین نے اپنے علم و عمل سے اس کو مالا مال بنا رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کثیر تعداد میں علمی و ادبی مجلسیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ یہ مجلسیں کبھی تو باقاعدہ اور پیشہ ور انجمن شکل میں ہوتی ہیں اور کبھی صرف دوستوں کی بیٹھک کی صورت میں۔ ہر صورت میں یہ مجلسیں علم و ادب کی ترویج و اشاعت کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ ان مجلسوں کے ذریعہ ہی علم و ادب کی نئی راہیں کھلتی ہیں اور نئے نئے گوشے سامنے آتے ہیں۔ ان مجلسوں کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان مجلسوں میں ہونے والے فیصلے کو سند کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اور ان مجلسوں کے فیصلے کو ہر خاص و عام بلا چون و چرا تسلیم کرتا ہے۔

قرآن، حدیث، فقہ و تصوف وغیرہ جیسے علوم پر لفظوں کی بازی گری سے ہٹ کر جو حضرات ہمارے اسلاف نے سخت محنت اور جانفشانی کے ساتھ ان کا سمجھنا، سمجھانا اور ان پر عمل کرنا بہت مشکل لگتا ہے۔ اس کا جو ہمارے ذہن کی کمزوری یا دلوں کے زنگ آلود ہونے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ اس سے اور بھی بہت کچھ ہے جو گذشتہ سے ہمیں ورثہ میں ملا ہے اور جو ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ مثلاً ہمارے اسلاف کی زندگی کے وہ پہلو جن سے ہم اپنی زندگی کو سنوار سکتے ہیں۔ ان کی زندگی کے وہ گوشے جن سے ہم اپنی زندگی کو سنوار سکتے ہیں۔ ان کی زندگی کے وہ گوشے جن سے ہم اپنی زندگی کو سنوار سکتے ہیں۔ ان کی زندگی کے وہ گوشے جن سے ہم اپنی زندگی کو سنوار سکتے ہیں۔

ہزار سے بہتر ہوں کہ جہاں اور جس حال کے ساتھ حاصل ہے اپنی عافیت اور ماحول کی سازگاری۔ مختلف زمانے، مختلف قومیں، مختلف مذاہب اور طبقے کے لوگ غرض ہر جگہ اور ہر زمانہ میں انسان کا سکہ چلتا رہا ہے۔ ہر زمانہ میں ہر جگہ اور ہر ملک میں انسان کی قدر و قیمت رہی ہے۔ ایک دوسرے کے لئے محبت اور ہمدردی کے جذبات رکھتے تھے۔ ایک دوسرے کی استطاعت تو قبل فکر سمجھتے تھے۔ ایک دوسرے کی زبان میں شوخی و شیرینی، مخاطب کی بات بڑے پیار و خلوص کے ساتھ پڑھتے، سنتے اور سمجھتے تھے جیسا کہ بزرگوں سے سنا ہے۔ ایک خاندان مہینوں میں محلہ کے تمام بچے بڑے تقریبی مذہب و ملت اور ذات و برادری سے بالا تر ہوتے تھے۔ دوسری طرف ہندی میں میر منشی کے نام کی شکل میں ایسا پایا جاتا ہے۔ اس کی چھاپ آج بھی لوگوں کے گھریلو کاموں میں ہوتی ہے۔ جیسے مراسلہ، منشی، گماشتہ وغیرہ جن کا تعلق مراسلت سے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ خاندان کے ذمہ دار لوگ ہوا کرتے تھے، کیوں کہ خاندان کا کثیر

تھے، ولی امر ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کو نامہ و پیغام لے جانے کا ادق و مشکل کام اس کے برعکس آج معمولی ہو گیا ہے۔ ڈاکخانہ، تار، ٹیلی فون کی سہولتوں کی وجہ سے۔ ہم نے ان کی اہمیت کو کم کر دیا ہے۔ ان کی وجہ سے ہم بہت سی اخلاقی قدروں سے محروم ہو گئے ہیں۔ آج کی نسلوں کو اس کا تصور نہیں ہو سکتا کہ کس طرح ان کے بزرگ ان کی خاطر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے۔ کس طرح ان کی خاطر اپنے آرام و سکون کو قربان کر دیتے تھے۔ کس طرح ان کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑ دیتے تھے۔ کس طرح ان کی خاطر اپنے عزیز و اقارب سے دور ہو جاتے تھے۔ کس طرح ان کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑ دیتے تھے۔ کس طرح ان کی خاطر اپنے عزیز و اقارب سے دور ہو جاتے تھے۔

بچے اپنے خاندان کے سرداروں کی زندگی اور زندگی میں ان کی مشکلات کا مطالعہ کرتے تھے۔ لیکن ہمارے آج کے معاشرہ میں ان بزرگوں کی دعائیں اور تمنائیں بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے ہمارے لئے سعادت حاصل کرنے کے لئے ہمارے لئے اپنے وطن کو چھوڑ دیا تھا۔ ہمارے لئے اپنے عزیز و اقارب سے دور ہو گئے تھے۔ ہمارے لئے اپنے وطن کو چھوڑ دیا تھا۔ ہمارے لئے اپنے عزیز و اقارب سے دور ہو گئے تھے۔ ہمارے لئے اپنے وطن کو چھوڑ دیا تھا۔ ہمارے لئے اپنے عزیز و اقارب سے دور ہو گئے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضروریات کو واضح کیا اور غرباء کو تعلیم و تفسیر پر علمائے کرام رحمہم اللہ جزاہم اللہ خیرا ان کی
محنت کا صلہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اسی طرح مولانا الشیخ اللہ قاسمی صاحب سے
مجھوں کے لئے وہ مزید مفید معلومات فراہم کریں۔ دل میں مولانا سید محمد میاں ناظم
جمعیۃ العلماء سے اس سلسلے میں متعلقہ قسم کے مراسلات کے جوابات تفریق کیے اور ان
کتب کا مطالعہ کیا جن سے تفسیر کے سمجھنے میں مدد مل سکے۔ ان اسفار اور مراجعات کے
علاوہ شیخ الحدیث مولانا زکریا نے مجھے پورے سماع خواب کی تعبیر کی جو مولانا عثمانی کی
ترجمہ و حاشیہ پر مشتمل قرآن کریم سے متعلق اس وقت دیکھا تھا جب میں زیر اسکی
طالب علمی اور میرے ذہن میں تفسیر بیان القرآن پر کام کا تصور بھی نہیں تھا۔ اللہ
شوق عطا فرمائے، کیسی اور رغبت! ایسے موضوعات پر کام کرنے کی تمنا، سیرت النبی ﷺ
متعلقہ پر علمائے کرام کا وہ بیش بہا وجد کے جن اللہ بزرگوں کی زندگی اور توجہ کا نتیجہ
ہے۔ اگر کہ دل کے بعد تفسیر ہی کے دور ان آنکھوں والدہ کی حرکت قلب بند ہونے
جذبات کے شدید صدمے سے دوچار ہوں۔ اور پھر پہلے بھائی گرامی مساعد حالات میں
پاکستان تک پہنچنا، یہ صرف اللہ کا کرم اور میرا رفیق تھی کی جو کوشش اور جد جہد ہر مرحلہ
اس سے گزرتا رہا کیا، میں نے اس مقالے کو جلد ۱۰ جلدات میں تفسیر کیا ہے، ابتدا کی
میں ان کی مختصر تاریخ اور علمی خدمات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد تفسیر بیان القرآن کا اول
تعارف، اس کے سات مختلف ترجمہ اور تفاسیر کے بیس منتخب میں اس کی خصوصیات کو
واضح کیا ہے۔ چند تفاسیر ترجمہ کے بیان میں تاریخ اور مقام تحقیق کیا اور اس
طور سے ان کی اس مختصر مدلل تفسیر اور ترجمہ کی خصوصیات کو فصل بحث کیا ہے
اختتام کے نقطہ آغاز سے پیش کیا ہے۔ آخر میں وہ مراجع کتابیات کا ذکر کیا ہے جن
جنوں نے مختصر ان کی تفسیر بیان القرآن کے سلسلہ میں رہنمائی فرمائی ہے۔ مجھے امید ہے
کہ یہ کام مفید ثابت ہوگا کہ تفسیر اور سوانح پر تو مزید تفصیل سے کام ہو رہا ہے مگر
لیکن تفسیر بیان القرآن پر تحقیق کی جہتوں میں یہ پہلا کام ہے۔

آخر میں ان تمام حضرات کی مشکور ہوں جنہوں نے مقالے کی تیاری سے لے کر

اس کے شائع ہونے تک کسی بھی عنوان سے تعاون کیا۔ مخصوص سے ہیں ڈاکٹر پروفیسر انعام الرحمن
صدیقی، ڈاکٹر صہبا شہباز قریشی، ڈاکٹر [illegible] کی تحریر میں پہلا کام پاکستان میں
پہلا، محترم پروفیسر صاحبزادہ [illegible] صاحب [illegible]، محترم
جناب پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق صاحب، محترم محمد رفیع مفتی، محترم [illegible] مسلم
یونیورسٹی علی گڑھ، اور پروفیسر عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب [illegible]، محترم [illegible] مسلم
یونیورسٹی علی گڑھ کی بے حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے بڑی کرم فرمائی سے اور
قیمتی مشوروں کے باوجود مقالہ پر تقریظ میں کمی بیشی کی جرأت نہیں کی، اور اسے
کام کا حوصلہ دیا۔

تحلیلی تعارف اور اساس کی بنا پر یہ کہنا درست سمجھا ہے کہ ہر مقالہ نگار کی ذہنی
محدودیت اور [illegible] کے باوجود مقالہ کی [illegible] سے بہتر کے لئے [illegible] کا
کام کا حوصلہ دیا۔

تحلیلی تعارف اور اساس کی بنا پر یہ کہنا درست سمجھا ہے کہ ہر مقالہ نگار کی ذہنی
محدودیت اور [illegible] کے باوجود مقالہ کی [illegible] سے بہتر کے لئے [illegible] کا
کام کا حوصلہ دیا۔

لہٰذا میں تمام مومنین و مسلمین سے بالخصوص ان علماء کرام کی خدمت میں جو علم
علماء فرمائے۔ [illegible] کے [illegible] سے [illegible] کے [illegible] کر رہے ہیں اور
قابل ہوں وہ ان کے لئے، مگر دل ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے سوت کرے۔ اور اس کو بہتر
شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر ریاض ضیاء صدیقی
ایم اے، پی ایچ ڈی (علیگ)
[illegible]
[illegible]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

بالعصر
(زمانہ کی قسم) بیشک انسان (کی جنس) خسارہ میں ہے مگر وہ لوگ (خسارہ میں نہیں) جو ایمان لائے اور
انھوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے
رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی تلقین کرتے رہے۔

مرتبہ: خادم القرآن والحدیث
محمد یامین عفی عنہ

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

(اقبال)

مولانا اشرف علی تھانوی
کی
مختصر سوانح حیات

حسب ونسب:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا شجرۂ نسب نامی فاروقی خاندان سے ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام منشی عبدالحق تھا۔ ضلع مظفر نگر قصبہ تھانہ بھون کے اہل ثروت حضرات میں شمار ہوتے تھے۔ علمی لحاظ سے علاقہ کے بہترین مانے ہوئے انشاء پرداز انتہائی زہین اور اعلیٰ درجہ کے انسان تھے۔ انہی کی بنا پر انھوں نے اپنے بڑے سے بڑے مشکل کوان کے مزاج و منطق مناسبت اور نفسیات کی روشنی میں علمی تعلیم کے زمرہ پر ڈالا اور بچپن سے ہی بچوں کو انگریزی علوم سکھانے کا اہتمام کیا۔ جن کے صرف یہ دو بیٹے تھے۔ دونوں کو اپنی اپنی قابلیت کے اعلیٰ معیار پر تعلیم کا موقع فراہم پہنچایا۔ ننھیال کی طرف سے مولانا کا شجرہ حسنی خاندان سے ملتا ہے۔ آپ کے نانا کا نام سید اسد علی تھا۔ لہٰذا آپ نانہال میں ہوئے۔ تھانہ بھون میں خاندانوں کے چار خاندان مشہور تھے۔ جن میں ایک خطیب کا تھا۔ لہٰذا والدہ مرحومہ خطیب بھی تھیں آپ کو مشغل کلام و تبلیغ خیال سے اور علمیت کی فضیلت جدامجد سے ملی۔

ولادت باسعادت:

آپ کا اصلی نام و اشرف علی ہے جو ولادت سے قبل خادم حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز فرمایا تھا۔

---

۱ سیرت حضرت مصنف ص ۱۰ ۲ ذکر خواجہ صاحب متعلقہ صفحہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی سکتے تجویز کیا تھا۔ ان کے دلدار ہونے کی بشارت بھی دی تھی۔ دار سیال کی طرف سے آپ کا نام عبدالغنی رکھا گیا اور سیالکوٹ آکر تعلیم و اتالیقین شروع ہوئی۔ شرف اسم ۱۰ شرف علی کا کہا حاصل ہوا۔ کیوں کہ اس کا تعلق ایک واقعہ سے ہے جس کا ذکر شرف سوانح نگاروں کے یہاں اس حوالہ کے ساتھ قدرے جس کا مولانا غلام علی ذکر کرتے چلے آرہے واقعہ یہ ہے۔

مولانا سخاوی رو کے دامن ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو گئے کہ سیالکوٹ کے حکیم نے قابل اصلاح دینا بستر نشین کرادی۔ سخاوی نے سوچا کہ استخوان کی تو یقاروئی سے بقدر تخلص تقدیر ہے۔ مولانا شرف علی کی ماں کو خوشخبری ہوئی۔ انھوں نے جب یہ بات سنی تو کہا کہ میری لڑکی کے اور بھی لڑکے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میری لڑکی کا کیا کہنا ہے

www.KitaboSunnat.com

کی نسبت سے تاریخ میں ایک بلند مقام حاصل ہوا۔

عہدِ بچپن کا ایک جائزہ

مولانا اشرف علی کو حضرت یوسف کی طرح کنوئیں کی تلی کرنا پڑھنا سایہ سر سے اٹھ گیا اور یہ دونوں بھائی شفقتِ مادری سے محروم ہو گئے۔ دونوں کو ان کی خالہ نے پالا۔ ان کی خالہ کی تربیت اور گھریلو فضا کی سخت ضرورت تھی، مولانا کے چچا زاد بھائیوں کی پرورش نہایت شفقت و محبت سے اس انداز سے کی کہ ماں باپ کی کمی کسی حد تک پوری ہو گئی۔ انھوں نے ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ دونوں کے بچپن، جوانی اور عبادت کے پہلو نظر میں۔

خاندانی مزاج و عادات

حضرت تھانوی بچپن ہی سے ذہین اور ذکی الطبع تھے۔ آپ کے بچپن کی معصوم شرارتیں اور کھیل کود میں بھی ذہانت جھلکتی ہے۔ آپ کو بچپن کے شوق کا یہ عالم تھا کہ سردار بازار میں جاتے ہوئے جو کوئی مسجد خالی نظر آتی تو اس میں داخل ہو جاتے اور منبر پر بیٹھ کر اس طرح تقریر شروع کر دیتے جیسے بھرا مجمع بیٹھا سن رہا ہے۔ یہ کبھی بہت سے جوتے ایک جگہ جمع دیکھتے تو ایک ایک جوتا ہر مصلی کی طرح بنا کر ایک جوتا آگے بچھا کر کہتے کہ کہتے ان کی بھی جماعت ہو رہی ہے۔[1] غرض اس طرح کی حرکات سے آپ کی ذہانت کے علاوہ اس فطری رجحان کا پتہ چلتا ہے جس نے دینی علوم کی ترقی کے ساتھ ہی آپ کی زندگی کو تابناک بنایا۔ حقیقت ہے کہ کسی شخصیت کو سمجھنے کے لیے بچپن کے حالات و واقعات اور اس کے گھریلو ماحول کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے۔

رضاعت

مولانا صرف سوا سال کے تھے کہ دوسرے بھائی کی پیدائش ہو گئی اس لیے ان کے

---

[1] وشرف المراتب صفحہ ۱۴

دودھ کا سلسلہ جلد ہی منقطع ہو گیا اور کچھ عرصہ بکری کے دودھ پر گزارا کیا۔ [illegible] ہیں کہ اگر غور کرتے ہوئے نظر انداز میں کہتے "جب دودھ میں مگری مسند ہوتی ہے تو دودھ کے اثر سے طبیعت میں تیزی کی اس سنت میں نسبت نہیں ہے اس لیے کسی کی بھوں اس تکلیف بھی بھاشت نہیں ہوتی۔"[2] دودھ کا اثر مولانا کے جسم میں اس طرح سے ظاہر ہوا کہ اس کو نشت کی سلوٹ کے لیے طبیب روحانی بنا تھا۔ اور اسلوب کے لیے ترقی کے ساتھ گہری کی بھی ضرورت تھی۔ لیکن بکری کی نزاکت اور مزاج کی تیزی کے باوجود بچے دودھ کے وقت کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے۔ اس عادت کی وجہ سے بزرگوں کی محبوبیت بچپن ہی سے حاصل رہی۔

نماز کا اہتمام

آپ کو بچپن ہی سے نماز پڑھنے کے شوق کو یہ نام تھا کہ فرض نمازوں کے علاوہ ہر دن کی عمر سے جہاں کی نماز ہر حسی شروع کر دی تھی جس سردی کے موسم میں بھی اس کا اہتمام کرتے تھے۔ جب کہ ٹھنڈا میں گرمی کے موسم میں فرض نماز کی ادائگی، ہر حال قسطور کا حال ہے۔ لیکن [illegible] اس گھن سے عبادت کرتے تھے کہ سردی کی اتنی اس بچپن کی عادت سے پسینہ ہو کر جاگتی رہتی تھیں۔

شرم و حیا

حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔ مولانا میں اس درجہ تھی کہ اگر آپ کسی نا پسندیدہ کام کو ہوتا دیکھ لیتے تو لے ہو جاتا تھا۔ اپنی ان امتیازی عادات و خصوصیات کی وجہ سے [illegible]

---

[1] شرف المراتب صفحہ ۱۴
[2] اشرف السوانح حکایات صفحہ
[3] ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام کے بچوں کے اول سے طلبہ اور چھ تھے۔

ترتیب

آپ کی طبیعت میں ابتدا ہی ترتیب اور سلیقہ کا مادہ تھا۔ اگر کوئی بے ربط و بے ہنگم گفتگو کرتا تو الجھا محسوس کرتے تھے[1] اس کا اندازہ آپ کے ان بیان سے ہوتا ہے "بچپن سے ہی میرا ذوق اسی کا رہا ہے کہ اگر کوئی مضمون ہے تو اس کی ہر بات بھی ہو تو ترتیب کے ساتھ بیان کی جائے تو میری سمجھ میں نہیں آتی۔ نہ خود بھی بے ترتیب کروں، دوسروں کی بھی بے ترتیب تقریر سمجھ سکوں۔ یہ ذوق بچپن سے ہی ایسی صفات حمیدہ کے مالک تھے جن کا ان کی پوری زندگی میں آپ کے عملی معاملات اور معاشرت کی ترتیب سے ظاہر ہوا اور تعلیم کی سند تصدیق ہے۔

تعلیمی دور

نوعمری کا دور تربیت اہم اور قیمتی ہوتا ہے۔ اس کا اسے مکتب بنایا اگر قطار رکھا جائے تو:

سہ تا ثریا ما رود دیوار کج

کا مصداق ہوتا ہے۔ مولانا کی نوعمری کا زمانہ بھی نہایت ترتیب اور حسن و خوبی کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ تعلیمی مناسبت، ذہانت اور حسن تربیت کی وجہ سے ریاضی علوم سے آغاز ہوا۔ سب سے پہلے قرآن کریم حفظ کیا۔ حفظ کے استاد حافظ محمد عمر رحمہ اللہ تھے جو بڑے ہی سخت گیر تھے۔ اگر سبق میں غلطی ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ۱۰ سال تک سبق سنتے رہے۔ انہوں نے ہی مولانا کو ایک استاد کے حفظ کے کمزور کمل حافظ محمد نبی صاحب کے سپرد کیا۔

---

[1] سیرت النبی ﷺ صفحہ ۱۰

[2] سیرت النبی ﷺ صفحہ ۱۱

فارسی تعلیم

فارسی کی تعلیم بھی سنٹھ کے پرانے اساتذہ سے حاصل کی لیکن آخری کتب فارسی کے لئے آپ استاذ جو آپ کے ماموں بھی ہوتے تھے راجوں مولانا سید اظہر سے مظفر نگر، اور بعض کتابیں جیسے تصانیف مرزا حیرت، مقدمہ سراج منشات مولانا سید مبارک علی صاحب بلگرامی سے پڑھیں اور حفاظ کے بعد دیوبند میں فارسی کی متوسطات مولانا شیخ محمد صاحب سے پڑھیں۔ پنج رقعہ و غیرہ بھی مولانا منشات مل ہی سے پڑھی۔ ان تمام اساتذہ سے فارسی منشات سے پڑھنے کے بعد بھی مولانا شبلی کو فارسی نثر و نظر کی تشریح و بیان پر غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ آپ نے اپنی عمر میں طالب علمی کے زمانہ میں "منشور" زیر دوم کے عنوان سے تصنیف و مضامین شروع کیا جس سے ان کے فارسی زبان کو ذوق و شوق کے ساتھ سیکھنے کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی فارسی منشور "زیر دوم" میں کافی مہارت ہے۔ شرح منشور و نثر ان کا علم شاہکار ہے[1]

عربی تعلیم

آپ ۱۸۷۶ء میں مولانا علی دیوبند میں عربی تعلیم کے لیے حاضر ہوئے۔ یہاں آپ نے تعلیم مکمل کر لی۔ یہاں علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ نے پہلی بنیادی کتب سنٹھ میں مولوی فتح محمد صاحب سے پڑھ لی تھیں۔ دیوبند پہنچ کر منطق و شریف، مختصر المعانی، نور الانوار اور ملا حسن وغیرہ کتب۔ ان علوم کو آپ نے اتنا تعلیم اور محنت سے حاصل کیا کہ ان علوم سے انھیں پہلے ہی سے گہرا فی

---

[1] نثر السرخ منشور اول صفحہ ۱۰ باب ششم

[2] ایضاً

[3] اقتباس مقالہ بلاعنوان صفحہ ۲۰۰، یادگار شبلی صفحہ ۲۰۰ میں ۲۰۰ ۲۰۰ علامات برائے ہے۔ مطبع ضیاء الرحمٰن پریس، سن طباعت ۱۹۱۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مناسبت تھی جس کا ذکر اس طرح کیا ہے؟ "سید عبدالرحمٰن صاحب، عبدالحق، اگرچہ بہت بڑے بزرگ دین ور تھے لیکن دانشمند اور نیک انسان تھے۔ لہٰذا ان کی دور بین نگاہ نے میرے لیے دینی تعلیم کا انتظام اسی وقت سے کر دیا تھا جب میں بہت چھوٹا تھا اور دوسرے بھائی کے لیے انگریزی تعلیم کا بندوبست کیا۔ اس تقسیم میں ایک دانائی اس طرح ہے۔ ایک مقولہ ابوجہمہ کی زبان صاحب سے سنا کہ انسان صاحبے یہ کہہ دیا کہ یہ عربی پڑھ رہا ہے کہاں سے اس کا وظیفہ چلے گا آئندہ کا سارا انحصار انگریزی تعلیم کے ذریعہ ہی سے ہوگا۔ عبدالحق، والد صاحب کو اس بات سے قطعی تکلیف ہوئی اور جواب میں کہا خدا کی قسم مجھ کو تم کھانے والا سمجھتے ہو لیجیے اس کے قدموں میں اگر نے سپرد کیے دیتا ہوں۔ ان کی طرف کبھی نہیں کرے گا۔" واقعہ یہ ہے کہ ان کے خلوص کے بغیر میں مولانا استغنا کے ساتھ ایسا کبھی نہ ہوا۔

اب بھی کبھی زیارت میں مولانا کے ملاقات کسی سے زیادہ رہے کچھ اچھا خیستہ وقت بڑھتے ہیں لگتا ہے، ورنہ کسی کے ملاقات جو وقت فرما دیتے استغنا کا مولانا کو سب سے بڑا سہارا تھا۔ حتیٰ کہ کچھ فاصلہ پر جو دیوبند میں رہتے تھے ان سے بھی بہت کم ملتے اور یہ رکھ رکھاؤ کے وجہ سے نہیں بلکہ یہ رائے تھا کہ جب کسی سے ملتے ہیں تو کچھ نہ کچھ کہنا پڑتا ہے اور اس کی نظر میں وقت کی قیمت تھی، تصنیف و اشاعت کے کاری زخم تھے جس سے ان کو اور زیادہ محنت ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دیوبند سے جلد خارج ہو کر وقت کے تعلیم و تعلم غافلت گاہ سے تعلیم سلامت ہے۔ ہر صورت پر کامیاب طریقے سے عمل پیرا ہو گیا۔[1]

خصوصی طور پر مناسبت

تصوف، متعلق اخلاقیات سے ایک خاص مناسبت تھی۔ صوفیہ کی خمس [illegible]

[1] تحریف الصالح حضرت مولانا صفحہ ۵
[2] ایضاً صفحہ ۲

صوفیہ جیسی مشکل کتب بالکلف حل کر لیتے تھے۔ جب طلبہ کا سبق پڑھتے تو افوز [illegible] کے ساتھ کبیر کی کفر شیطان امور کے ایسے راستوں سے گزرا کرتا ہے۔ مولانا کو ان میں سے بعض چیزیں کو بقول لیٹر شریعت پر مشتمل نہ تھا نہیں کہتے تھے اور اپنے اس مزاج پر خدا کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ اس مناسبت کی وجہ سے مولانا کو اس طرح پر کچھ بہارت حاصل ہوا کہ درس و تدریس کے زمانہ میں اپنے شاگردوں کے لیے مشکل سے مشکل مقامات کو آسان سے آسان تر کر دیتے تھے۔ مولانا محمد مولانا عبدالباری ندوی اپنے ان الفاظ میں کیا ہے۔ "معارف حقائق و دقائق اور غوامض اسرار نہایت کتب متداولہ کا ہر سنہ میں اس طور پر عبارت کے ساتھ درس دیتے ہیں بلکہ مشکلات و معضلات کو [illegible] کے پیچ بیان فرمایا کرتے تھے۔"[1]

تفصیل قرأت

مولانا کی فن قرأت میں بھی ایک شرعی حیثیت تھی۔ قرأت کی سند آپ نے [illegible] سے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی۔ قرأت کے کمالات کو خود [illegible] میں ایسا کہا ہے اصل تھا کہ جب مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں پڑھتے تھے تو [illegible] قرأت کی مشق کیا کرتے تھے [illegible] سننے والوں کو امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ مولانا قرأت کی صحت کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ [illegible] کو اپنے مخرج پر ادا کرنا جس کو اصطلاح میں تجوید کہتے ہیں کی تعلیم کیا کرتے تھے۔ ان کی آواز میں ترنم تھا۔ [illegible] کے [illegible] نے متاثر ہو کر یہاں تک کہہ دیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے زبان کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مولانا کا تعلق ہے کہ مولانا کو ان قرأتوں میں قرار رکھنے اور سیکھنے کی مزید تحقیق کرنی تھیں۔ اس طرح آپ کو استفادہ کی خصوصیات سے جو ظاہر و باطن کمالات میں مکمل

[1] تحریف الصالح حضرت مولانا صفحہ ۱۰
[2] ایضاً صفحہ ۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے اور ان کی خاص خاص تحریروں اور تقریروں پر اپنی رائے سے بھی مطلع کرتے رہتے تھے۔

وسعتِ ہندی

۱۹۱۱ء میں آپ کی استادِ ہندی شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے ملاقات ہوئی جو کہ مقدس یاترا سے لوٹتے ہوئے کراچی پہنچے تھے۔ اس موقع پر جب کہ علماء بہت خوش تھے کہ اس سفر میں دیوبند میں وسعتِ ہندی کا مدرسہ بہت شاندار طریقہ پر چل رہا تھا۔ مولانا شبلی مرحوم و مولانا سید سلیمان ندوی کے ساتھ گئے تھے اور کہا جاتا ہے کہ فراغت کی سند بھی دی جانے لگی تھی مگر شیخ الہند نے فرمایا کہ ہم تو اس قابل نہیں ہیں البتہ ہمارے بعض شاگرد ہیں ان کو دیجئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے استاذ کی دعا سے اپنی بہت سی غلطیاں دور کر لیں اور جب ہندوستان آئے تو پہلے سے بہت زیادہ پختہ ہو کر آئے تھے اور ایسا ہی ہوا۔

فلسفہ کی تدریس کی ابتدا

آپ کے استاد مولانا حکیم عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی جن کے سپرد کیا گیا تھا، ایک مرتبہ کلکتہ گئے تو طرفین جواب میں مشغول ہو گئے۔ اس کو دیکھ کر مولانا عبدالحلیم نے تجویز کی کہ فلسفہ کی کتابیں جو پڑھائی جاتی ہیں وہ تو اکثر بہت بیکار و قطعاً مسائل ہیں جو کہ تم دیکھ رہے ہو پڑھائی جائیں گی۔ استاد کی اس تجویز کا اثر طلبہ نے بہت جلد قبول کیا کہ مہینہ بھر میں جواب دینے لگے۔ جب حضرت گنگوہی و وسعتِ ہندی کو تشریف لے گئے تو ان کی زیارت کی تو مولانا محمود حسن شیخ الہند نے فرمایا کہ ان کی تعریف سن کر مولانا گنگوہی نے [illegible] مشکل مسائل کے جن کے جواب مولانا عبدالحلیم نہ دے سکے تھے، جب دیئے تو مولانا گنگوہی بہت خوش ہوئے۔ ان کی ذہانت کا اندازہ اس جملہ سے بھی ہوتا ہے کہ مولانا

لہ انتہاء سنہ کی حصہ ۲۰۰ حصہ طلبہ و حصہ تعلیم دین کا اصل مقصد

سے ۱ ؛ صفحہ ۲۰

سے ۲ ؛ صفحہ ۲۹

وسعتِ ہندی کے بڑے قدر دان تھے۔ جنانچہ مولانا حبیب صاحب کریمی کے فن میں وسعتِ ہندی صاحب اس قدر ماہر تھے کہ فن حدیث میں بھی آگے بڑھ جاتے تو میں اتنا ہی ہوتا۔

وسعتِ ہندی صاحبؒ نے مولانا حافظ کی سے مکتوب زمانہ کے ایک شمارہ مطلب دریافت کیا اس وقت اس مطلب کا نہیں بتایا۔ وسعتِ ہندی نے کہا۔

مولانا حافظ نے اپنی فطرت سے اس شمارہ مطلب بیان کیا وسعتِ ہندی نے کہا کہ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ مولانا حافظ کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا۔ اس پر وسعتِ ہندی نے کہا کہ ممکن ہے کہ کچھ مطلب ہو سکتا ہے۔ مولانا نے اپنے ذہن سے سوچ کر تین مطلب بیان کیا۔ اس پر وسعتِ ہندی نے کہا اگر یہ تین میں کوئی مطلب بھی حل نہ تھا لیکن ذہانت پر ضرور دیتا ہوں۔ [illegible] اور ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔

مناظرہ کا شوق

[illegible] سے کچھ مناسبت کی وجہ سے مناظرہ کی خاص قوت اور حاضر جوابی کا ملکہ اس حد تک طلباء میں بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ باری تعالیٰ نے کی خبر رکھتے تھے۔ جن سے ملتے اور زبانی بحث میں جواب کر دیتے۔ ان کو عجیب عجیب اور غریب نکتے سوجھتے تھے۔ [illegible] مشہور فرقہ کے علماء سے مناظرہ کا اکثر موقع ملا۔ اور [illegible] واقعی حقیقت اور اسلامی وسیع معلومات اور بے مثل قوتِ حافظہ کی وجہ سے کامیاب ہوئے۔ ایک واقعہ نشان کے طور پر درج کیا جاتا ہے۔

مولانا ذکاء اللہ مرحوم جو بانی کے بڑے قریب تھے اور علم دین کا شوق تھا جن سے

لہ [illegible] صفحہ ۲۰۰

www.KitaboSunnat.com

رہی تھی۔ وقائع ہوئی۔ مولانا حقانی رحمہ مولانا نے پوچھا آپ کے دعووں میں خلیہ کو کچھ دیانت بھی پیدا ہوتی ہے؟

حضرت نے پوچھا بیٹے مجھے دیانت کا علم ہو جائے تو جواب دوں۔ میں نے سن کر زبان بند کر لی۔ اللہ مرحوم خوش ہو گئے کیوں کہ سمجھ گئے کہ جواب دوں گا تو دیانت کے متعلق جو قولی بن کر شائبہ تکبر داخل ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے گا تو جھگڑا ہو گا اور پھر یہ جھگڑا اشتعل ہو جائے گی۔ اللہ مرحوم خوش ہو گئے۔

اس خوش کن بے تکلفی میں مولانا کی اپنے حاضرین کو خاموش کرنے کی موجود ہی ہے پہلے حضرت کے علاوہ دو اور حضرات تشریف فرما تھے۔ طالب علمی میں شیخ الہند کے ان کے شاگرد کا خیال آتا تو ہر کچھ کر کے شرمسار ہو جاتے کہ کہیں تو ہماری کی وجہ سے کسی بے ادبی کا مرتکب نہ ہو جائے لیکن ایسا نہ ہوتا تھا۔ ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ ان کو اپنی مساعی پر کسی قسم کی قلق نہ ہوتا تھا کہ ان کی خدا داد صلاحیت اور دینی کاموں کے جو لئے مساعد ہے کرنے کو طفیل سمجھتے تھے

درس و تدریس

خیر ۱۹۴۷ء سے پہلے اور طالب علمی کے زمانہ ہی سے درس و تدریس شروع ہو چکا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۸ء میں کے دوران اسکے کا چوتھا سال تھا کہ دینی خدمات کا مرکز بنا۔ اسی وجہ سے مولانا نے تصانیف اور اخبار کے مشاغل کا سلسلہ کلی طور پر ترک کر دیا۔ درسِ نظامی کی اعلیٰ کتابیں آپ کو حضرت کے والد ماجد سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت کے والد ماجد مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے

www.KitaboSunnat.com

[illegible] میں جا سیجئے اور گھر میں جا بیٹھئے دیکھتے نہیں کہ جب تک مسلمان خود اپنے اندر یہ قوت نہیں پیدا کر لیتے ان کا کسی غیر قوم کے ساتھ مقابلہ پر آنا محض اپنی خوشی کے مشاورت ہوگا اور ہمارے اکابر اسی پر چلتے تھے مسلمانوں کے بچے ہوئے ہیں قوت نظر پیدا کرتے[1]

[illegible] نوکری کی حیثیت میں عدالتی خطابات وغیرہ کی خواہش تھی چونکہ یہ سب امور اجتماعی تھے اس لئے انہوں نے علماء کو انگریز کا نمک خوار بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس زمانہ میں مولانا عنایت اللہ (اصلاحی) اور مولانا عبدالحق (حقانی) دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے۔ دیوبند کے اکثر اکابر جمعیۃ علماء ہند کے ممبر اور کانگریس کے ساتھ تھے۔ ان کے اثر سے علماء دیوبند کی عملی سیاست میں حصہ لینا شروع ہوا۔ حقانی وغیرہ بھی کانگریس کے ممبر تھے اور ہر الیکشن میں حصہ لیتے تھے کہ لاؤ کھڑے کی تحریکی سیاسی سرگرمیوں میں شرکت تبلیغی مقاصد کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ مولانا حسین احمد مدنی کو بھی سیاسی تحریک میں شریک کرنا چاہتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر کام کا اثر اس کے کرنے والوں کا ہوتا ہے سیاسی اکھاڑوں میں گرفتار ہونے والے علماء کا اثر کبھی نہ ہوا۔

مولانا محمد علی جوہر نے خلافت کی حیثیت سے سیاسی مسائل پر اظہار خیال کرنے کی جرأت کی تھی جس کی وجہ سے ان کو جیل کی ہوا کھانی پڑی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی [illegible] کا خطاب ملا تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی نے تحریک میں کسی حیثیت میں شرکت کرنا چاہا تھا[2] مگر ان کا [illegible] ہوا۔ حقانی وغیرہ کی ان کے اخلاص کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

[illegible] کی [illegible] سے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] جن کو [illegible] کرنے کا [illegible] تھے۔ [illegible] ہے [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] کا

www.KitaboSunnat.com

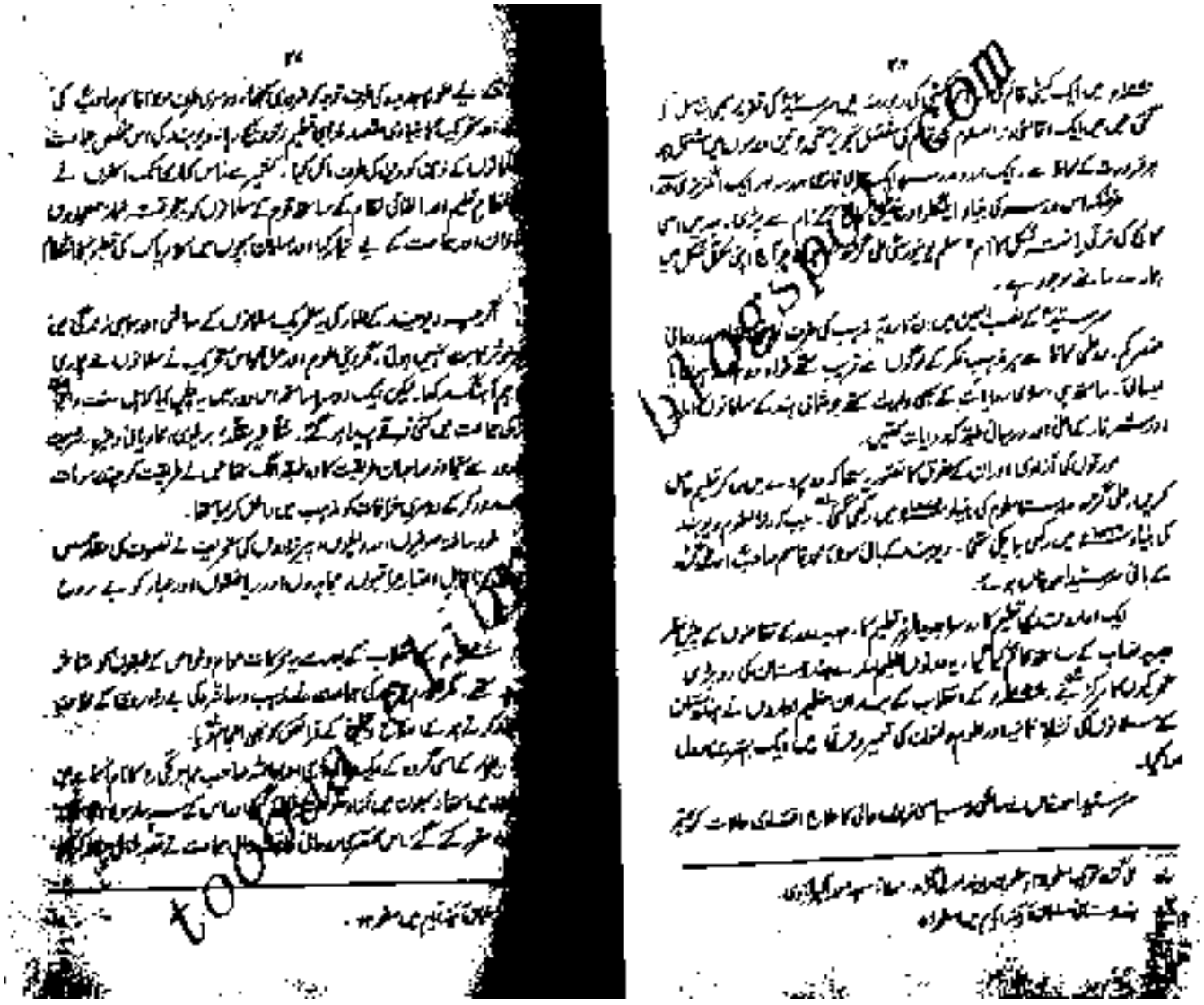

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

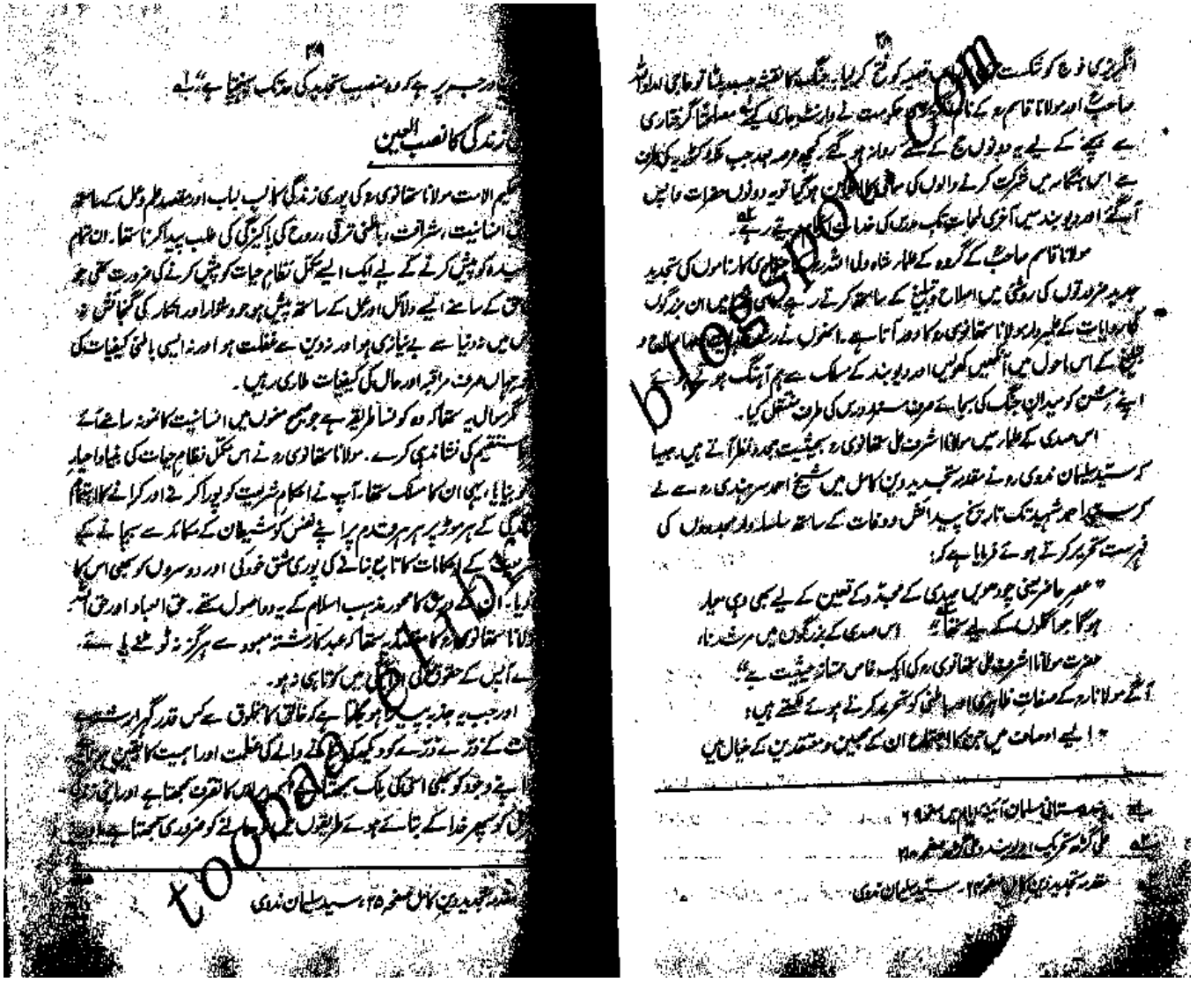

انگریز کی فوج کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کر لیا۔ جنگ کا نقشہ جب بدلا تو حاجی امداد اللہ صاحب اور مولانا قاسم رح کے نام گرفتاری کے وارنٹ جاری کیے۔ معاملہ گرفتاری سے پہلے کے لیے یہ دونوں حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد جب حکومت کی طرف سے اس ہنگامہ میں شرکت کرنے والوں کی عام معافی کا اعلان ہو گیا تو یہ دونوں حضرات واپس آ گئے اور دیوبند میں آخری لمحات تک دین کی خدمات انجام دیتے رہے۔

مولانا قاسم صاحب کے گروہ کے علماء شاہ ولی اللہ رح کے نظام کی کارناموں کی تجدید جدید ضرورتوں کی روشنی میں اصلاح و تبلیغ کے ساتھ کرتے رہے۔ اس میں ان بزرگوں کا علمی روایات کے علمبردار مولانا سخاوتی رح کا دور آتا ہے۔ انھوں نے رشد و اصلاح و تبلیغ کے اس ماحول میں آنکھیں کھولیں اور دیوبند کے مسلک سے ہم آہنگ ہو کر اپنے مشن کو میدان جنگ کی بجائے صرف مسند درس کی طرف منتقل کیا۔

اس صدی کے علماء میں مولانا اشرف علی تھانوی رح بحیثیت مجدد نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی رح نے مقدر تجدید دین کامل میں شیخ احمد سرہندی رح سے لے کر سید احمد شہید تک تاریخ پیدائش و وفات کے ساتھ سلسلہ وار مجددوں کی فہرست تحریر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"عصر حاضر یعنی چودھویں صدی کے مجدد کے تعین کے لیے بھی وہی معیار ہو گا جو اگلوں کے لیے تھا۔" اس صدی کے بزرگوں میں مرشدنا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح کی ایک خاص ممتاز حیثیت ہے۔"

آگے مولانا رح کے صفات ظاہری و باطنی کو تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایسے اوصاف میں جن کا اجتماع ان کے معین و معتقدین کے خیال میں

۱۔ پاکستانی سلمان آئینہ ایام میں صفحہ ۹۶

۲۔ علی گڑھ تحریک اور دیوبند صفحہ ۲۱۰

۳۔ مقدمہ تجدید دین کامل صفحہ ۲۴۔ سید سلیمان ندوی

b10025900.pdf

ور جب پر ہے کہ وہ منصب تجدید کی مسند تک پہنچتا ہے۔"

زندگی کا نصب العین

حکیم الامت مولانا سخاوتی رح کی پوری زندگی کا لب لباب اور مقصد علم و عمل کے ساتھ انسانیت، شرافت، باطنی ترقی، روح کی پاکیزگی کی طلب پیدا کرنا تھا۔ ان تمام چیزوں کو پیش کرنے کے لیے ایک ایسے مکمل نظام حیات کو پیش کرنے کی ضرورت تھی جو حق کے سامنے ایسے دلائل اور عمل کے ساتھ پیش ہو جو روشنی اور انکار کی گنجائش نہ ہو۔ جس میں دنیا سے بے نیازی ہو اور دین سے غفلت ہو اور نہ ایسی باطنی کیفیات کی جہاں صرف مراقبہ اور حال کی کیفیات طاری رہیں۔

مگر سوال یہ تھا کہ وہ کونسا طریقہ ہے جو صحیح معنوں میں انسانیت کا نمونہ سامنے لائے اور مستقیم کی نشاندہی کرے۔ مولانا سخاوتی رح نے اس مکمل نظام حیات کی بنیاد احیاء بنیاد پر رکھی، یہی ان کا مسلک تھا۔ آپ نے احکام شریعت کو پورا کرنے اور کرانے کا اہتمام زندگی کے ہر موڑ پر ہر ہر قدم پر اپنے نفس کو شیطان کے سکائر سے بچانے کے لیے اللہ کے احکامات کا تابع بنانے کی پوری شق خودی اور دوسروں کو بھی اس کا کرایا۔ ان کے دین کا محور مذہب اسلام کے یہ دو اصول تھے۔ حق العباد اور حق اللہ مولانا سخاوتی رح کا مسلک یہ تھا کہ عہد کا رشتہ معبود سے ہرگز نہ ٹوٹنے پائے۔ اور بندے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو۔

اور جب یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ خالق کا مخلوق سے کس قدر گہرا رشتہ ہے اس کے ذرے ذرے کو دیکھ کر بنانے والے کی عظمت اور اہمیت کا یقین ہو جائے اپنے وجود کو بھی اسی کی پاک بستا اور اس کا تعارف سمجھتا ہے اور اپنی زندگی کو سپرد خدا کے بتائے ہوئے طریقوں پر ڈھالنے کو ضروری سمجھتا ہے۔

مقدمہ تجدید دین کامل صفحہ ۲۵، سید سلیمان ندوی

b10025900.pdf

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بانے تھے۔

کتابیں پڑھ کر جب آنکھ جنت کی طرف اٹھتی ہے تو دل سرشار ہوتا ہے

آپ نہ کہیں نگاہ ہے جانے کہ کوئی نگاہ میں

مولانا تھانوی رح نے سیاست کے ہنگاموں سے خانقاہ کے ایک گوشے میں بیٹھ کر اپنے علوم و معارف کے خزانوں کو خلوص و محبت کے ساتھ عام و خاص پر اس طرح لٹایا کہ جو کہیں ان ظاہر تھے ان کے روحانی فیض سے وہ بھی مالا مال ہو گئے

آپ کا مسلک اور نصب العین بگڑے ہوئے احوال کو درست کرنا شریعت و سنت کی روشنی میں۔ آپ خاص کی ذات سے کبھی تعرض نہیں کرتے تھے بلکہ اصل دین کو بڑا سمجھتے تھے۔ مولانا رح امت کی ڈوبتی ہوئی نبض پر نظر رکھتے تھے اور شفا روحانی نسخوں کو آخری دم تک بروئے کار لا کے روحانیت کے امراض کو دور کرتے رہے، جس کا ثبوت ان کی زندہ جاوید تصانیف۔ ان کے مسلک پر چلنے والے خلفاء کی خدمات جن کا فیض سب آج بھی جاری ہے" جس کا بین ثبوت ان کے مواعظ اور علمی خدمات سے ملتا ہے۔

آپ کے مسلک اور زندگی کے نصب العین کا پورا پورا نچوڑ اتباع سنت اور احیاء سنت اور احکام شریعت کی پابندی تھا۔

ظاہری و باطنی حالات و معمولات سوانح مختصر خاکہ وفات تک

مولانا اشرف علی تھانوی رح قد تھے لیکن ورزشی مائل تھا، جسم تندرست تھا، بدن دہرا، ہڈیاں چوڑی تھیں، گوشت پٹھے کافی ہوتی تھی۔ چہرہ ہمیشہ سرخ و گول تھا، میں پروقار سنجیدگی نمایاں تھی۔ ریش دراز باریک تھے، داڑھی بھری ہوئی درمیانہ تھا۔ آپ کی پر اثر آنکھیں عینک لگانے کے باوجود شرعی اصل ڈور سے کھنچے

---

[1] باقیات الصالحات صفحہ ۲۰

[illegible] اور بہت بارعب اور پرکیف نظر آتی تھیں، عجیب سا اثر تھا۔ اہل متعلقہ [illegible] چاہتا تھا کہ دیکھا ہی کرو۔ مگر کوئی آنکھ بھر کے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ [illegible] کسی غرض نحست کی جانب نگاہیں اٹھ بھی جاتیں تو باوجود شوق نہ تاب نہ لا سکتا۔ [illegible] نے مولانا تھانوی کو بسطۃً فی العلم کے ساتھ بسطۃً فی الجسم کا مظہر فرمایا تھا[1]

مولانا تھانوی رح کی طبیعت میں بہت سادگی تھی، اکثر سفید لباس استعمال کرتے کرتے کا گریبان اکثر کھلا اور پرے کھلا رہتا تھا۔ پانچ کلی کی ٹوپی استعمال کرتے سردیوں میں گرم عبا کا استعمال کرتے اور سر پر رومال باندھ لیتے تھے۔ [illegible] لباس تبدیل کرنے کی عادت تھی، جمعہ کو خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ پلنگ کا انداز تھا

مولانا رح نے دو شادیاں کیں لیکن اولاد کسی سے پیدا نہ ہوئی۔ دوسری شادی کرنے [illegible] اپنے رسالہ اصلاح انقلاب میں تحریر کی ہے۔ بڑی بیوی بڑی پیرانی صاحبہ اور [illegible] چھوٹی پیرانی صاحبہ کے نام سے موسوم تھیں۔ دونوں طبیعتاً نیک اور دیندار [illegible] پہلی بیوی پر دوسری شادی کا اثر ہوا۔ بعد میں مولانا تھانوی رح کے [illegible] اور ایام حقوق کی صدر جہ رعایت کی بنا پر ختم ہو گیا تھا۔

عقد ثانی کرنے کے بعد آپ نے دل کی وہ مثال قائم کی جس کی بنیاد پر [illegible] کی اجازت دی تھی۔ جیرہ دونوں کو برابر دیتے جن کے لیے ایک لاکھ روپیہ کی [illegible] جسے مزاحاً "میزان عدل" کہا کرتے تھے۔ عدل کے سلسلہ میں جن مشکل سے انھیں گزرنا پڑا۔ اس کا اظہار حضرت کے اس اظہار خیال سے ہوتا ہے [illegible] نے عقد ثانی کا دروازہ کھولا [illegible] کر دیا ہے۔ کیوں کہ جب

---

[1] سعید دین کامل مفہوم و تذکیم الامت صفحہ ۴

[2] سوانح حصہ سوم صفحہ ۲۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

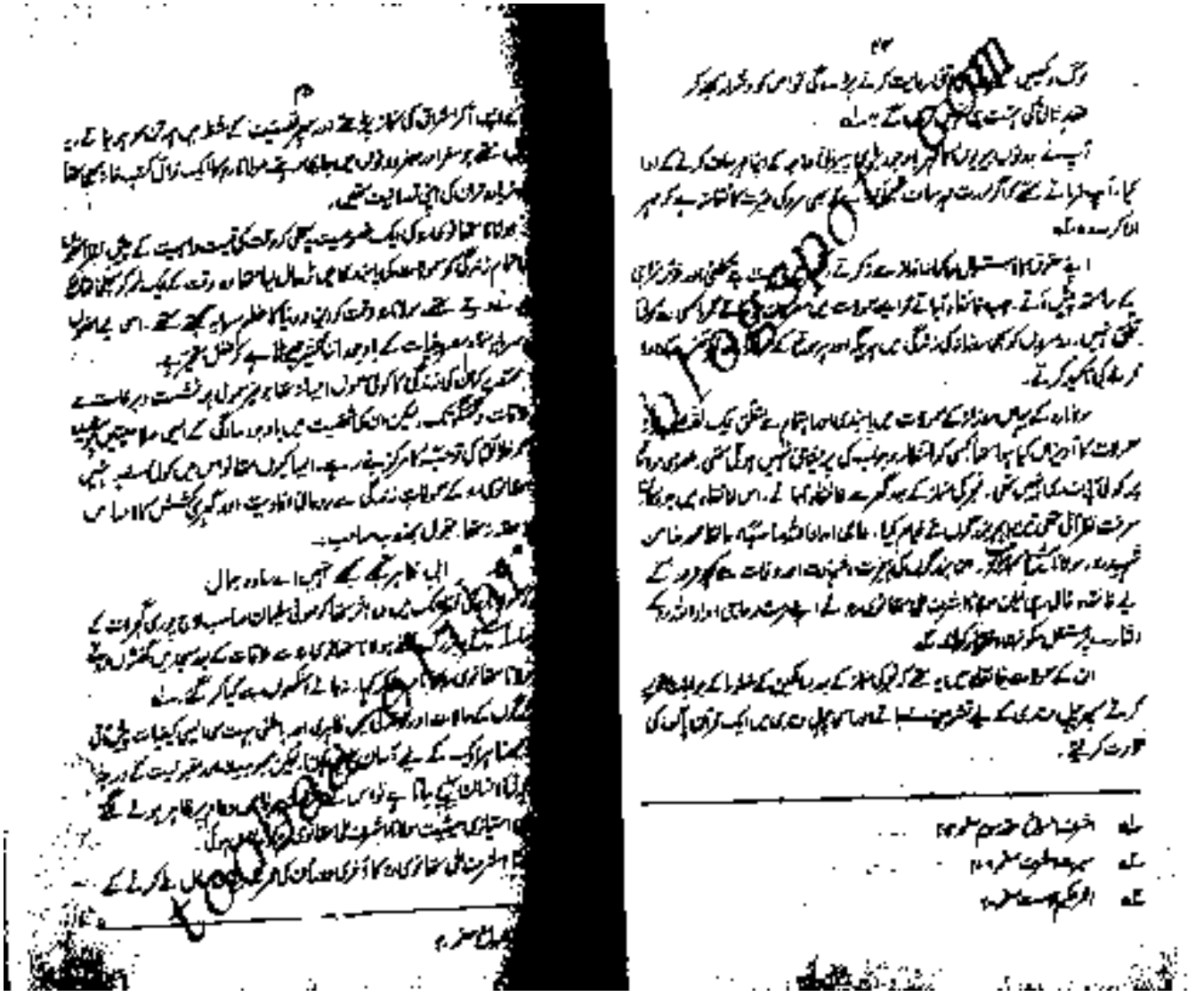

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ختم ہو جاتا ہے۔ روزانہ کی آخری آمد و رفت اترنے کی شکایت رہتی تھی۔ وفات سے ۵ سال قبل امراض نسائیات کی ہر گئی تھیں۔ البتہ وفات سے پہلے طاقت کی کمزوری اور بیگم کے وہم کی تکلیف تھی۔

کبھی کبھی دماغ کو مسلسل کام کرنے کی وجہ سے بھی دماغ بڑھ جاتا تھا۔ حالات کے تقاضے آپ میں تبدیلی مفقود ہو گئی تھی، اور جو ہر کی کمی کی کیفیت طاری رہتی تھی۔

مسٹر کے داس معالج خصوصی البیدہ صاحب کو کلکتہ سے بلایا لیکن علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ لیکن انتہائی صحت، انگلینڈ اور قیام تعلیم بالغ کی ان تھک کوشش کے باوجود حالات میں مستقل تبدیلی و ترقی کا رجحان (جھلک) اس کی خاص کے لیے بے شمار افسوسناک ہے۔

انتقال کے وقت بیوی کے علاوہ بیٹے کچھ ہوش آیا، فرمایا کہ یہ سب میں کہاں ہے کہ کسی نے کہا حضرت رحمت مطلق، فوراً استغفار کیا، وقت کے آنے میں ذرا فرق کے جانے پر بیٹے پھر بھی آواز دیں، لفظوں اور کے استعمال کا اختیار نہ رہا۔ اپنی بھوپال الیہ ست سلوب کی تلاش کے بعد ریاست کی۔ ہم چودھراں کو اس کا شکر ہے۔ بیٹے ہوں۔ عطر لے الحمد للہ، ریا، بیٹے نانوں کی قبر کو نہ ہار، بیٹے نانا ہے ہو ہو رہے ہیں۔ سب نے ہنسنے کے بعد ہو ہو ہو

www.KitaboSunnat.com

کی طرف چلتے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جنازہ میں شریک ہوئے۔ بیسیوں علماء نے آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ مولانا عبدالجبار عمر آپ کی وفات پر بے ساختہ رو پڑے اور یہ شعر پڑھا:

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ ثبوت اس کا ہے جو صاحب کرامت ہو گیا

مولانا عبدالجبار عمر کا یہ شعر حرف بحرف صادق آیا۔ مولانا محمد داؤد راز نے بھی آپ کی وفات پر قطعہ تاریخ کہا جس کا آخری مصرعہ یہ ہے:

لقد قبضت روح اسنی و امتاز بہ
بجنات نعیم العلم حقا فرقم

تصانیف و مواعظ کی اہمیت

کسی بڑی شخصیت کے بارے میں کچھ لکھنا اس کے اعمال، اخلاق، افکار اور خدمات کو مختلف پہلوؤں سے پرکھنا ہوتا ہے۔ مولانا شریف اللہ مرحوم کی علمی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی تصانیف اور مواعظ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی تصانیف ان کی علمی صلاحیتوں کی آئینہ دار ہیں۔

یہ بھی ہمارے ممدوح مولانا مرحوم کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنے معاصرین کی روش سے ہٹ کر اپنی راہ نکالی۔ اپنے علاقہ کے دوسرے علماء کی سنت سے ہٹ کر انہوں نے تبلیغ کے لیے خطابت کا طریقہ اختیار کیا۔ اس طرح انہوں نے اپنی تصانیف اور مواعظ کی تعداد میں بے شمار اضافہ کر لیا۔ ان کی تصانیف میں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت، تزکیہ اور تصوف کے موضوعات شامل ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کی تعداد ۲۰ بتائی ہے اور بعض نے ۳۰۔ ہم نے ان کی تصانیف کی تعداد ۲۵ شمار کی ہے۔ ان میں سے بعض تصانیف کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ مرحوم نے اپنی وصیت میں لکھا تھا کہ میرے جنازہ میں وہی لوگ شریک ہوں جو میرے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔

کے مولانا عبدالجبار عمر کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ ان کی بیشتر اردو تصانیف ان کی تقریروں کی تدوین کی شکل میں ہیں۔ مولانا عبدالجبار عمر خطابت کے میدان میں اترے تو ایک نئی طرز کی بنیاد ڈالی۔ ان کی تقریر کا انداز بالکل منفرد تھا۔ وہ اپنی تقریر کا آغاز ہمیشہ ایک شعر سے کرتے تھے۔ یہ شعر کبھی تو موضوع کے مطابق ہوتا تھا اور کبھی بالکل غیر متعلق۔ اس کے بعد وہ اپنی تقریر کا آغاز کرتے تھے۔ ان کی تقریر کا انداز بالکل منفرد تھا۔ وہ اپنی تقریر کا آغاز ہمیشہ ایک شعر سے کرتے تھے۔ یہ شعر کبھی تو موضوع کے مطابق ہوتا تھا اور کبھی بالکل غیر متعلق۔ اس کے بعد وہ اپنی تقریر کا آغاز کرتے تھے۔

مولانا عبدالجبار عمر کی تقریر کا انداز بالکل منفرد تھا۔ وہ اپنی تقریر کا آغاز ہمیشہ ایک شعر سے کرتے تھے۔ یہ شعر کبھی تو موضوع کے مطابق ہوتا تھا اور کبھی بالکل غیر متعلق۔ اس کے بعد وہ اپنی تقریر کا آغاز کرتے تھے۔

۱۔ [illegible]
۲۔ [illegible]
۳۔ [illegible]
۴۔ [illegible]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذہبی اصول پر تنظیم کر سکتا ہے۔

اکابر اور بزرگان دین کے مجموعہ ملفوظات اور ارشادات کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اپنے اپنے حلقہ کے لوگوں کے لیے اپنے اپنے انداز سے اپنے اپنے مخصوص حالات کے مطابق اصلاح و تربیت کا کام کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا طریق کار دوسرے سے مختلف تھا۔ ہر ایک کا انداز بیان دوسرے سے جدا تھا۔ ہر ایک کا موضوع سخن دوسرے سے الگ تھا۔ ہر ایک کا مخاطب دوسرے سے علیحدہ تھا۔ ہر ایک کا مزاج دوسرے سے ممتاز تھا۔ ہر ایک کا ذوق دوسرے سے منفرد تھا۔ ہر ایک کا اسلوب دوسرے سے جدا تھا۔ ہر ایک کا لہجہ دوسرے سے مختلف تھا۔ ہر ایک کا ماحول دوسرے سے الگ تھا۔ ہر ایک کا وقت دوسرے سے علیحدہ تھا۔ ہر ایک کا مقام دوسرے سے جدا تھا۔ ہر ایک کا زمانہ دوسرے سے مختلف تھا۔ ہر ایک کا حلقہ دوسرے سے الگ تھا۔ ہر ایک کا دائرہ دوسرے سے علیحدہ تھا۔ ہر ایک کا میدان دوسرے سے جدا تھا۔ ہر ایک کا ہتھیار دوسرے سے مختلف تھا۔ ہر ایک کا انداز دوسرے سے الگ تھا۔ ہر ایک کا طریقہ دوسرے سے علیحدہ تھا۔ ہر ایک کا سلیقہ دوسرے سے جدا تھا۔ ہر ایک کا قرینہ دوسرے سے مختلف تھا۔ ہر ایک کا ڈھنگ دوسرے سے الگ تھا۔ ہر ایک کا رنگ دوسرے سے علیحدہ تھا۔ ہر ایک کا آہنگ دوسرے سے جدا تھا۔ ہر ایک کا سُر دوسرے سے مختلف تھا۔ ہر ایک کا ساز دوسرے سے الگ تھا۔ ہر ایک کا نغمہ دوسرے سے علیحدہ تھا۔ ہر ایک کا ترانہ دوسرے سے جدا تھا۔ ہر ایک کا گیت دوسرے سے مختلف تھا۔ ہر ایک کا راگ دوسرے سے الگ تھا۔ ہر ایک کا سُر دوسرے سے علیحدہ تھا۔ ہر ایک کا ساز دوسرے سے جدا تھا۔ ہر ایک کا نغمہ دوسرے سے مختلف تھا۔ ہر ایک کا ترانہ دوسرے سے الگ تھا۔ ہر ایک کا گیت دوسرے سے علیحدہ تھا۔ ہر ایک کا راگ دوسرے سے جدا تھا۔

ان کے وعظ سننے والوں کا تعلق ہر طبقہ کے ساتھ ہوتا تھا۔ ہر طبقہ کے لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ ان کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ ان کی محفل میں شریک ہوتے تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ ان کی صحبت میں رہتے تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ ان کی خدمت میں رہتے تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو

www.KitaboSunnat.com

کے نظریات اور فکر پر ایک بھرپور علمی روشنی میں کارفرما نظر آتے ہیں۔

مولانا مرحوم کا اسلوب خطابت خاصے سے قبل اپنے ہر ہدف پر نظر رکھتے تھے کہ کیوں کر انھوں نے کسی کی بات یا قول کا امکان ہو سکتا تھا۔ ان کی تصانیف اور مواعظ حسنہ سے زیادہ براہ راست مخاطب کوئی نہیں ہیں، خصوصاً ان کے لیے جن کو شریعت اور طریقت کے علوم کے حاصل کرنے قرآن کریم اور حدیث کے تفصیلی مطالعہ کا موقع نہیں ملا اور جو تاریخ اسلام اور سلف کے واقعات سے ناواقف ہیں، مفسدین، مفسرین اظہار و صوفیاء کو تو ہیں؟ اور ان کی تصحیحات کیا ہیں؟ مذاہب کے اختلاف کی حقیقت کیا ہے۔ فلسفہ اسلام کیا ہے۔ جس وشیطان کس طرح انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مسئولوں کی مسیحائی اور حکومت کا کیا انداز ہونا ہے۔ مسلمانوں نے تجارت اور سیاست میں کس طرح حصہ لیا۔ فرد و رفتوں میں کن اجتہادات کا انداز کیا جو مسلمانوں کی تعلیم کا ہیں اور خاتمہ ہے کس طرح مسلمانوں کے لیے راشد و ہدایات کا مرکز ہیں۔ مسلمانوں کی دینی زندگی، تزکیہ و تربیت اور اسلامی کے کیا حقوق ہیں؟ اس قسم کی تمام باتیں ہیں جو کہ علماء ان کے مواعظ اور تصانیف سے حاصل ہوتی ہیں۔ صاحب تذکرہ "مواعظ" نے مولانا کی علمیت کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے:

"وقد كانت عين كل الخطباء الوعاظ يأخذون الدين عن فم الله ورسوله ويتلقونه من منبع الوحي والتنزيل ويقتبسون من مشكاة النبوة ويستضيئون بأنوار الكتاب والسنة ويستفيدون من ينابيع الحكمة والمعرفة ويستمدون من أصول الشريعة والطريقة ويستعينون بالله في كل أمورهم ويتوكلون عليه في جميع شؤونهم ولا يعتمدون على أنفسهم ولا يثقون بعقولهم ولا يركنون إلى آرائهم ولا يعولون على أفكارهم ولا يتكلون على أنظارهم ولا يستندون إلى أقوال أحد من الناس ولا يستدلون بكلام أحد من البشر إلا بما يكون مؤيدا بالكتاب والسنة ومعضدا بالحكمة والمعرفة ومعززا بالشريعة والطريقة ومعتضدا بالأدلة الشرعية والبراهين الدينية ومعتمدا على الحجج القاطعة والبينات الساطعة ومستندا إلى الأصول الثابتة والقواعد المستقيمة ومستمدا من الأحكام الإلهية والأوامر الربانية ومستفيدا من الآيات القرآنية والأحاديث النبوية ومستشهدا بأقوال الأئمة المجتهدين والعلماء المحققين والأولياء المقربين والصلحاء الصالحين والأتقياء الورعين والزهاد المتقشفين والعباد المتبتلين والسلف الصالحين والخلف الراشدين ومتجنبا عن الأهواء والبدع والآراء الفاسدة والأفكار الباطلة والأقوال الزائغة والأنظار الزائفة والأدلة الواهية والبراهين الداحضة والحجج الباطلة والبينات الزائلة والأصول المختلة والقواعد المنحرفة والأحكام الجائرة والأوامر الكاذبة والآيات المحرفة والأحاديث الموضوعة والأقوال المكذوبة والأئمة المبتدعين والعلماء المضلين والأولياء الكاذبين والصلحاء المرائين والأتقياء المنافقين والزهاد المخادعين والعباد المغرورين والسلف الضالين والخلف الغاوين"

والبدعة من الخطباء والوعاظ [1]

اس طرح سے مولانا کی دینی خدمات کی روشنی میں تصانیف اور مواعظ کی اہمیت اور افادیت کو اعتراف علماء نے بھی کیا ہے۔

مولانا کے چند مواعظ کا جائزہ

وعظ حقوق العشرت

مولانا نے وعظ حقوق العشرت کی بابت مسجد میں ۱۳۲۷ھ میں ۱۳ ربیع الاول کو بیان کیا۔ اس وعظ میں مولانا نے حقوق زوجہ کے علاوہ حقوق اولاد کے متعلق بھی بہت کچھ روشنی ڈالی ہے۔ کیونکہ حق اسلام کا سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے، جب وقت ایک دوسرے کے ساتھ نشست و برخاست لین دین کے معاملات پیش آتے ہیں۔ اس لیے شریعت نے ان سائل پر خصوصی توجہ کرائی ہے۔

مولانا نے مذکورہ وعظ سے قبل ایک وعظ کا اور ارشاد فرمایا جس میں انھوں نے مسلمان پر مسلمان کے کچھ حقوق بتائے، جو مرد و عورت میں تعلق قریبی سے واجب ہوتے ہیں۔ مثلاً سلام کرنا، ہر ایک کو مناسب طریقہ سے ادا کرنا چاہیے۔ مرد عورت میں نسبت نہ کرنا کوئی کرے تو اس کو روکنا، ان سب کے آداب اور طریقے اس وعظ میں بیان فرمائے اور تفصیل سے بیان کیے، اور بتایا کہ معاشرت و اخلاق کی خرابی تقریباً ان میں کی ادائیگی کرنا بہت حد تک اس کی اصلاح کا سبب ہوتا ہے۔ ان دو اقوال کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن کریم کی آیت الطلاق مرتان الخ اور حدیث ابغض الحلال الی اللہ الطلاق الخ اور طلاق کی کراہیت کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اس کو بغور پڑھا جائے تو غلط فہمیوں کا سبب نہ ہوگا۔

---

[1] تذکرہ مولانا محمد داؤد راز، ص ۱۰۔ [2] تذکرہ مولانا عبدالجبار عمر پوری، ص ۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوف کی اس کیفیت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بتاتے ہوئے اپنے سے رخصت ہونے والے کو سلام کرنے کی ہیئت کے مرتبے کی وضاحت بھی فرمائی۔ دیر بھی ہوئی کہ اب بھی رات کا چوتھا حصہ تھا میں بزرگوں کی نصیحت دراز کی طرح ہو۔ دیر تکلیف کا سبب بن جائے۔

اصحاب کہا جانے کے آداب بھی بیان کئے۔ دراس کام کی اجازت کی میں بھی دعوتوں میں مدعو کرنے کے علاوہ دوسروں کو بھی لے جایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ قصہ بھی سنایا۔

ایک مرتبہ شمس نے ایک دعوت میں اپنے چھوٹے کو بھی ساتھ لے لیا۔ جب کہ کر لوگ دسترخوان پر بیٹھ گئے تو ضرورت کے مطابق کھانا کھایا جانے لگا تو بچے کے سامنے بھی ایک پلیٹ رکھ دی گئی۔ لوگوں نے کہ یہ کیا حرکت ہے۔ اس نے کہا۔ بھی لوگ اپنے بچوں کو لاتے ہیں۔ میرے کوئی اولاد نہیں اس کو لے آیا۔ ساتھ کھانے والے شرمندہ ہو گئے

مولانا تھانوی نے احادیث، قرآنی آیات، نصیحت اور روایات سے اپنے مواعظ کو ایسے لطیف پیرایہ میں پیش کرنے جو شریعت کے مسائل کو عوام کے ذہن نشین کرنے کے لیے مفید ثابت ہوتے۔

استقبال اور تعزیت

یہ مقالہ مولانا نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ میں ۱۲ صفحات پر مشتمل بیان کیا۔ اس میں کہ مصروفیات کی وجہ سے ملاقاتیوں کو زحمت نہ ہو۔ سب سے پہلے اس رسالہ میں مصافحہ کی فضیلت بیان کی ہے۔ کیونکہ گناہ دور ہونے کا ذریعہ ہے۔ دوسرے گناہ کو معمولی سمجھنا، زیادہ خطرناک ہے۔

کیونکہ معمولی سمجھ کر اس سے توبہ کا خیال نہیں ہوتا۔ اور چھوٹے گناہوں پر اصرار بڑے گناہ بن جاتا ہے۔ اس کی مثال نقشہ ان کے الفاظ سے ذہن میں آتی ہے۔ جیسے چیونٹا سے ذرا سی گڑ ہو تو اس پر چیونٹیوں کی قطار ہوتی ہے۔ ہتھیلی پر تھوڑی سی شکر کی ڈلی رکھ دیں تو اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ دعوت میں شامل ہو کر بڑی سے بڑی معصیت کو خاکستر کر دیتے ہیں۔ [1] دوسری مثال سمجھاتے ہوئے کہا کہ جب چھوٹے گناہوں سے اجتناب نہیں کیا جاتا تو رفتہ رفتہ کبیرہ گناہ بھی ہونے لگتے ہیں۔ جس طرح صاف کپڑے کو بار بار نہ دھویا جائے تو میل جم جاتا ہے اور جب بہت سے چھینٹے پڑ جاتے ہیں تو پھر وہ کپڑا بالکل خراب ہو جاتا ہے۔ اور وہ کپڑا بالکل خراب ہو جاتا ہے۔

اس طرح مولانا نے بیکیوں وعظ میں قرآن و حدیث کے حوالوں سے گناہوں کی مذمت اور ان کو ہلکا سمجھنے پر تنبیہ کی۔ تاکہ لوگ ہر قسم سے بچ کر جنت حاصل کر سکیں۔

ذکر الموت [2]

مولانا نے یہ وعظ جامع مسجد کانپور میں ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو پیش کیا۔ اس وعظ میں مولانا نے قرآن کریم کی آیت [3] کی تشریح کرتے ہوئے حضور کے حقوق کی رعایت کی ہدایت فرمائی ہے۔ مولانا نے بتایا کہ جب تو صاحب کو کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے۔ زبان کو ذکر و تلاوت سے بچانا چاہیے جیسے بغیر ضرورت علیہ السلام کے جواب دینے سے قرآن نے منع فرمایا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور ضروری امور کا بتانا ضروری ہے۔ جہاں تک حضور کے حقوق کا معاملہ ہے

---

[1] دعوات عبدیت، خطبات حکیم الامت، ج ۲، ص ۱۶۰

[2] ملفوظات کا پہلا وعظ، مجموعہ، اشرفیہ، لاہور۔

www.KitaboSunnat.com

...ہے بتایا کہ سب سے پہلے حضور کا یہ کرنا ہے کہ آپ سے محبت کی جائے اور جب تک حضور کی محبت ساری مخلوق پر غالب نہیں ہو گی صحیح طور پر ایمان کا حصول نہیں ہوگا لیکن محبت کے علاوہ دوسرے متعلقین بھی حضور کے ہیں ان کی ادائیگی بھی سخت ضروری ہے۔ یہ باقی حقوق یہ ہیں۔ تعظیم، اطاعت، ان جملہ تعلقات سے بڑا ہے کہ حیثیت رسول کے آپ کو بڑا مانیں، اور اطاعت یہ ہے کہ آپ کے ہر بتائے ہوئے احکام کو قبول کریں اور عمل میں لائیں۔ اتباع کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا پیروی کریں، جو کام آپ نے کئے اسی پر چلیں۔ یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جو آپ سے محبت کا لازمی تقاضہ ہے اور براہ راست قسم ہیں۔ آپ جو محبت ہے اور تعظیم، اطاعت اور اتباع محبت نہیں تو ایسی محبت ناقص ہے اور ناقص تعظیم سے مراد یہ اطاعت نہیں کرتے کا رہے۔ ایسی صورت میں ان کی حیثیت رسول کی نہیں ہوگا۔ اور اطاعت بغیر تعظیم اور محبت کے ایک بے روح جسم ہے۔ اس نے کہا جو شخص ان تعلقات میں سے کسی ایک کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے وہ کامل حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ حق ادا نہ کرنے پر بھی جنت کا حصول رسول کی شفاعت اور ہدایت و رہنمائی کی نعمتیں کو سب سے بڑا نعمت ہے۔ ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ حضور کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جس کو بھی کسی کے ذریعہ آپ سے زیادہ ذکر کرتے۔ اس کی بہترین مثل حضرت عمر کی حضور سے ہے جو حضور کو اپنی جان سے بھی بڑھ کر ہے۔

الکلام فی لزوم المحبۃ[1]

مولانا: محبت کی تعلیم اور اس پر دعوت دینا ہی ہمارے خاندان کا طریقہ رہا ہے اور ہمارے [illegible] ہمیشہ اس پر زور دیتے رہے ہیں کہ محبت کے بغیر اعمال کی درستگی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے ہم لوگ اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس کے بغیر اعمال کی درستگی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے ہم لوگ اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس کے بغیر اعمال کی درستگی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے ہم لوگ اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

---

[1] تبلیغ و دعوت کے اصول و ضوابط، ص ۱۱۱، از مولانا محمد یوسف صاحب [illegible]

...رہا تھا۔ کلام کیا آپ نے اس آیت سے شروع کیا یا ایسا ان [illegible] واقف رکھو تم اپنے اہل و [illegible] شہید ہیں حضرت نے عورتوں کی اصلاح کی شدید ضرورت پر توجہ دلائی کیونکہ تربیت اطفال کا بیڑا گھر والی ہی پر ہوتا ہے۔ اس تربیت کی ابتدا کی بنیاد عورت ہی ہوتا ہے۔

حکیم الامت نے اس رسالہ میں اس وہم کو بھی دور کیا ہے کہ قرآن میں کثرت سے عورتوں سے خطاب کا مطلب یہ نہیں کہ [illegible] ان شبہات کا اظہار کیا اور بتایا کہ [illegible] ہے۔ کیونکہ [illegible] ہے۔ [illegible] کے ایک دوسرے کا تعمیر ہونے کی وجہ سے جدا جدا خطاب کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اور صیغہ کو خاص کرنے کی وجہ غلطت کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ مرد [illegible] عورتوں سے زیادہ کوتاہی بتاتے گئے ہیں اس لئے محنت کے تمام کام مرد زیادہ تر سرانجام دیتے ہیں۔ ان ہی مواقعات کی وجہ سے تو عورتوں کے تاکید کر دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا مطلب [illegible] عورتوں کو تنبیہ کرنا نہیں ہے۔

اس رسالہ میں سرکار نے عورتوں کی خاص کمزوری کا تذکرہ کر بہت عجیب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور خاتون کے ساتھ ان کے [illegible] کی قرب خصوصیت سے اشارہ فرمایا۔ تنگ حرص کا ذکر، اپنی حیثیت سے بڑھی ہوئی عورتوں سے میل جول، روحانیت کی محروم عورتوں سے [illegible] کیونکہ روحانیت امراض متعدی ہوتے ہیں

[illegible] اور [illegible] کی [illegible] میں [illegible] کو [illegible] کی حیثیت کی مرد پر [illegible] کے علاوہ پر غور کیا جائے۔ تو حقیقت منکشف ہو۔ [illegible] کے کوتاہی کے معاملہ میں [illegible] سے زیادہ [illegible] پر نظر کی جائے تو کمال میں اضافہ ہو۔ ان مضمون کو [illegible] واقعات اور حکایات کے ذریعہ اس خوبی سے بیان فرمایا کہ مزہ کا [illegible] ہوتا ہے۔ علاج کا سامان ہر [illegible] جا گزیں ہو جائے۔ مگر [illegible] تربیت شرعیہ کی [illegible] میں آیت فرمایا کہ [illegible] کن [illegible] میں عورتوں کو کبھی [illegible] ہو سکتا ہے اگر [illegible] کیوں نہ ہو۔ اس کے تین طریقے بتاتے ہوں تو وہ مسائل اور احکام [illegible] پر [illegible]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے بے ہوش حاصل کریں۔ تاکہ عمل میں کامل حاصل کر سکیں۔

دوم یہ کہ اگر کوئی کامل مرد میدان میں جا سکے تو اس کی صحت سے فائدہ اٹھائے اور اپنا اصلاح کرنے پھر سلوک کریں۔ اگرچہ ہر کام میں ہر ترکیس کا ملکی خوبی رہتی ہے۔ لیکن فرض اور جیسے میں کسی جنگجو مرد سے خلق تو کریں تاکہ ملکوں کی صحت کے نزدیک مصلح کرتی رہیں اور بیماروں کے علاج اور مخلوقات کو صاف رہیں۔

شرائط الطاعۃ

حضرت حکیم الامت نے وعظ جامع مسجد کیا، اس میں مخلوق کی خدمت کے بیان میں فرمایا کہ ہر شخص کو اپنی گنجائش کے بقدر خدمت کرنی چاہیے۔ اس کے بعد خاص خاص خدمات کا ذکر فرمایا۔ اس وعظ کا مضمون ہر عبادت میں کہ بجا لانے شرعیہ کو اختیار فرمایا ہے ضرور کرنا ہے۔ اس مقصد عبادت میں رعایت کی ہے۔ اس کا حاصل اتنا ہے کہ ہر شخص کو اپنی شرعیہ کو ان کے حدود میں قائم رکھنے سے بنا ہے۔

اسی مضمون کو مختصر میں اس طرح ظاہر فرماتے ہیں۔

"کہ جب کوئی کام کرو تو اس میں یہ دیکھ لو کہ فائدہ مطلب میں طرح بن چکے حاصل ہو جائے یا کہ مطلب کا نظر رکھا ہے حق رکھو گے۔ ہر یہ مقصد کو کرو تاکہ فی الحاصل ہو مطلب کامیاب ہوں، نہ ہوں؟

حدیث [1] کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت نے دو مسجد ہوئے کا اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

"کہ جاہلوں کی طرح ہر شخص کو نظر اور تجھو اور نہ جہل فاسق کی طرح سفر مسئلہ میں انظار واجب کھو، مسلم شریف کی حدیث سے کہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل، مسند انصار، حدیث ۲۰۰۳۱

[2] مسلم، ۶ ، ، مسلم ۲

کہ ہر اس میں سو دو رکعت نماز جنت ہے اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے اس میں اس کا انتظار جائز ہے؟

پھر حدیث کی حدیث نے وضاحت فرمائی۔ اور حضرت نے ماہروں کی صورت کی تقریر فرمائی۔ حضرت اس طرح فرماتے ہیں:

"یہ ہمارا کہنا یا کہ ہر نماز کا وقت ہے، پھر یہ نہیں کرتے کہ ضرور کے وقت ہے یا نہیں، حالانکہ شریعت میں جو ہر نماز کی حفاظت ہے جیسا کہ میں اچھی طرح بیان کر چکا ہوں کہ بعض اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں، تو ایسے اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ یہ ہر طبیعت ہے اس لئے ہر صورت تو نہیں گزر سکتی ہے۔ ویسے سارے میں بھی چیز ہے۔ لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت سے پوچھ کر اس کی تحقیق کی تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح (یا) تم پر تمہاری جان کا بھی حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، تمہارے مہمان کا بھی حق ہے۔ اس طرح ہر ایک کا حق ہوتا ہے۔ اس طرح ہر کام کرنا چاہیے ہو۔"

حضرت حکیم الامت نے عبادت کے بھی حدود مقرر کئے۔ کہ اختیار کی صورت کیسے قبول ہو۔ اور اکثر عبادات بالجملہ عبادت ہوتی ہیں۔ جن میں افراط اور تفریط سے دونوں کو بچانے تلقین فرمایا۔

ہر ایک نفس کو علاج تجویز فرماتے نے صحبت شیخ تجویز کیا اور کہا کہ:

ہیچ چیز نسنکند مرد جہاں ۔۔۔ ہیں جاہ طلب کو نہ بہ از ان لہ

اور آخری حضرت الامت حضرت نے اس شعر پر تقریر فرما کر حقیقت کو اور اچھا کر دیا ہے

نفس مکش کہ کشتہ از قتل بہ
دشمن ان نفس کہ نفس را سخت گیر لہ

---

[1] حضرت مولانا شاہ محمد اطہر صاحب مبارکپوری، خطبات الفقیر، جلد ۱، ص ۲۲۳

www.KitaboSunnat.com

چند تصانیف کا جائزہ

حیات انسان[1]

مکتوب مرزا کی برکتوں میں سے تھا۔ اس کے کہنے کی وجہ خود مرزا کے الفاظ میں یہ ہے:

"چند دنوں سے سلطان کی بیماری سے مجھے سخت قلق ہوا جس نے بیقرار اور فکر مند کیا۔ پس الحاح اپنی نے میرا ہاتھ پکڑا اور دعا کی طرف توجہ دلائی۔ سو کچھ خوف طبع میرے دل میں اللہ نے ڈال دیا جس حال کو جس مصیبت کے جس کے برداشت کی لوگوں میں طاقت نہیں ہے اور کمزوری میں شمار داخل ہے۔ ان میں سے جس اعمال سے قوی ہوتا ہے دل میں سے الوس۔ دل میں سے تشویش دور ہوتا ہے۔ اور بھی تین دن جمل۔ الحاس و تشویش کا تمام بیماریوں کی جڑ ہیں۔ پس جن لوگوں کی صاف ہے اور ہر بیماروں کو تھا صاف ہو جاتے گی اور بیماری بھی من جانب اللہ اسی وقت میرے دل میں آئی تاکہ ان امور میں سے کچھ حصہ اور مسلمانوں کو پہنچے اور تجربہ کی دوا کھانے کی ضرورت نہیں کیوں کہ عام لوگوں کے لیے ذاتی اور مقصود اصل ہیں تاکہ ان کی بھلائی ہو۔ خدا نے مجھے اسپیریٹوال کی اس سے بڑا مل جائے گی اور لوگوں کو تھا جائے گی بیماری سے نفع کی امید کرتے ہیں۔ خدا اس کو ضرور تاکرے اور دعا ہی جنگ کرتے اور بیت کرتے رہتا ہے"[2]

---

[1] کتابیات، ص ۹۰

[2] حیات انسان، ص ۹۰، ۹۱، ۹۲

مولانا ابو کے اس اقتباس سے یہ بات واضح ہے کہ آپ نے سلطان کی بیماری کو سبب اللہ کے جمل، افلاس اور تشویش کو قرار دیا ہے، اور اس کتاب میں تحریر میں جو لکھا ہے جس سے ان تینوں کی جڑ کٹ سکے۔ اس کتاب کے پڑھنے میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زندگی چاہے دنیا کی ہو یا اخروی دونوں کی صحت کا راز مرزا کی بتائی زندگی کو جو رنگ بھی ان دونوں میں گھل سکتے ہیں، انکار حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس سے بڑھ کر اس کا تصور اس طرح کر سکتا ہے کہ گروہ صوفیہ کی جان ہوا اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھ کر دنیا و آخرت کے مسائل اور پریشانیوں کی تشخیص کو صحیح سمجھ کر اعتقاد رکھنے ہوئے ان کو دور کرنے کی تجویزوں پر جو آپ کی تمثال ہوا ہیں عمل کرے تو اسے زوال فکر پر اس کا ظہور ہو جائے گا۔

مولانا ابو کہتا ہے کہ اسلامی تعلیمات سے منہ موڑنے کے نتیجہ میں مسلمانوں پر بیماری وغیرہ اور غیروں کی جو تباہی نازل ہو رہی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد ہوں وابستہ رکھنے والے دنیوی زندگی کے بارے میں آپ کی تعلیمات سے غافل ہیں، توجہ کے طور پر خدا انھیں دنیا کی بیماری سے دور کر دیتا ہے مگر راہ راست پر آ جاتے ہیں اور جو لوگ حضور کا انکار کر رہے ہیں ان کی آخرت کا برباد ہونا تو ظاہر ہے لیکن دنیا میں بھی ذلیل کیے جاتے ہیں ظاہری کامیابی عطا کر دی جاتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی کامیابی کامیابی نہیں بلکہ حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے جو انھیں دنیا میں کبھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ دنیا کی راحت اور مادی ترقی اور دولت کی حکومت حقیقی نعمتیں نہیں بلکہ بعض اوقات تو یہ بھی نصیب نہیں ہوتیں۔[1]

مولانا ابو کا یہ کہنا ہے کہ جس طرح ظاہری بیماریاں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور عرض کر دور کرتی ہیں۔ اسی طرح انسان کے باطن بھی باطنی قوت کے مختلف امراض رکھتے ہیں اور مختلف علاجوں سے اثر کرتے ہیں۔[2]

---

[1] حیات انسان، ص ۹۲، ۹۳، ۹۴

[2] ایضاً ص ۹۴

www.KitaboSunnat.com

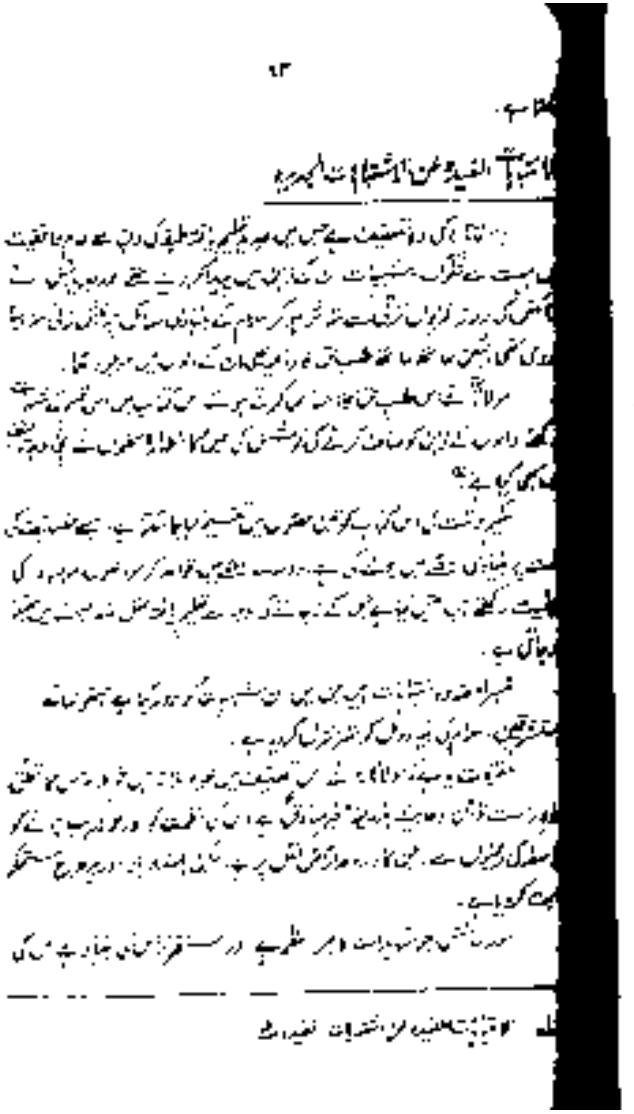

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا بہترین طریقہ کار متعین کر دیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان بارہ ابواب اور ان سے متعلق کو مرتب اس طرح سے کرتے وقت حاضر کی ضرورتوں سے اس طرح متعارف کرایا ہے کہ عام لوگوں کے لیے بھی ان اہم مسائل کو سمجھنا دشوار نہیں۔ اور کتاب سے استفادہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ خواہ عوام کے طبقہ میں سے ہو یا خواص کے۔ مزاج شناسی کا یہ انداز وہ ہے جو حقیقت میں ہی ہے کہ ساری شبہات کا جڑ سے خاتمہ ہو جائے۔ مثال کے طور پر ان کا ورود سنت کی ہر طرح تعریف سے بہت سے غلط نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے چند مثالوں سے وضاحت کی ہے۔

اس طرح مختلف دعوات پر ہونے والے شبہات کا دور کرتے ہیں جن سے بعض طبیعت اور قلب گناہ سے اپنے ساتھ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ضرورت کی تشریح کے بعد اپنے اس کتاب تصنیف کی ترتیب خود انہی کے الفاظ میں اس طرح کی ہے:

"اس طرز تصنیف میں یہ بتلانا ہے کہ حضرت کے تو ہمارے بھی عادات و افکار اخلاق تھے۔ ہمارے ہی عرض میں پورے کے ایک مشہور شاعر "جو" کے علاوہ دوسرے نے اپنی کسی تصنیف میں یہ اختیار کیا ہے۔ اختیار یہ کیا ہے"

اور تاریخ اور حدیث کے حافظ ہونے کی وجہ سے ان کی تصنیف میں ہر جگہ حضور کو اسلام کے خلاف تحریک رہنمائی سے محفوظ رکھے گی۔

بہشتی زیور

مولانا اشرف علی تھانوی کی مشہور و معروف تصنیف عام و خواص میں بہت ہی مقبول اور مفید ثابت ہوئی۔ اس کا عام طور پر پسند ہونا اس کی ذاتی

---

۱ حیات طیبہ صفحہ ۱۰۰

۲ مقدمہ اصلاح الرسوم صفحہ ۱۰

[illegible] تصنیف کو امتیاز حاصل ہوا۔ اس میں عوام کی [illegible] وغیرہ کا [illegible] کلمہ لا کر ان کی تشریح پیش کی ہے [illegible] کتابوں میں [illegible] ہوتے۔ مثلاً [illegible] [illegible] [illegible]

www.KitaboSunnat.com

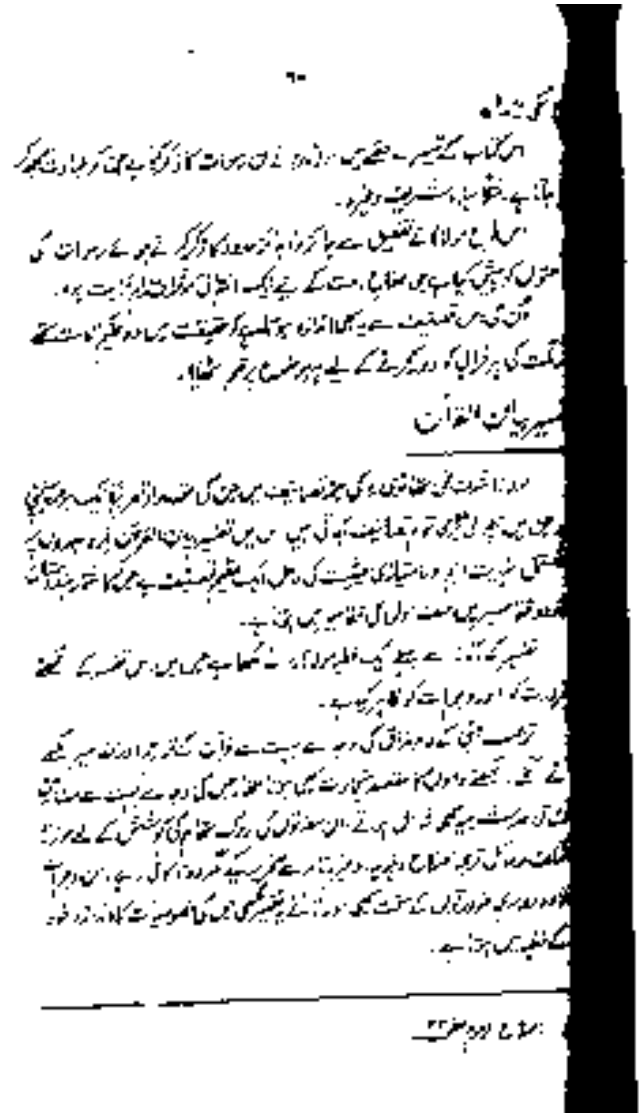

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

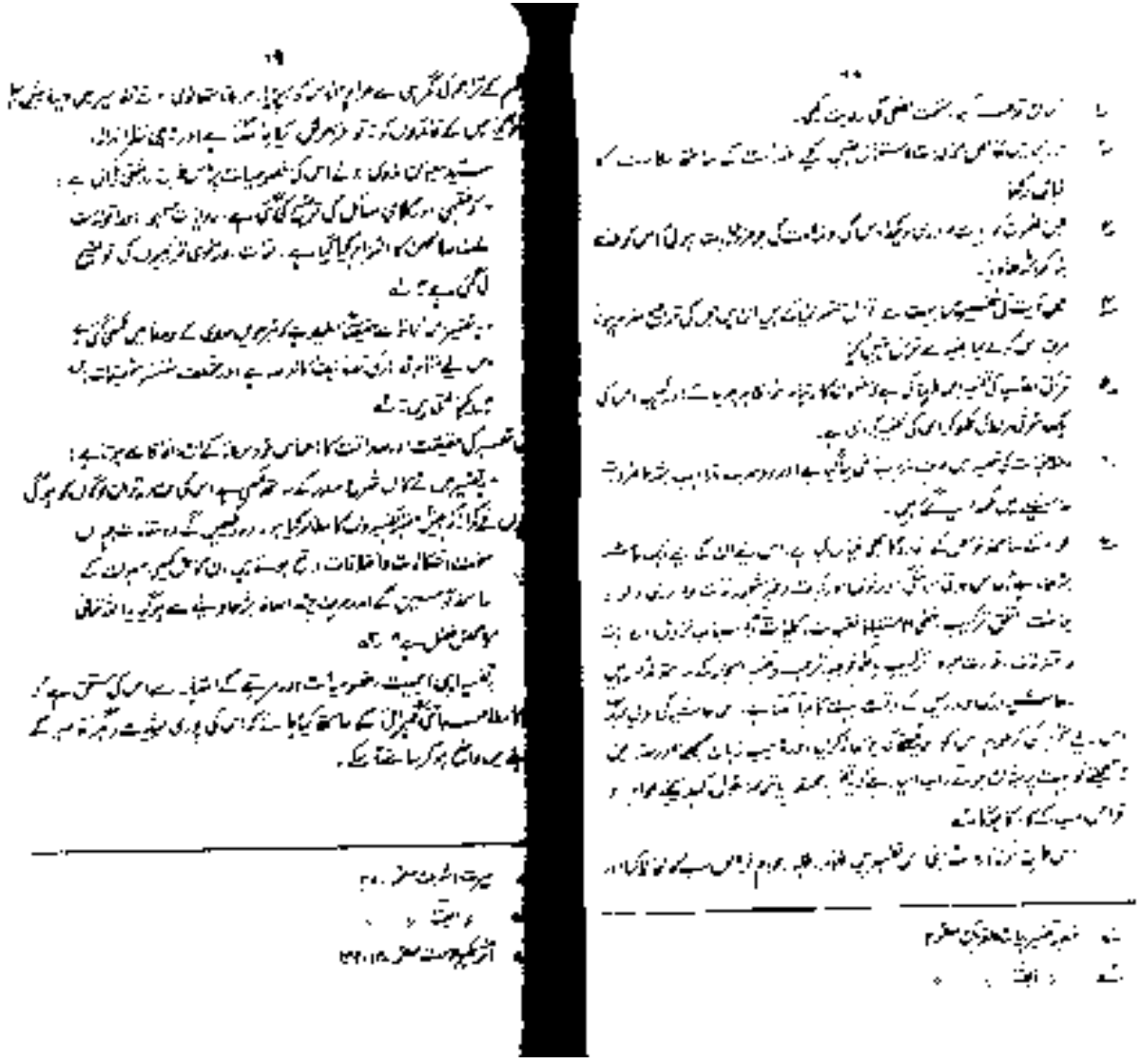

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُردو تفاسیر و تراجم کا مختصر خاکہ اور تفسیر بیان القرآن کا اجمالی تعارف

اُردو تفاسیر کی تاریخ پر بہت کم کتابیں ملتی ہیں لیکن ہیں بہت سی مفید معلومات فراہم کرتی ہیں اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس موضوع پر ایک مختصر سا مقالہ پیش کر دیا جائے۔

۱۔ عقیدۃً طور پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کے ترجمہ کا بانی مانا جاتا ہے لیکن آپ کا ترجمہ فارسی میں ہے۔ اردو ترجمہ آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر نے موضح القرآن کے نام سے کیا (۱۷۸۸ء) جو کہ اردو کا پہلا ترجمہ ہے۔ اس کے بعد بہت سے تراجم ہوئے جن میں فتح الرحمٰن (۱۸۰۴ء) اور شیخ الہند کا ترجمہ (۱۹۱۷ء) بھی شامل ہیں۔ لیکن موضح القرآن کے مقبول ہونے کی وجہ سے اس کا نام موضح القرآن اور اس کی تکمیل ۱۸۱۳ء تحریر کرتے ہیں جیسا کہ آپ کی تحریر سے ظاہر ہے:

"اس کا ترجمہ کا ... موضح قرآن ... ہے۔ کہا اس کی صفت ہے اور ... کی تاریخ ہے ۱۲۲۸ھ ... کی ہے اور ... ہے اور ... ہے ... ہے ... ہے

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ کرنے والے ہندوستان کے علاوہ پاکستان میں بھی تفسیر و ترجمہ پر خامہ فرسائی کا کام ہوا ہے۔ اس طرح مکمل اور نامکمل تراجم و تفاسیر کی تعداد کوئی سو کے قریب ہوتی ہے۔ ان تراجم و تفاسیر پر خاصے کرنے والوں کی توجہ کریم سے انہیں اور طبعت کا پتہ چلتا ہے اور یہ اطمینان ہوتا ہے کہ یہ ہیں جو ذخیرہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ اب اس مختصر تذکرہ کے بعد کچھ اردو تفسیر بیان القرآن، اشرف علی تھانوی کی تفسیر کا ایک تنقیدی جائزہ پیش کیا جاتا ہے جو یقیناً اس سلسلہ کی ایک اہم خدمت ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی حکیم الامت کی تفسیر بیان القرآن کی روداد یوں شروع ہوتی ہے۔ امکا پہلا ایڈیشن ۱۳۳۱ھ میں تفسیر بیان العوائق کے نام سے شائع ہوا۔ اور دوسرا ایڈیشن مکمل بیان القرآن کے نام سے، جو ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا، اس کی وجہ مولانا نے خود تحریر فرمائی ہے کہ:

"اتفاق طبع ہونے کے بعد حق تعالیٰ کے بعض خواص بندوں کی جانب سے اس کا مطالعہ [illegible] کیا، اس تفسیر کی تعریف ہوئی نتیجہ میں بعض خدمات قابل تسہیل و اضافہ ہوئے اور بعض مواقع سابق عوائق و قیود کی وجہ تحریر میں بعض مقامات قابل تسہیل و اضافہ طلب ہوئے اور بعض مواقع سابق میں عوائق وغیرہ کی وجہ تحریر میں بعض مقامات کے خلاف ترجیح کردی گئی تھی۔ جو بھی کو پسند نہ تھی۔ لہٰذا طبیعت یہاں چاہتا تھا کہ یہ تفسیر بھی ترجیح و رفع نے اس طرز پر ہیں پر ہیں خلاصہ مسودہ کا صاف صاف ہو جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری یہ تمنا بھی اس طرح پوری ہوئی کہ میرے ہونہار اور سعادت مند مولوی شبیر علی سلمہ اللہ اشرف علی صاحب تھانوی نے اس طرح اس کی طباعت کو منظور کیا اور قابل تسہیل و اضافہ مقامات میں ترمیم و اضافہ کرنے کی مجھ سے درخواست کی۔ تو نے اس درخواست کو بھی شامل کر لیا اور الحمد للہ اس طرح کی کہ مولوی

عبدالکریم سے محفوظ اس تفسیر کے ان مقامات کو میرے سامنے پیش کرنے تھے، ان میں غور کر کے میں نے تفسیر میں جا بجا مناسب ترمیمات کر دیں۔ اور اس طرح ایک مدت سے جو ترجیح ارجح کے سلسلہ میں تامل ہو رہا تھا وہ بھی رفع ہو گیا۔ اور اس طرح تفسیر کے متعلق جو خلش تھی وہ بھی جاتی رہی۔ اب اس تفسیر کو دیکھ کر جس کسی کو جو کچھ خلش ہو وہ اس کو لکھ کر بھیج دے تاکہ اس کے ازالہ کی فکر کی جائے۔ اور طبیعت کو اطمینان ہو۔ یہ تفسیر کا مختصر سا خاکہ ہے۔ اب میں مرکز دو عالم جل جلالہ کے دربار میں ہاتھ پھیلاتا ہوں کہ اے میرے مولیٰ! تیرے کلام کے سمجھنے میں جو کچھ میں نے کوشش کی ہے اس کو محض اپنے فضل سے قبول فرما۔ میں تیرے کلام کے مسائل پر اپنے قرآن سے فیصلہ کرنے کا مستحق نہیں ہوں۔ میں نے تو صرف تیرے کلام کے سمجھنے میں اپنی استعداد کے موافق کوشش کی ہے۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اس کو معاف فرما۔ اور اپنے فضل سے اس کو درست کر دے۔ اور اس کو میرے لیے اور میرے والدین کے لیے اور میرے مرشد و اساتذہ جو قرآن کے مشغل تھے اور میرے ان کے ساتھ جن کے ساتھ میرے تعلقات ہیں ایک صدقہ جاریہ بنا دے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں نے اس تفسیر

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کی ضرورت کا احساس ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عربی زبان کے ہر علاقہ میں مختلف لہجے رائج تھے۔ ان کی وجہ سے ایک علاقہ کے لوگوں کو دوسرے علاقہ کے لوگوں کی زبان سمجھنے میں دشواری پیش آتی تھی۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن کریم کی تفسیر لکھی جائے۔ چنانچہ اس کام کا آغاز ہوا۔ لیکن ابتدا میں تفسیر کی جو کتابیں لکھی گئیں ان میں صرف ان الفاظ کی تشریح کی گئی تھی جو مختلف علاقوں میں مختلف معنوں میں استعمال ہوتے تھے۔ اس کے بعد جب عربی زبان کے مختلف لہجے ایک دوسرے کے قریب آ گئے اور ان میں فرق بہت کم رہ گیا تو تفسیر کی ضرورت بھی کم ہو گئی۔ اس لیے تفسیر کی کتابیں لکھنے کا سلسلہ بند ہو گیا۔

اس کے بعد تفسیر کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ قرآن کریم کی بعض آیات میں بظاہر تضاد نظر آتا تھا۔ مثلاً ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور دوسری آیت میں کہا گیا ہے کہ ہر اچھی چیز اللہ کی طرف سے ہے اور ہر بری چیز تمہاری اپنی طرف سے ہے۔ ان دونوں آیتوں میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے۔ اس لیے تفسیر کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ان آیتوں کا صحیح مطلب سمجھا جا سکے۔

تفسیر لکھنے کی ضرورت اس وقت بھی پیش آئی جب قرآن کریم کی بعض آیات میں بظاہر تضاد نظر آتا تھا۔ مثلاً ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور دوسری آیت میں کہا گیا ہے کہ ہر اچھی چیز اللہ کی طرف سے ہے اور ہر بری چیز تمہاری اپنی طرف سے ہے۔ ان دونوں آیتوں میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے۔ اس لیے تفسیر کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ان آیتوں کا صحیح مطلب سمجھا جا سکے۔

[illegible] ہے۔ [illegible] تفسیر لکھنے کی ضرورت اس وقت بھی پیش آئی جب قرآن کریم کی بعض آیات میں بظاہر تضاد نظر آتا تھا۔ مثلاً ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور دوسری آیت میں کہا گیا ہے کہ ہر اچھی چیز اللہ کی طرف سے ہے اور ہر بری چیز تمہاری اپنی طرف سے ہے۔ ان دونوں آیتوں میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے۔ اس لیے تفسیر کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ان آیتوں کا صحیح مطلب سمجھا جا سکے۔

اس کتاب میں قرآن مجید کی تمام آیتوں کی تفسیر نہیں لکھی گئی بلکہ صرف ان آیتوں کی تفسیر لکھی گئی ہے جن میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے۔ اس لیے اس کتاب کا نام "تفسیر آیات متضاد" رکھا گیا ہے۔

اس کتاب میں [illegible] آیتوں کی تفسیر لکھی گئی ہے۔ ان آیتوں کی تفسیر لکھنے کا سلسلہ ۱۹۷۰ء میں شروع ہوا اور ۱۹۷۲ء میں ختم ہوا۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی دوسری اشاعت ۱۹۷۵ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی تیسری اشاعت ۱۹۷۸ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی چوتھی اشاعت ۱۹۸۱ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی پانچویں اشاعت ۱۹۸۴ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی چھٹی اشاعت ۱۹۸۷ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی ساتویں اشاعت ۱۹۹۰ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی آٹھویں اشاعت ۱۹۹۳ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی نویں اشاعت ۱۹۹۶ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی دسویں اشاعت ۱۹۹۹ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی گیارہویں اشاعت ۲۰۰۲ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی بارہویں اشاعت ۲۰۰۵ء میں ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر بیان القرآن سے قبل کی چند تفاسیر کا تحقیقی جائزہ

تصویر و تحقیق تفسیر سرسید احمد خاں

سرسید کی تفسیر کی خصوصیات میں ان کی تفسیر لغت کی خصوصیت بہت اہم ہے۔ ان کے نے کے ساتھ ہی سرسید کے خیالات اور تفسیر لغت کی خصوصیات کا تعارف کرانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر ان کی تفسیر کے پیش کردہ نظریات کا صحیح تجزیہ کرنا مشکل ہے۔ اس لئے ہم سرسید کی تفسیر لغت کی خصوصیات کا تعارف کرانے کے بعد ان کی تفسیر کے پیش کردہ نظریات کا تجزیہ پیش کریں گے۔ سرسید کی تفسیر لغت کی خصوصیات کا تعارف کرانے کے بعد ان کی تفسیر کے پیش کردہ نظریات کا تجزیہ پیش کریں گے۔

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

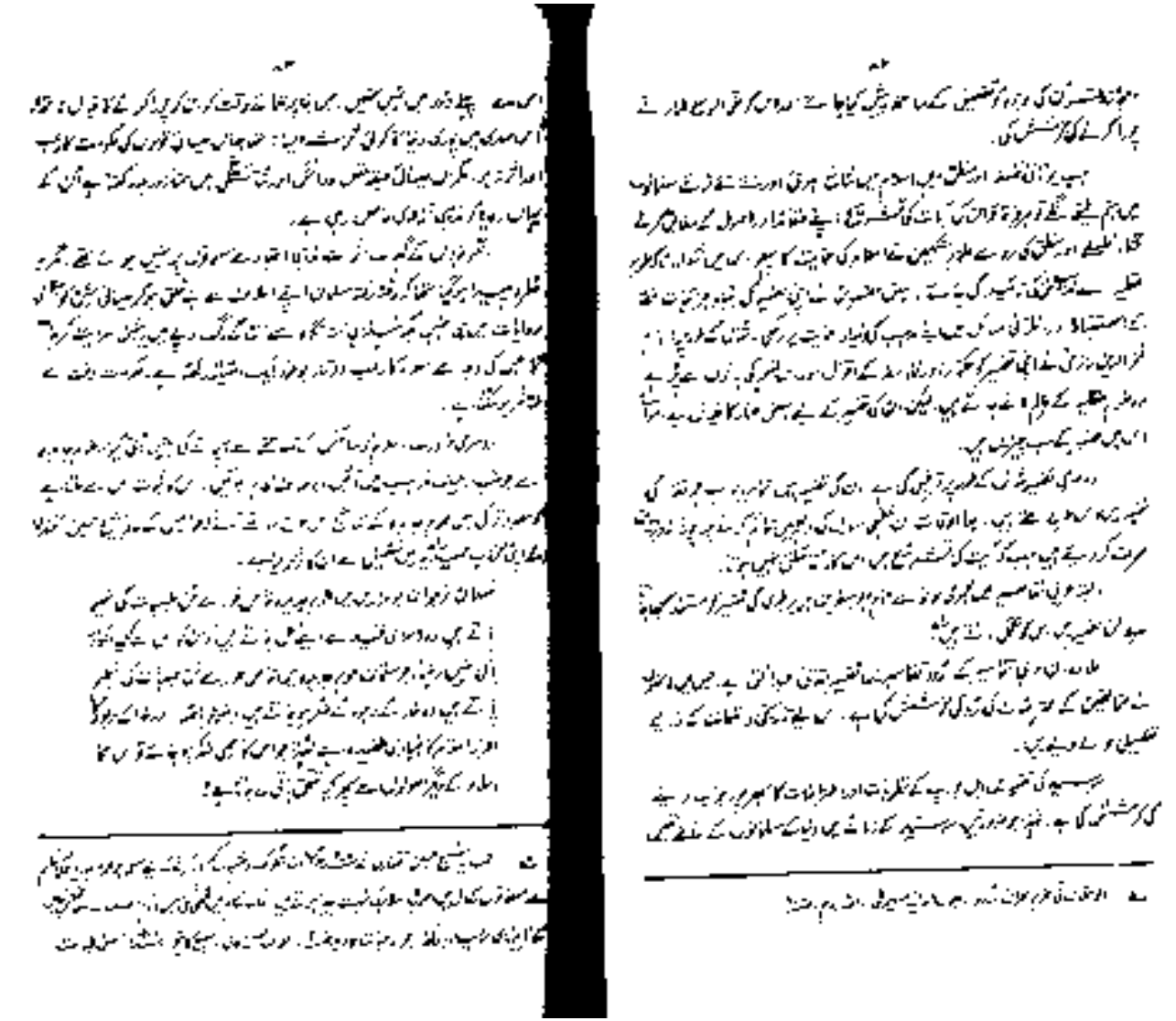

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ے نہیں کیے ہ سکے۔

ن سے مراد قرآن کریم کی تفسیر کے لیے ہیں، اصول اور ضوابط کا تعلق خواہ قرآن میں شامل ہوا ہے ان کو بھی سرسید نے نظر انداز کیا ہے۔ نمبر ۱ صفحہ ۱۰ سے قرآن کی تفسیر کا جو طریقہ ہو تو صفحات پر تشریح سے غیر ضروری اللہ کے متعلق کیا ہے جب کہ تفسیر اور مفسرین نے اپنے فرائض و تفاسیر کا ذکر کرتے ہوئے خدا کے نام سے اس کی ابتدا کی مقدم رکھا ہے۔

مدعا سر میں قرآن کے کسی پارے کا دوسرے پارے کے ساتھ کرنے میں کوئی تضاد نہیں رکھا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن کا بار بار مختصر یا مشروح ہوا ہے۔ اس کے ساتھ رکھنا کا کوئی نشان فرد ہی نہیں سمجھا۔

جیسا کہ "تفسیر القرآن" میں ایک جگہ کسی مضمون میں تحریر ہے:

"تمہارے قرآن کے ترجموں کے ساتھ اس تفسیر میں تمام سورتوں اور ترجموں کے آخر تک: نوٹ کا شمار رکھ دیا ہے۔ جیسے (۱۶۲) ۲۸۳ ۲ رفیع ہوئے"

اس جملہ کو دیکھ کر ان الفاظ کی نشاندہی کے بعد جب تمام خلاصے ان کے ذہن تفسیر کو فضل معنوں قرآن اور عقائد کے لوگوں سے اندازہ ہو جائے کہ جو غلطیاں ان سے سرزد ہوئی ہیں دوسروں کے لیے علم فہم کا باعث بن سکتی ہیں خصوصاً ایسے مسلمان طبقہ پر جو تعلیمات کے ترقی کے نعمت اس قرآنی مسئلے میں بھی سرسید کی بات پر ایمان لانا ضروری خیال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مواقع پر مقالات و رسائل کے ذریعہ ان پر اعتراضات ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں لیکن اعتراضات اور تنقید کرنے والوں کی کمی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا مقصد تفسیر کو غلط ثابت کرنا ہے۔ ان مسلمانوں کو جن کی نظر ہو جو خلاف ہو رہا اور مقصد وہ قرآن پر ایمان لانے والے ہیں جیسا کہ ایک واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے جس کا ذکر

۱۔ تحقیق بیان مقصود ہے۔ اور قرآن کریم اور قرآن طرز سرسید ہو آزاد نہ تحریری ہو گزرا ہے

کیا جاتا ہے۔ جب تفسیر سے ان غیر ملکی نژاد ہوا ہے لوگوں کے لیے جو ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا اور جانچنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن کوئی بھی تفسیر جو قرآن کی خلاف ورزی میں گذرتی ہو کچھ نہ کچھ کھل جاتی ہے کہ جب ہو جاتے ہیں اعتراضات کرتے۔ اس کو بڑے اہم ضرور سمجھتے ہیں۔

مدعا سر میں تفسیر کے دوسرے ان جملہ پیغمبروں کو اختصار سے بیان خیالوں کے ذریعہ روشنی ڈالی ہے جہاں اور تعلیمات پیغمبری میں علاوہ ان سے بڑھ کر قرآن کریم کے بعض مقصود ہیں جن کا ذکر قرآن اور تفسیر میں ہے۔ تفسیر کے تفسیر میں سے ہٹ گئے ہیں جس کی وجہ سے علماء کے بعض عقائد کو ٹھیس پہنچی ہے اور جواب قرآن کے خلاف ہوا ہے۔

سرسید کے تفسیر لکھنے کی ضرورت و اہمیت

تفسیر لکھنے سے سرسید کا مقصد دیگر دینی عقائد کی طرح ان کے مقالمی نام خود ہی اہل اسلام کے فکر سے گزرنے میں اس کو اندازہ زمین کے ایک دو ترجمے ہوتا ہے۔

ایک جگہ ایک صاحب جو خود کو اپنے سرسید کہتے ہیں نے اپنا اس کا تصدید سرسید کی تفسیر کا اظہار کیا۔ سرسید نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے خدا کی رحمانیت کا مطالعہ کیا ہے کہ آپ کو معلوم ہو کہ سائنس اور قرآن کے مطابق ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ان سب باتوں پر یقین رکھتا ہوں۔ تو سرسید نے جواب دیا میری تفسیر آپ کے لیے نہیں جو ان لوگوں کے لیے ہے جو فکر کرتے ہیں اور عقائد پر یقین نہیں رکھتے ان میں مذہب ہیں۔ اسی طرح سرسید نے اپنی تفسیر کے لیے ایک جگہ یہ بھی کہا:

"اگر زمانے کی ضرورت سمجھ کر ہمارے ذہن نے کبھی اپنے تحریرات کا اظہار نہ کیا ہو تو کچھ کر کے ایک وقت کے ضرورتوں میں بند کر رہا ہے اور کچھ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ا ۔ کوئی نہ دیکھے اور اب کبھی بہت کم چھپا ہوں روزگار
بیٹھا ہوں اگر وہ پاس تو غائب نظر سے میں

سرسید نے اپنے مندرجہ بالا خیالات اور دین و عبادات کی تاویلی تفسیر تحریر کی ہے اور اس کے لکھنے کے بعد دوسرے مفسرین نے تحریر کیے ہیں جو انھوں نے اس تفسیر کے سبب میں اپنائے ہیں اور ان امور کی تفصیل سے اس رسالہ کے باب میں بحث کی جائے گی جس میں مختصر مفسرین کے ان تصریحات کا جائزہ لے کر بحث کی ہے جو انھوں نے تفسیر لکھتے وقت رقم کیے۔

خصوصیات تفسیر سرسید[1]

سرسید کی تفسیر کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے ایسے راسخ خیال لوگوں کو جو صدیوں سے قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کا مشغلہ رکھتے تھے اور ان کا ماخذ قرآن کی آیات اور احادیث اور روایات کو بیان کرتے ہیں کس کے سامنے رکھ دیا۔

سرسید نے قرآن کی تفسیر کو پہلے رسالے شائع کیے۔ پھر وقتاً فوقتاً اس کی جلدیں شائع ہوتی رہیں۔ نصف قرآن کے چھپ جانے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور جلد ہی سوسائٹی کی طرف سے پوری تفسیر چھپ گئی۔ اس کے بعد بھی چھپتی رہی۔ بمبئی اور حیدرآباد کے مختلف مطابع سے اس تفسیر کے ہزاروں نسخے شائع کیے جا چکے ہیں۔ سرسید کی یہ تفسیر کروڑوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔

سرسید نے اپنی تفسیر میں مفسرین کے تفسیری مضامین سے بحث کی ہے اور جن مضامین کی تحقیق تفسیر سے سرسید نے تحریر کیا ہے ان کو اس تفسیر سے

---

[1] مولانا الطاف حسین حالی: حیات جاوید، ص ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰

[1] حیات جاوید، الطاف حسین حالی، ص ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰

ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ انھوں نے زیادہ تر قرآن مجید میں کی ہدایت پر اکتفا کیا ہے جن کا غیر مسلموں کی نظر میں اعتراض کا جواب دینا اسلام کی مدافعت میں ضروری سمجھتے تھے جن سے قدیم لغات سے بحث نکلتی ہے۔

مولوی الطاف حسین حالی نے سرسید کی زندگی کے تفصیلی حالات اور کارہائے نمایاں کو حالی حیات جاوید میں نقل فرما کر پیش کیا ہے اور اپنی اس تصنیف کے ایک حصہ میں ان تمام حالات کو بھی ذکر کیا ہے، جن سے سرسید میں قرآن کی تفسیر قرآن کی خصوصیات اور دوسری تفاسیر کی ہیں

ان کی تفسیر کی پہلی خصوصیت انھوں نے یہ پیش کی ہے کہ جب ان کی تفسیر کا موازنہ دیگر مفسرین سے کیا جاتا ہے تو سرسید کے یہاں قرآن کریم کے بعض وہ حصے تفصیل سے ملتے ہیں جن کو دوسرے مفسرین نے تفصیلاً اجمالاً بیان کیا ہے۔ قرآن کریم میں بعض واقعات کے اشارے چھوڑ گئے ہیں۔ لیکن ان ہی سے بعض کی تفصیل انجیل میں ملتی ہے۔ اور انجیل کے بعض واقعات کی تفصیل قرآن کریم سے مستفاد ہو جاتی ہے۔ سرسید نے اس امر پر غور کرنے کے لیے پہلے کا مطالعہ کیا اور ایسے واقعات کا تعین کیا۔ جو مضامین قرآن اور انجیل میں مخالفت رکھتے تھے ان کو چنا گیا اور جو نہیں تھے ان کی وجہ بیان کی۔ اس طرح سے واقعات کی تفسیر کو دوسرے مفسرین نے نظر انداز کر دیا تھا سرسید نے اس کی وجہ پیدا کی۔ حیات جاوید میں اس کا ذکر اس طرح ہے:

"ہمارے مخالف مفسرین نے خاص آیتوں کی تفسیر پر جو کہ قرآن مجید میں: جاوز یا قضیاً بیان ہوئے ہیں بہت کچھ لکھا ہے جو سب خرافات ہیں مگر ان کو ایک ضرورت ہی تھی جس کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ قرآن کو اس زمانہ کے طرز کے موافق سمجھنے کے لیے ہمارے مفسرین کو ان سب باتوں کا ہونا ضرور تھا۔ اور ان کے لیے یہ ایک بہت بڑی کمی کی بات تھی۔"[1]

---

[1] حیات جاوید، الطاف حسین حالی، ص ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲

www.KitaboSunnat.com

سرسید نے اپنی تفسیر میں بہت سے واقعات اور آیتوں کی تفسیر کی روشنی میں پیش کیا ہے اور جب تھکے ہوئے پیدل یا ہوائی جہاز سے سفر کرنے کے بعد منزل پر پہنچنے کی کوشش کی ہے تو بھلا جیسی ذات کو بالوں کی آڑ نہ ہو سکتا ہو اور یہ تھکاوٹ جس کا بیان ہو رہا ہے قرآن میں دو مقامات میں کافرین کی اس آیت میں ذکر ہے لیکن پھر ان کو سب تھکاوٹ کے ساتھ نہیں ملا ہے ہیں جو ان جگہوں کی مدد نیوں پر مشتمل کتنی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس نے جیسے ہی مرتبہ قرآن کے اس بیان پر اعتراض کیا ہے کہ اس میں غلطی ہے جو ان کے واقعات کو تکذیب کرنے کے دعوے سے کام لیا ہے والا تمام دنیا اس دعوے جو کہ ہمیشہ نہ کرنے میں تمام مقامات پر درج ہوئے ہیں۔ قرآن سرسید نے اپنی تفسیر میں جگہ جگہ پر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کتاب عزیز کی سمجھ نہیں آتی ہے اس کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"میں نے خدا کو جو غلط جانتے سے الحق سمجھ کر تردید کر دی اور باقی کو یا کم از کم صحیح ہونے کا گمان ہے خود نے اتفاق کیا ہے تھا اختلاف نے باقی حصوں میں تفسیر کیا ہوا۔"[1]

۲۔ **تفسیر کا مقصد:** قرآن کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر کے ملاقات کے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو معجزات علیہ السلام کی کتابوں میں ذکر

---

[1] سرسید احمد خان، خطبات احمدیہ، ص ۲۰۰، لاہور

ہیں اس کو [illegible] تفسیر میں [illegible] ہیں۔ سرسید نے اپنی تفسیر میں نہایت کیا ہے کہ یہ واقعات جو علیہ السلام جدید علم [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ، قصائی کی صورت میں نظر آتا ہے کہ اس کی وضاحت کرنا ضروری تھا۔

جب یہ مفسرین نے بھی پچھلی امتوں کے حالات پر بہت تفصیل سے لکھا ہے بہ صرف نقول و مشتبہات سے قائل ذہنوں اور مسلمانوں کے ایک خاص طبقہ کے لیے قابل قبول ہو سکتا ہے لیکن عقل پسند لوگوں کے لیے جو ہر بات کی تہ تک پہنچنا کرتے ہیں یا مسلمانوں کے اس طبقہ کے لیے جو عقل و استدلال کے تقاضات پر عمل کرنا ہے اور ان کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے قابل قبول نہیں ہوتا۔

قرآن کریم میں بعض لفظ ایسے بھی ہیں جو پچھلی امتوں میں بھی ہیں جیسے والقرآن الحکیم کا لفظ۔ سرسید نے ان لفظوں کی تشریحات میں جتنی ذہانت کو خرچ کیا ہے اور ان لفظوں کی تفصیل پیش کی ہے اگر قصہ اور قرآن میں پائی جانے والی مشترک چیزوں کا مطالعہ کیا ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن میں جتنے قصے بیان کیے گئے ہیں قرآن ایسا عجیب و غریب اور اس کے قریب و بیان میں مشہور رہا ہو تھا اور یہ ایسے تھا اور قرآن قیاس نہیں کیا جا سکتا اس کے بارے میں معاصرین کے عادات و صفات جو کچھ گزر دنیا کی تھیں، واقعات تھیں، اس کتاب میں بیان کیا جائے جو سب کے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہو۔

بعض مفسرین نے مختلف روایتوں کو اس لفظ کا قرین قرار دیا ہے لیکن اس قسم کے لفظ کی تشریح میں سرسید کے قول سے ہٹ کر روایتوں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قصہ کی تشریح تمام جزئیات کو دیکھ کر اور جزئیاتی تحقیقات پر منطبق کیا گیا ہو اور ہاں اس تشریح کو واضح مشاہدہ کے کسی خلاف نہ ہو

دوسری فصل

سرسید کی تفسیر کی اور سری فصل یہ ہے کہ ان کے زمانے کے مفسرین نے اسرائیلیات

لہ حیات جاوید، الطاف حسین حالی، ص ۱۸۱

مسلمانوں کے سامنے واقعات پیش کرتے ہیں اور وہ کس طرح اسلام کے بنیادی مسائل میں پیچھے گئے، جہاد، رقبہ، طلاق، عورت، دین، معراج، بہشت اور دوزخ وغیرہ ان تمام مسائل پر سرسید نے اپنی تفسیر میں بہت روشنی ڈالی ہے اور اسی سے بحث کی ہے۔ اور مناسب طریقوں سے وقت کے تقاضوں کے ساتھ ان کی مستند تشریحات کرنے کی کوشش کی ہے جس کی تفصیل یہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ اور ہارون کے بعد جب یہ کتاب تفسیر سے قبل دیگر تصانیف میں بھی لکھ چکے تھے مگر مفسروں نے تفسیر میں جب اس مسئلہ کی تشریح کی تو ان تمام خرافات کی جڑ میں اکثر وہی حدیثیں تھیں جن کو نقد و تبصرہ سے بالا تر سمجھ کر لوگوں نے اسلام کو طعن و تشنیع کا ذریعہ نہ رکھنے دیا۔

مروجہ تفاسیر کی بنیاد پر تفسیر سرسید نے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں مفسرین کے طریقوں کو بے نقاب کرنے کا ذکر ہے اور اس کا کچھ حصہ مختصراً یہاں تحریر ہے۔

"اکثر لوگ اسلام پر طعن کرتے ہیں تو جو تالیف کتابوں سے مسلمانوں کے ہاتھ آئی ہیں ان میں صرف بعض کتب تفسیر ہیں۔ یہ باتیں مذہب کی بنیاد اور اصل کے خلاف ہیں۔ ایک بڑی غلطی جو ان میں ہے یہ ہے کہ بعض قرآن میں واقعہ کے متعلق جو بات تھی اور اس کے متعلق پر بحث کی گئی، اختلاف روایات نے ان کا مسئلوں خلط ملط کر دیا۔ بعض قابل تردید باتوں کے ثبوت کے لیے وہ حدیثوں سے جو کچھ کام لیا اور قیاس کے استعمال کرتے ان کی تائید کے لیے ایسے ایسے مسئلے بیان کیے جو عقل کی روشنی میں بالکل غلط تھے۔"

"اسلام میں اصول و مصدر کی خوبیاں گھر گئی ہیں اور ان پر نہایت روشنی ہے

لہ حیات جاوید، الطاف حسین حالی، ص ۱۸۱

www.KitaboSunnat.com

دوسرا سفر میں ہو، اسلیئے کہ مقصد اخلاق کی اصلاح ہے اور یہ اصلاح اسی وقت ہو سکتی ہے جب ان کے دلوں میں خدا کا خوف پیدا کر دیا جائے۔ اور یہ خوف خدا کی قدرت کے تسلیم کیے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ اخلاق پر لشکر کشی سے وقتی طور پر تو کامیابی ہو سکتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ عمل کرنے والوں میں وہ کون سی طاقت ہے جو انہیں ہر اس کام پر عمل کرنے سے روک سکتی ہے جس پر عمل کرنے کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔

انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ اخلاق و تمدن کے برتاؤ کی ذمہ داری وہی ہے اور ہمیں ہے کہ اگر کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی پیش کر دے۔ جسٹینین کے خیال سے بہت عرصہ بعد تک گرجس زمانے کے لوگوں نے اس پر زیادہ سے زیادہ عمل کیا، اور جب کبھی اس پر عمل کرنے سے پہلو تہی کر گئے تو دنیا میں امن کیسے رہ سکتا ہے۔ یہ اخلاق ہی ہیں جو مذہب کو قوتِ عمل عطا کرتے ہیں۔

لیسانگ مذہب کی بنیاد اسی لیئے اخلاق پر رکھتا ہے کہ ایک تعلیم کو مذہب کہنے کے لیئے ضرور ہے کہ اخلاقی فرض دینے کی فراست رکھتی ہو، کیونکہ اس کا قانون قدرت کے علاوہ عقل پر بھی مبنی ہوتا ہے۔

اسلام میں جو فرض ہے وہ یہ ہے کہ اس کے تمام قانون خلافت انسانی کے مقاصد کے ماتحت ہیں۔ اور اگر کوئی حکم ہے تو اس کی بجا آوری ہے۔ حالی کی جگہ سوال ہے تنہا مسلمانوں میں عربی وسعت کا چرچا کیوں رکھا گیا ہے، اور حنفی و غیر حنفی اور ظاہر پر رحمت کی اجازت نہیں ہے۔ ان دونوں کے لیئے اخلاق اور انسانی مذہبی کا اجازت کرتا ہے۔ جو فرض اور ضرورتوں میں تبدیلی اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ایک عجیب مخالف طاقتیں اسلام سے جب کبھی عداوت رکھیں اور اسلام کو سد راہ کرنے کی غرض سے مقابلے کے لیئے آئیں۔ اور ایسے جب کہ اس ملک یا قوم میں مسلمانوں کو فرائض مذہبی ادا کرنے کی اجازت نہ ہو، ان کی جان و مال محفوظ نہ رہ سکے۔ گو وہ

نوٹ: حیاتِ جاوید۔ از الطاف حسین حالی صفحہ ۱۹۹ ایڈیشن ۲۰

اس لیے کہ اسلام رحمت ہے اور اسلام رحمت کے نہیں ہیں اور دوسرے ملک کے باشندے۔ ان ظالم مسلمانوں کو اپنے کو جن پر وہ اسلام کی وجہ سے ظلم کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے لیئے اس اور تبلیغ آزادی حاصل کرنے کو تلوار کو اٹھانے کی اجازت دی ہے لیکن ظالم دین کے اس مقصد کو دنیا کے کسی مقصد کے لیئے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔

اس جنگ کا نام اسلام نے جہاد رکھا ہے اور جس پر وہ اتنی ثواب کا وعدہ ہے اور یہ قتال ہرگز اغراض اور ظلم پر مبنی نہیں ہے اور نہ اخلاق کے خلاف ہے اور نہ قوت قدرت اور نظریت اخلاق کے مخالف ہے۔

آغاز جنگ کی صرف ایک ہی وجہ ہوتی ہے یعنی قوت قاہرہ، سازش، شورش اور اسی جذبہ سے جنگ کی بنا ہوتا ہے۔ اگرچہ عیسائیوں نے اس جنگ کو، ان جنون کے سوا جو فوج ریزی اور خوں خواری سے منسوب کیا ہے یہ بات غلط ہے۔ اسلام کے احسان ہیں۔

سیل نے سورۃ البقرہ کی تفسیر میں مسئلہ جہاد سے متعلق اجمالی بیان کیا ہے مگر سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کی تفسیر میں اس مسئلے کو نئے سرے سے اہتمام سے انجام دیا ہے۔ اور اپنا مفصل کی پوری بحث کے قریب اس مسئلے کی تشریح پر لکھی ہے۔

مثال ۲۰۔ علاوہ بیان کیے ہوئے مسائل کے مستشرقین نے تفسیر کے بعض اور مسائل پر بھی بحث کی ہے جو تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ سورۃ انفال نے اس کا خلاصہ اور لب لباب کہا ہے۔ اس کے ذکر کو طول دینے کی وجہ یہ ہے کہ مقدمہ کی تمام بحثوں کا تعلق اسی سے ہے۔

دوسری تصنیف

سرسید نے اپنی تفسیر کی تیسری جلد تصنیف کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[illegible] تفسیر میں [illegible] تفاسیر کے [illegible] روایات کی طرف [illegible] ضرورت [illegible] گیا ہے جب کہ [illegible] تفاسیر [illegible] اسلوب کے تقاضوں کے مطابق [illegible] مرجوع و ضعیف [illegible] اور [illegible] کے تضادات سے پاک ہیں۔

چوتھی خصوصیت

سب سے پہلی خصوصیت جو تحقیق خصوصیت ہے کہ اس تفسیر میں [illegible] کی تائید کے لئے [illegible] کے حق تو [illegible] اقوال مختلط نقل کر کے [illegible] کے ذہن کو منتشر نہیں کیا بلکہ جو قول راجح معلوم ہوا اسے [illegible] کو ذکر کیا۔ اور باقی مرجوح اقوال کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ اور کبھی کبھی کوئی اس قول کی کمزوری اور ضعف بیان کر دیا۔ اگر [illegible] کسی تفسیر میں [illegible] قرآن کے کئی معنی لکھے جاتے اور بہت سے اقوال احتمالات نقل کیے جاتے ہیں بعض لوگوں کے دل میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں خصوصاً موجودہ نوجوانوں کے لیے جو تحقیق کا شیدا ہے آزاد ہیں، مفسر کے تبحر علمی کے اعتراف کے باوجود اسے دوسرے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس وقت کوئی فائدہ نہیں دیتے کہ خاص میں [illegible] اقوال [illegible] بیان کر کے ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور قرآن کے معنی دستیاب کیے جائیں۔

پانچویں خصوصیت

پانچویں خصوصیت مولانا [illegible] کی اپنی تصنیف حیات جاوید میں بہت جگہ [illegible] پر کے [illegible] کی ہے اور [illegible] کی پیل اور [illegible] کو [illegible] کی [illegible] کو دور کرنے کی ہے جو عموماً جدید کی تعلیم سے قرآن مجید کے [illegible] کی نسبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اس تفسیر کے ذریعہ ان کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں جو طریقہ طرز تعبیر اختیار کیا ہے اس کا پورا [illegible] اور [illegible] کی تفسیر کے [illegible] سے [illegible] کے [illegible] کی [illegible] ہے۔

[illegible] سے [illegible] کے [illegible] اور [illegible] سے [illegible] کرنے [illegible] ہے۔ ہر [illegible] کے لئے ایک [illegible] ہے۔ اس [illegible] کے [illegible] بیان کیے ہیں اس لیے [illegible] کے [illegible] بیان میں [illegible] ہے اور کوئی [illegible] ہوتی لیکن [illegible] کی وجہ سے [illegible] کی [illegible] اور [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کا [illegible] [illegible] اگر [illegible] میں ایک [illegible] کے لئے کسی [illegible] [illegible] اور [illegible] کے [illegible] بیان کیے گئے ہوں جن کی [illegible] کوئی [illegible] [illegible] اور [illegible] پر [illegible] اور [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible]

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالکلام آزاد کے ترجمان القرآن کا مختصر جائزہ

مولانا ابوالکلام آزادؒ کی شخصیت علم و ادب کا بیباک طلوع تھی جس کو تنگ نظر اور متعصب قسم کے دو مختلف گروہوں نے کبھی جو غرور ذاتی کہہ کر اور کبھی تاریخ و ادب کا ایک حادثہ کہہ کر ٹالنا چاہا۔ لیکن وہ ان سب سے بلند تھے۔

مولانا کی علمی زندگی کی خدمات کی نوعیت بہت وسیع ہے۔ یہاں ان کا ترجمان القرآن کی مختصر تصنیف ترجمان القرآن کی روشنی میں مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا نے قرآن کا ترجمہ کئی مرتبہ کیا۔ پہلے ترجمہ کے ساتھ تفسیر بھی لکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنی مستقل تصنیف کا نام ترجمان القرآن رکھا تھا۔ ترجمان القرآن کی پہلی جلد ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں دوسری جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۱۳ء میں تیسری جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۱۴ء میں چوتھی جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۱۵ء میں پانچویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۱۶ء میں چھٹی جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۱۷ء میں ساتویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۱۸ء میں آٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۱۹ء میں نویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۰ء میں دسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۱ء میں گیارہویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۲ء میں بارہویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۳ء میں تیرہویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۴ء میں چودہویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۵ء میں پندرہویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۶ء میں سولہویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۷ء میں سترہویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۸ء میں اٹھارہویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۹ء میں انیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۰ء میں بیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۱ء میں اکیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں بائیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۳ء میں تیئیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۴ء میں چوبیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۵ء میں پچیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۶ء میں چھبیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۷ء میں ستائیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۸ء میں اٹھائیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۹ء میں انتیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۰ء میں تیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۱ء میں اکتیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۲ء میں بتیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۳ء میں تینتیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۴ء میں چونتیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۵ء میں پینتیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۶ء میں چھتیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۷ء میں سینتیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۸ء میں اڑتیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۹ء میں انتالیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۰ء میں چالیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں اکتالیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۲ء میں بیالیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں تینتالیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۴ء میں چوالیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۵ء میں پینتالیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۶ء میں چھیالیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں سینتالیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۸ء میں اڑتالیسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۹ء میں انچاسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۰ء میں پچاسویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۱ء میں اکاونویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں باونویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۳ء میں ترپنویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۴ء میں چونپنویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۵ء میں پچپنویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۶ء میں چھپنویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۷ء میں ستاونویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۸ء میں اٹھاونویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۹ء میں انسٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۰ء میں ساٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۱ء میں اکسٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۲ء میں باسٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۳ء میں تریسٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۴ء میں چوسٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۵ء میں پینسٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۶ء میں چھیسٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۷ء میں سڑسٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۸ء میں اڑسٹھویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں ستترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۱ء میں اکہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۲ء میں بہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۳ء میں تہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۴ء میں چوہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۵ء میں پچہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۶ء میں چھہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۷ء میں ستترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۸ء میں اٹھترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۹۰ء میں اسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۹۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۹۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۹۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۹۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۹۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۹۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۹۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۹۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۹۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۱۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۱۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۱۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۱۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۱۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۱۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۱۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۱۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۱۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۱۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۲۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۲۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۲۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۲۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۲۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۲۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۲۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۲۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۲۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۲۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۳۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۳۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۳۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۳۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۳۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۳۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۳۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۳۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۳۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۳۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۴۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۴۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۴۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۴۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۴۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۴۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۴۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۴۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۴۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۴۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۵۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۵۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۵۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۵۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۵۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۵۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۵۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۵۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۵۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۵۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۶۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۶۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۶۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۶۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۶۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۶۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۶۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۶۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۶۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۶۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۷۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۷۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۷۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۷۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۷۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۷۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۷۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۷۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۷۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۷۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۸۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۸۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۸۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۸۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۸۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۸۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۸۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۸۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۸۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۸۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۹۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۹۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۹۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۹۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۹۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۹۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۹۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۹۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۹۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰۹۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۰۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۰۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۰۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۰۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۰۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۰۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۰۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۰۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۰۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۰۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۱۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۱۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۱۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۱۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۱۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۱۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۱۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۱۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۱۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۱۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۲۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۲۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۲۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۲۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۲۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۲۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۲۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۲۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۲۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۲۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۳۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۳۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۳۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۳۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۳۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۳۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۳۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۳۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۳۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۳۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۴۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۴۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۴۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۴۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۴۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۴۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۴۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۴۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۴۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۴۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۵۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۵۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۵۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۵۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۵۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۵۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۵۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۵۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۵۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۵۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۶۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۶۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۶۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۶۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۶۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۶۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۶۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۶۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۶۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۶۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۷۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۷۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۷۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۷۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۷۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۷۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۷۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۷۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۷۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۷۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۸۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۸۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۸۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۸۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۸۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۸۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۸۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۸۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۸۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۸۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۹۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۹۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۹۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۹۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۹۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۹۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۹۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۹۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۹۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱۹۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۰۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۰۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۰۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۰۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۰۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۰۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۰۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۰۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۰۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۰۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۱۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۱۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۱۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۱۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۱۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۱۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۱۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۱۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۱۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۱۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۲۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۲۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۲۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۲۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۲۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۲۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۲۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۲۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۲۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۲۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۳۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۳۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۳۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۳۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۳۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۳۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۳۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۳۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۳۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۳۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۴۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۴۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۴۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۴۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۴۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۴۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۴۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۴۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۴۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۴۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۵۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۵۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۵۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۵۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۵۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۵۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۵۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۵۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۵۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۵۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۶۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۶۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۶۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۶۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۶۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۶۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۶۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۶۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۶۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۶۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۷۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۷۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۷۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۷۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۷۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۷۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۷۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۷۷ء میں ستانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۷۸ء میں اٹھانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۷۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۸۰ء میں سوویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۸۱ء میں اکاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۸۲ء میں بیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۸۳ء میں تیراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۸۴ء میں چوراسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۸۵ء میں پچاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۸۶ء میں چھیاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۸۷ء میں ستاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۸۸ء میں اٹھاسیویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۸۹ء میں انہترویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۹۰ء میں نوےویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۹۱ء میں اکانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۹۲ء میں بانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۹۳ء میں ترانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۹۴ء میں چورانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۹۵ء میں پچانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲۲۹۶ء میں چھیانویں جلد شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۲

www.KitaboSunnat.com

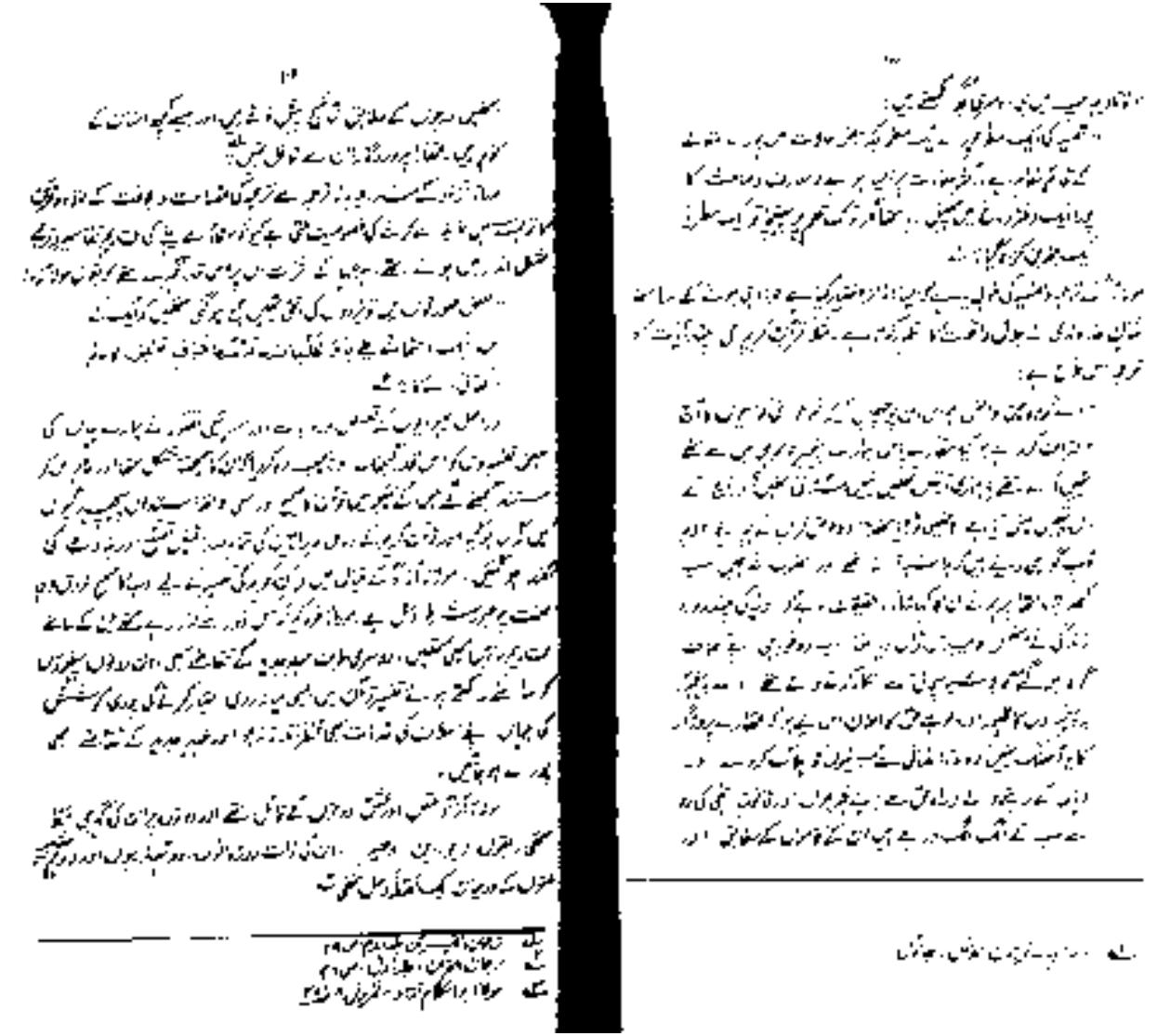

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ کرنے کی طاقت۔ کہتا ہے قرطبہ کے خلاف جنگ نہیں کرسکتا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جو چیز ہمیں عین حقیقت سے زیادہ قریب ہوتا ہے اتنی ہی زیادہ ہمیں اس سے حجاب ہوتا ہے اور یہ حجاب کبھی تو بناوٹ اور تکلف سے پیدا ہوتا ہے جیسے منہ پر نقاب اور حقیقت میں سادگی اور دل نشینی کا سلسلہ ہوتا ہے اور کبھی کوئی چیز ہمیشہ کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے کوئی بات سامنے ہوتے ہوئے بھی ہمیں اس لئے دکھائی نہ دے کہ وہ ہمیشہ ہمارے سامنے رہتی ہے اور ہم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ہمارے زمانہ میں اس قسم کی غلط فہمی کی مثالیں بہت ہیں۔ مثلاً ہم اپنے ہمسایہ کی صداقت میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رکھتے۔

مولانا آزاد نے ترجمان القرآن کے انداز بیان میں اس کا لحاظ رکھا ہے۔ وہ تقلید اسرائیلیات روایات اور بیہودہ خرافات کا غبار بالکل صاف ہوتے ہیں اس لیے سورہ والعصر کی تفسیر میں ایک جگہ انھوں نے یہ اظہار کیا ہے:

"ہم نے یہ مطلب کس سوء ظن سے بیان کیا ہے جو قرآن کے بیان و خطاب کو مناسب ہے؟"

مولانا آزاد کی فکر کس قدر اعلیٰ ادبی طرز و انداز کی حامل ہے اس کی داد ہمیں تصنیفات مکتوبات مقالات وغیرہ میں ملتی ہے جو اس فصاحت اور بلاغت اور متانت پر اختتام ہوتے ہیں یہ بھی دیکھنا ہے۔ مگر یہی مولانا آزاد جب ترجمان القرآن میں بیانی طرز کو سامنے رکھتے ہیں اور اپنا انداز تحریر کر لیتے ہیں تو تعجب نہیں ہوتا کہ یہ وہی مفکر ہے کیونکہ ترجمان القرآن کا مقصد اور اس کی ہر تفسیر و اشاعت ہے

فالگیر اشاعت کا تقاضا یہ تھا کہ انداز بیان صاف اور واضح ہو۔ اس لیے انھوں نے ایک جگہ فرمایا ہے:

"ہم نے ترجمہ کے لیے سادہ اور عام فہم طریقہ اختیار کیا ہے جو ہر پڑھے لکھے شخص کے لیے قابل فہم ہو سکے"

سلہ ترجمان القرآن۔ جلد اول صفحہ۔ انتخاب و ترتیب مولانا عبدالحق مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند، طبع اول صفحہ ۲۵

سلہ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۲۵

سلہ ابوالکلام آزاد۔ ص ۲۹۵

مولانا ابوالکلام آزاد۔ انتخاب ص ۲۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

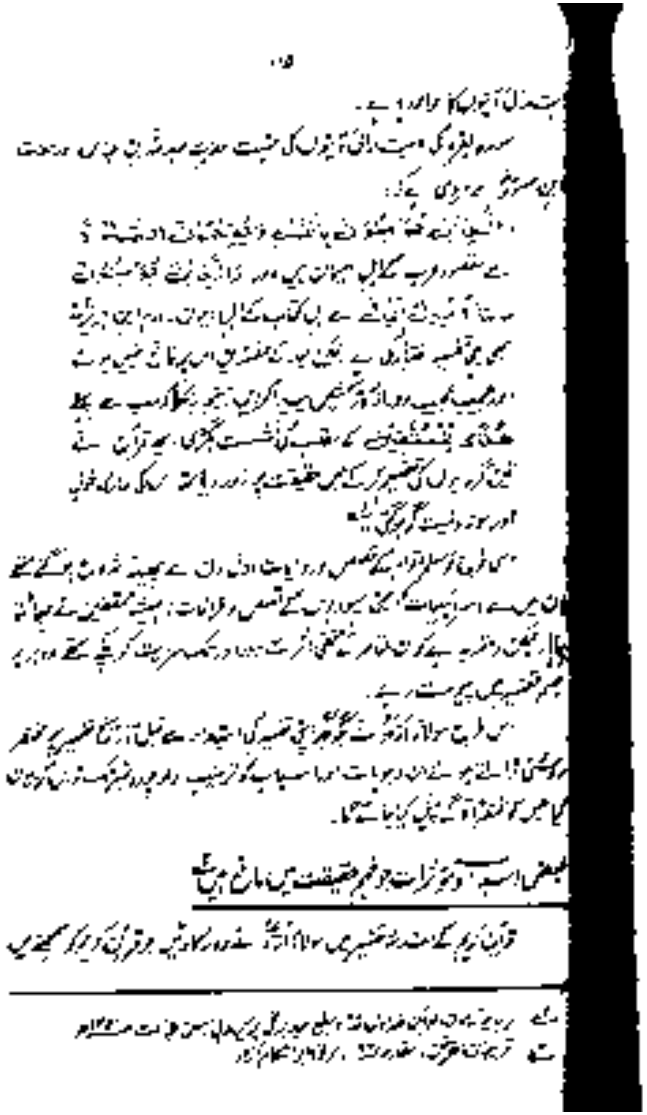

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیں پیش آتی ہیں ان کو دور کرنے اور قرآن کریم کے سمجھنے کے لیے کچھ اصول بتلا دیے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن کریم اپنے وضع، اپنے اسلوب، اپنے انداز بیان، اپنے طریق خطاب، اپنے طریق استدلال وغیرہ کی ہر بات میں دنیا کے دینی اور دنیاوی تمام لٹریچر سے الگ اور جدا تھلگ ہے اور اس سے یہ جدا چاہیے۔ وہ اپنی ہر بات میں نیا ہے مثل اور نظیر سے خالی ہے اور اس لیے وہ نیا کی مستحق ہے جو انبیاء علیہم السلام کے طریق ہدایت کو علم و حکمت کے اعلیٰ ترین معیار سے ظاہر کرتا ہے۔

قرآن عجیب و غریب ہے۔ تو اس کے مخاطبوں کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے جن کے دماغ اور ذہن کی رسائی میں اس کو داخل نہیں کرنا تھا۔ اور نظریات کی سیدھی سادی فضا میں پرورش پانا تھا۔ یعنی یہ کہ قرآن اپنی شکل و صورت میں جیسا کچھ واقع ہے ٹھیک ٹھیک ویسا ہی دماغ میں سما جائے اور اسے قرآن کے لیے دماغ میں کسی طرح کی بھی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ کی پہلی ترجیح قرآن کی کوئی آیت یا سورت سنتے تو اس کی حقیقت کو اپنے سینے میں صدیوں کا دور بھی نہیں ہوا تھا کہ دماغ میں کے تقدان کی ہو گئیں چلنے لگیں اور ہر قرآن دنیا بن چکا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صدیوں بعد تک کی ہو گئیں چلنے لگیں اور ہر قرآن دنیا بن چکا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صدیوں بعد تک کی ہو گئیں چلنے لگیں اور ہر قرآن دنیا بن چکا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صدیوں بعد تک کی ہو گئیں چلنے لگیں اور ہر قرآن دنیا بن چکا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صدیوں بعد تک کی

وہ قرآن کا سیدھا سادا مفہوم ہے ناخواندہ بچہ کے لیے بھی قرآن کی آیتوں پر یہ بات شاق گذرنے لگی کہ قرآن ایسی سیدھی سادی زبان میں کیوں ہے۔ ان کی وضعیت ہے کہ اس پر نتائج نہیں مرتب ہو سکتی تھی۔ انھوں نے قرآن کی ہر بات کے لیے وضعیت کے بارے تیار کرنے شروع کر دیے اور جو کچھ وہ قرآن پر بات بھی آ سکتا تھا اس لیے یہ محسوس ہونا چاہیے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حقیقت کی عمدہ بہت باقی نہ رہی ہر بات کا سوزوں اور الجھی ہوئی بن کر رہ گئی۔

تفسیر قرآن کا پہلا دور وہ ہے جب طرز اسلامیہ کی تدوین و کتابت شروع نہیں ہو سکی تھی اور سنہ اور تدوین و کتابت سے شروع ہوا ہے اور اپنے تحقیقات اور فتوحات پر ختم ہوتا ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا کام صرف اور شروع ہی ہوا تھا کہ یہ عام قرآن کے لیے بنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ فروع فلسفہ و علوم کی ترویج و اشاعت کا زمانہ ہے۔ یہی زمانہ ہے جب امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر لکھی اور پوری قرآن کی تفسیر کا سرمایہ اس مصنوعی فضا میں وضعیت میں مرتبا پا شدید ہو جائے۔ مگر اہم کی نظر اس حقیقت پر ہے کہ پوری قرآن کی پوری تفسیر نہیں تو مورد فواتح سے تقریباً بیکار ہو جاتا۔

ہر مفسر اور ہے وضعیت کے سانچے بنتے ٹوٹتے ہیں مگر قرآن کی حقیقت اپنی جگہ باقی رہی۔ قرآن کے اسلوب بیان کی نسبت لوگوں کو جس قدر غلطیاں پیش آئیں صرف اس لیے کہ وضعیت کا استغراق ہوا اور خطابیت کی حرمت باقی نہیں رہی۔ قرآن کے مخاطب اور آیتوں کے مناسبت و ربط کے بارے الجھاؤ اور اس لیے ہیں کہ خطابیت سے تجاوز ہو گیا اور وضعیت پیدا ہو گئی ہوں ہے۔

قرآن کی زبان کی نسبت بحثوں کا جس قدر انبار لگ گیا ہے وہ بھی محض اس لیے ہے کہ خطابیت کے سمجھنے کا ہم میں استعداد نہیں ہے۔ نہیں رہا۔

قرآن کی ہر حرمت کا مسئلہ ہونے کے لیے اس قدر بڑی عمر ہونے کے لیے اس قدر طویل زمانہ درکار ہے اور اس لیے اس قدر دور کیوں ہوتا ہے قرآن اس لیے کہ وضعیت کا طور ساختہ ہو جاتا ہے اور ہو جاتا ہے اور ہو جاتا ہے اس سے قرآن کی بات بھی وزن کریں قرآن کا طریق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استدلال کیوں ناقابل یقین ہوتا ہے؟ اس لیے کہ رضیت کا استعمال اس سلسلے میں بہت ہے اور پھر قرآن کے دوسرے مقامات پر بھی اسی طرح آیا ہے۔

۱۔ جب کتاب کی نسبت رسول کی طرف کی جائے تو قرآن اور ان حدیثوں کے مجموعہ کو جن کی نسبت کہا جائے کہ وہ صاحب کتاب سے ملحق ہیں۔

قرآن مجید کا بڑا حصہ مکی دور میں نازل ہوا۔ اس میں قدرتی طور پر ایسا مواد تھا جو مسلمانوں میں رائج تھا۔ اور جو کچھ پوچھا جاتا تھا اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جاتا تھا۔ ان میں سے بعض امور خصوصیت سے قرآن میں متاثر ہوئے جس سے اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح کی، مذہبی عقائد، اتقاد کی بنا پر جس طرح قرآن نے ان کو بدلا ہے کہ ان کے لوگوں کے غیر پر ترجیح ہوتی چاہیے لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں سمجھا گیا۔ جس کے لوگوں نے اپنے عہد کی کئی سو سال کے اندر ہی کا دشمن بنا لیا۔ اور ہر صفحہ کی تفسیر کی تفاسیر پر تفسیر میں حدیث کو بطور استشہاد پیش کیا گیا۔ صفحہ پر ان میں لوگوں کی تفسیر کا طریقہ ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ روز بروز حقیقت مستور ہوتی گئی اور آخر کار قرآن میں ایک معاملہ ایسا سمجھے بالکل ناقابل عمل بن گئی۔

وقت پر نماز پڑھنے کے لیے ایک گھڑی ضروری کی گئی۔ پھر گھڑیاں بڑھتے بڑھتے ٹیک گھڑیاں بن گئیں۔ پھر جب مشکلوں سے دوچار ہوئے تو نئی نئی مشکلوں اور کوششوں کی ضرورتیں بڑھتے گئے۔ مقالات، مشروع، عوائق اور مبطلات وغیرہ کے مسائل پیدا ہوئے جس سے ہزار ہا صفحات کی کتابیں لکھی گئیں اور بعض صورتوں میں تو پوری کی پوری کتابیں لکھ ہو گئیں کہ ایک وضو کے بعد کیا وضو توڑ دیتا ہے اور کیا نہیں توڑتا۔ نماز کی تعریف کو ذرا اور کھولا رہے۔

۲۔ آیات کا اندازہ کرنے کے لیے قرآن کو کوئی ایک مثال رہنے دیں۔ پہلے اس کی تفسیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات میں ڈھونڈیں پھر بعد کے مفسرین کی فرع کرو اور دیکھیں

کہ مفسرین کرام نے آیت کو کس طرح سمجھا ہے کہ کوئی سوال ہو صفحہ کی تفسیر میں ضرور بالکل واضح ہوتا۔ جب کسی بے عمل تفسیروں نے آسے کچھ کا کچھ بنا دیا اور الجھا دیا ہو گئے۔ مثلاً سورہ بقرہ کی استدلالی آیتوں کی نسبت حضرت عبداللہ ابن عباس اور عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ انہوں نے ابلوا مسئولوں پا آیتیں نازل ہوئیں۔ اسی طرح سے متعدد اعراب کے انہی جوان ہیں اور ان آیتوں کے متعلق ہیں۔ اسی طرح سے اپنے کتاب کے بیان، نام بن ہرمز نے بھی یہی لفظ استعمال کیا۔ لیکن بعد کے مفسرین اس پر تاخ نہیں ہوئے اور غریب غریب اور رازکا تکلیفیں پیدا کر دیں۔ نتیجہ یہ کہ سب سے پہلے ھذا من تکلیفوں کے طلب کی نشست ہوئی۔ پھر ان نے ہمیں سورہ مائدہ کی تفسیر پر زور کر کے جس حقیقت پر زور دیا تھا اس کی ساری خوبی اور حسن ضائع ہو گئی۔

۳۔ نزول القرآن کے قصص اور روایات اول دن سے پھیلنا شروع ہو گئے تھے ان میں سے اسرائیلیات کو بھی بہت سی روایتوں کے قصص یا روایات کو جیسا محققین نے چنا چنا۔ لیکن وہ تھا ہے کہ ان کو بعض مفسرین نے نقل کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے اور بعض نے بغیر تنقید کے ہر قسم کی روایات کو جمع کر دیا ہے۔

۴۔ ایک طرف تو صحابہ کرام کی روایات سے نقل ہوا۔ دوسری طرف روایات تفسیر کے غیر معتمد ناموں نے ایک کثیر تعداد ہر کر دی اور یہ تفسیر جس کو ہم آج کل دیکھ رہے ہیں۔ سامنے آ گئی۔ صفحہ کی تفسیر کچھ یہ بن گئی۔ متاخرین میں حضرت عمر الدین ابن کثیر نے مختصر میں جو احادیث کے استدلال کے ساتھ تفسیر لکھی ہے اس میں بھی اس طرح کی روایات کو بھی نمایاں کیا ہے۔ کہتے ہیں اور بعض جگہ اس سے تعارض نہیں کرتے۔

۵۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ افسوسناک تیسرا نکتہ قرآن کا چیلنج استدلال ہے۔ اکثر تفسیروں میں تو یہ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کے اندر یہ بات تو محمد رسول اللہ کا خاص استدلال ہی ہے۔ اس کا واقعات رہبر اس کے قصص و استدلال۔ اس کے موضوعات اس کے مقاصد ہیں سب اس چیز سے گھٹا دیا گیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

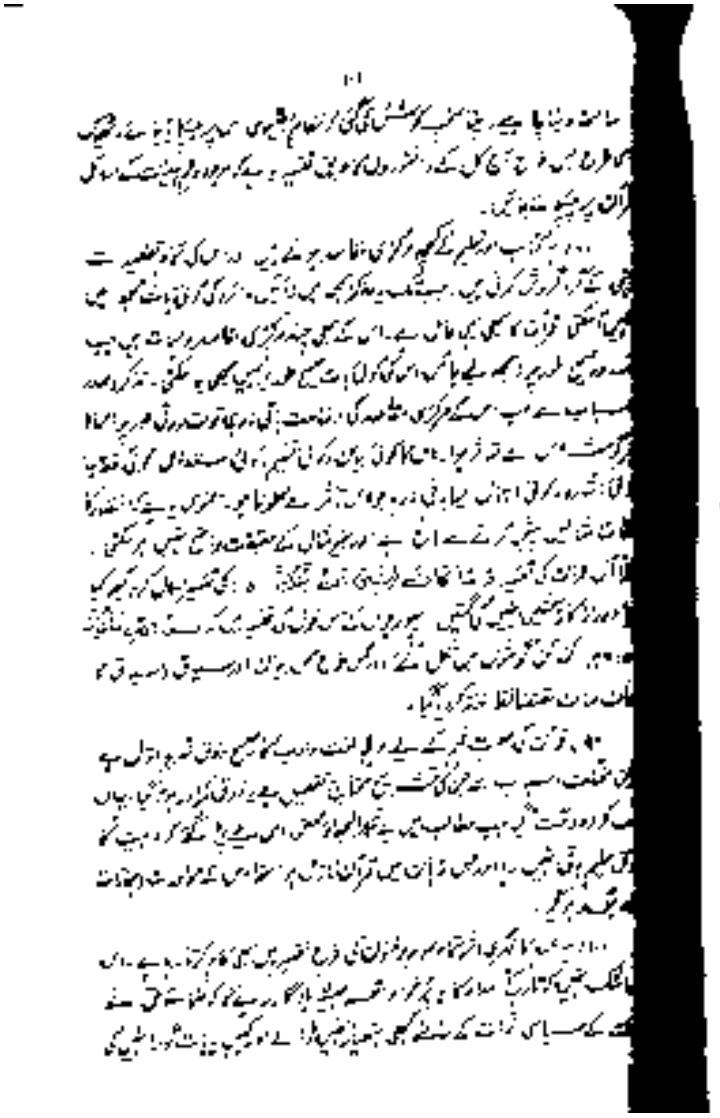

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[illegible] اسلام کے مفاد کو سامنے رکھ کر تفسیر کی۔ اس سے اختلاف پیدا ہوا لیکن وحدت کی تاثیر عوام میں اتنی تھی کہ اختلاف کے باوجود امت میں تفرقہ نہیں پیدا ہوا۔ اس کے بعد تفسیر کی تاریخ میں ایسے مفسر پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی۔ ان کے اس طریقہ سے اختلاف رائے کا دروازہ کھل گیا۔ ہر مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی۔ اس طرح تفسیر میں مختلف نظریات پیدا ہو گئے۔ ان نظریات کی تائید کے لیے قرآن کی آیتوں کو توڑا مروڑا گیا۔ اس طرح تفسیر میں ایسی باتیں آ گئیں جو قرآن کے منشا کے خلاف تھیں۔ اس طرح تفسیر کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد تفسیر میں جو کچھ لکھا گیا اس کی حیثیت ایک مفسر کی ذاتی رائے سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لیے ان تفسیروں سے قرآن کے سمجھنے میں کوئی مدد نہیں ملتی۔

(۱۰) جو تفسیر سب سے پہلی ہے اس کے مصنف ابن جریر طبری ہیں۔ ان کی تفسیر کا نام جامع البیان ہے۔ اس کے مقدمہ میں انہوں نے تفسیر کی تاریخ اور اس کے مختلف طریقوں پر بحث کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے تفسیر بالماثور کو اختیار کیا ہے۔ یعنی جو تفسیر کسی سے منقول ہے اس کو لے لیا ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی رائے کو بہت کم دخل دیا ہے۔ اس تفسیر کی سند میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اس لیے اس کی تفسیر کو بہت مستند سمجھا جاتا ہے۔ اس تفسیر کے بعد جو تفسیریں لکھی گئیں ان میں اکثر نے اس تفسیر سے مدد لی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مختلف اقوال کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوا ہے کہ بعد کے مفسرین کو اپنی تفسیر کے لیے مواد کی تلاش میں بہت دقت نہیں اٹھانی پڑی۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اسرائیلی روایتیں بہت کم ہیں۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اسرائیلی روایتیں بہت کم ہیں۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اسرائیلی روایتیں بہت کم ہیں۔

(۱۱) زمخشری کی تفسیر کا نام الکشاف ہے۔ یہ تفسیر بھی بہت مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔

(۱۲) فخر الدین رازی کی تفسیر کا نام مفاتیح الغیب ہے۔ یہ تفسیر بھی بہت مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔

(۱۳) ابن کثیر کی تفسیر کا نام تفسیر القرآن العظیم ہے۔ یہ تفسیر بھی بہت مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔

(۱۴) جلال الدین سیوطی کی تفسیر کا نام الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور ہے۔ یہ تفسیر بھی بہت مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔

(۱۵) شوکانی کی تفسیر کا نام فتح القدیر ہے۔ یہ تفسیر بھی بہت مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا مثلاً قرآن کے فلاں دلائل کو سائنس جامہ پہنا تا ہے یا کہیں آسمان اور کواکب نجوم کے الفاظ آگئے ہیں تو ان کو ہیئت کے مسائل پر چسپاں کرنا یقیناً تفسیر بالرائے ہے۔

یا مثلاً آج کل ہندوستان کے اور مصر کے بعض عالم فکر مندوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ انہی کے لفظوں میں زمانہ حال کے اصول حق قرآن سے ثابت کیے جائیں، یا بقول ان کے فلسفہ و سائنس کی ہر آیت میں رہنمائی ہے۔ گویا قرآن صرف اسی لیے نازل ہوا ہے۔ جو بات نیوٹن یا ڈارون اور داعین نے بتائی ہے وہ الہامی کتاب کی خلیفہ انڈیشنوں کی دریافت کرلی آسے چند صدی پہلے بتوں، اللہ کو طرح دنیا کے کاموں میں سپوٹک رہے اور پھر وہ کئی صدیوں تک دنیا کی آسے، یہاں تک کہ موجودہ زمانے کے مفسر پیدا ہوں اور تیرہ سو برس پیشتر کے مشکل فرمائیں، یقیناً یہ طریق تفسیر بھی ٹھیک نہیں تفسیر بالرائے ہے۔[1]

مولانا کے الفاظ میں تحریر کردہ مندرجہ بالا تفسیر قرآن سے متعلق اصول اور وجوہات تفصیل کے ساتھ ہمارے سامنے آنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مولانا نے تفسیر کے سلسلہ میں اس قدر لگن اور کاوش سے اس کا اساسی مقدمہ ترتیب دیا ہے کہ ان کی تفسیر کا مطالعہ کرنے والے کا ذہن ان پیچیدگیوں سے دوچار نہ ہو جو مفسر کے مقصد اور مطلب تک پہنچ سکے اور قاری میں بذات خود قرآن کی فہم کی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ براہ راست قرآن کریم کے معانی و مطالب پر اس طرح غور و فکر کر سکے کہ جو قرآن کریم کا صحیح مقصد ہے وہ فضا حت سے سامنے آجائے ایسا نہ ہو کہ قرآن کو اپنے ذہن و خیالات کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے اس میں غلط معانی و مطالب پیدا کر دیے جائیں۔

اسی لیے انھوں نے قرآن کریم کی ضرورتوں کو تین جگہ تقسیم کیا ہے۔ مقدمہ تفسیر

[1] ترجمان القرآن، جلد اول، دیباچہ ص ۱

بیان اور ترجمان القرآن۔

مقدمہ تفسیر میں انھوں نے قرآن کے مقاصد و مطالب پر اصولی بحث کی ہے قرآن کے مطالب جامع اور کلی طور پر جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ تفسیر البیان مطالعہ کے لیے اور ترجمان القرآن کا مقصد قرآن کی عالم گیر تعلیم و اشاعت لیے۔

غرض مولانا کی تفسیر کی اہم خدمت تاریخ تفسیر کا ایک بیش قیمت حصہ ہے قرآن کی تاریخ میں تا قیامت رہے گا۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

(البقرہ) "اے ہمارے رب ہم پر داروگیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں اے ہمارے رب ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے، اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالیے جس کی ہم کو سہار ہو اور درگذر کیجیے ہم سے اور بخش دیجیے ہم کو اور رحم کیجیے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجیے۔"

ترجمان القرآن، مولانا سعادتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

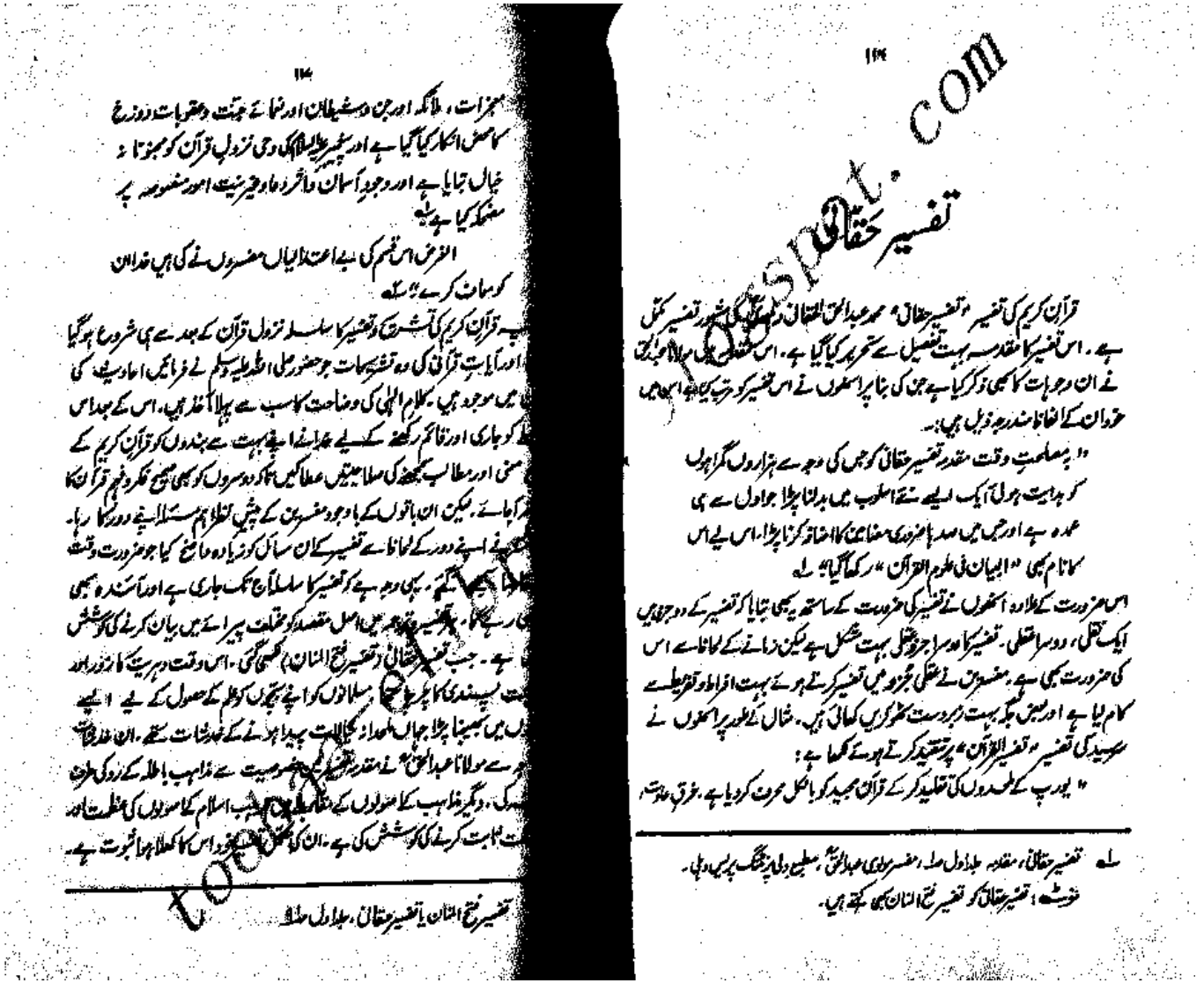

تفسیر حقانی

قرآن کریم کی تفسیر "تفسیر حقانی" محمد عبدالحق الحقانی دہلوی کی مشہور تفسیر مکمل ہے۔ اس تفسیر کا مقدمہ بہت تفصیل سے تحریر کیا گیا ہے۔ اس مقدمہ میں مولانا موصوف نے ان وجوہات کا بھی ذکر کیا ہے جن کی بنا پر انھوں نے اس تفسیر کو مرتب کیا۔ ان میں خود ان کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:۔

"بہ مصلحتِ وقت مقدمہ تفسیر حقانی کو جس کی وجہ سے ہزاروں گمراہوں کو ہدایت ہوئی ایک ایسے نئے اسلوب میں بدلنا پڑا جو اول سے ہی عمدہ ہے اور جس میں صدہا ضروری مضامین کا اضافہ کرنا پڑا۔ اس لیے اس کا نام بھی "البیان فی علوم القرآن" رکھا گیا۔" [1]

اس ضرورت کے علاوہ انھوں نے تفسیر کی ضرورت کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ تفسیر کے دو رخ ہیں ایک نقل، دوسرا عقل۔ تفسیر کا دوسرا رخ عقل بہت مشکل ہے لیکن زمانے کے لحاظ سے اس کی ضرورت بھی ہے۔ مفسرین نے عقلی رخ میں تفسیر کرتے ہوئے بہت افراط و تفریط سے کام لیا ہے اور بعض جگہ بہت زبردست ٹھوکریں کھائی ہیں۔ مثال کے طور پر انھوں نے سرسید کی تفسیر "تفسیر القرآن" پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"یورپ کے ملحدوں کی تقلید کر کے قرآن مجید کو بالکل محرف کر دیا ہے۔ خرقِ عادت،

---

[1] تفسیر حقانی، مقدمہ جلد اول ص۱، مفسر مولوی عبدالحقؒ، مطبع دلی پرنٹنگ پریس دہلی۔
نوٹ: تفسیر حقانی کو تفسیر فتح المنان بھی کہتے ہیں۔

معجزات، ملائکہ اور جن و شیطان اور نعمائے جنت و عقوبات دوزخ کا محض انکار کیا گیا ہے اور سفیر علیہ السلام کی وحی نزولِ قرآن کو محض تاثر خیال بتایا ہے اور وجودِ آسمان و تاثر دعا و غیر نبیت امور منصوصہ پر مشتمل کیا ہے۔" [1]

الغرض اس قسم کی بے اعتدالیاں مفسروں نے کی ہیں خدا ان کو معاف کرے۔"

قرآن کریم کی تشریح و تفسیر کا سلسلہ نزول قرآن کے عہد سے ہی شروع ہو گیا اور آیاتِ قرآنی کی وہ تشریحات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں احادیث کی میں موجود ہیں۔ کلام الٰہی کی وضاحت کا سب سے پہلا ماخذ ہیں۔ اس کے بعد اس کو جاری اور فائم رکھنے کے لیے علمائے اپنے بہت سے بندوں کو قرآن کریم کے معنی اور مطالب سمجھنے کی صلاحیتیں عطا کیں تاکہ دوسروں کو بھی صحیح فکر و فہم قرآن کا کرا جائے۔ لیکن ان باتوں کے باوجود مفسرین کے پیش نظر ہمیشہ یہ مسئلہ اپنے دور کا رہا۔ نے اپنے دور کے لحاظ سے تفسیر کے ان مسائل کو زیادہ واضح کیا جو ضرورت وقت

یہی وجہ ہے کہ تفسیر کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور آئندہ بھی ی رہے گا۔ تفسیر نویسی میں اصل مقصد کو مختلف پیرائے میں بیان کرنے کی کوشش ہے۔ جب تفسیر حقانی (تفسیر فتح المنان) لکھی گئی۔ اس وقت دہریت کا زور اور ت پسندی کا پرچار تھا۔ مسلمانوں کو اپنے حقوق کو علم کے حصول کے لیے ایسے ں میں بھیجنا پڑا جہاں مادہ پرستی کی ذہنیت پیدا ہونے کے خدشات تھے۔ ان حالات سے مولانا عبدالحق نے مقدمہ تفسیر میں خصوصیت سے مذاہب باطلہ کے رد کی طرف رک، دیگر مذاہب کے اصولوں کے مقابلہ میں مذہب اسلام کے اصولوں کی عظمت اور ت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی مکمل تفسیر خود اس کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

---

[1] تفسیر فتح المنان یا تفسیر حقانی، جلد اول ص۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کے مطالعے سے ان کی علمی سطح، ذہنی رویہ اور افادیت کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"علم تفسیر کی تعریف مولانا نے اس طرح کی ہے:

"علم تفسیر وہ علم ہے جس میں احوال قرآن من حیث القرآن بیان کیے جاتے ہیں اور بقدر طاقت بشریہ انفاظ سے خدائے پاک کی مراد ہے وہ ظاہر کی جاتی ہے۔ موضوع اس فن کا قرآن ہے اور طرف اس علم سے معانی اور مطالب قرآن کا جاننا ضرور ہے۔ اس کی بینی علم میں کام آمد عربیت، نحو اور لغت، معانی بیان فقہ واصول، حدیث، مکالم وغیرہ علوم ہیں۔"[1]

پھر مولانا نے ان علوم کی طرف اشارہ کیا ہے جن سے بحث کرنا مفسر کو ضروری ہے اور جن کے نہ معلوم ہونے سے قرآن کریم کے مطالب سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے جیسے:

(۱) ناسخ و منسوخ کا پہچاننا۔

(۲) شانِ نزول کے بارے میں صحیح تحقیق کیوں کہ اس میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے۔ بعض مفسرین آیات کے لیے ہر جگہ ایک قصہ نقل کر دیتے ہیں کہ اس کو شانِ نزول بتلاتے ہیں جو صرف تکلف ہے۔ بلکہ طویل قصص انبیاء جو مفسرین نے اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں بیشتر اہل کتاب سے نقل کیے گئے ہیں۔ صحابہؓ و تابعینؒ کبھی کبھی مشرکین و یہود کے مذہب اور ان کے عقائد و عادات کی حقانیت کے لیے قصص جو زیادہ نقل کر دیتے تھے کہ اس امر پر یا اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی اسی لیے شانِ نزول میں صحابہؓ کے اقوال مختلف ہوتے ہیں۔

مولانا عبدالحق تحریر کرتے ہیں:

"نزولِ قرآن سے نفوسِ بشریہ کی تہذیب اور عقائدِ باطلہ کا ابطال اور احوالِ فاسدہ کا محو ہے۔ جب لوگوں میں عقائدِ باطلہ کا پایا جانا اور

---

[1] مقدمہ تفسیر حقانی، جلد اول، ص۱۱

باہم عداوت کا پیش آنا آیاتِ احکام کے نزول کا سبب ہے اور لوگوں کا منکر ہونا یا اس کی رحمت سے ناامید ہونا آیاتِ تذکیر بایام اللہ و آلاء کے نزول کا سبب ہے۔"[1]

مولانا عبدالحق نے تفسیر کے مقدمہ میں مفسر کے لیے دو چیزوں کے جاننے کی طرف توجہ دلائی ہے اول یہ کہ جن آیات میں جن واقعات کی طرف اشارہ ہے جو متفرق مختلف عنوانات سے مذکور ہوں وہاں ان کو معلوم کیے بغیر پورا مطلب قرآن کا سمجھ میں نہیں آتا ہو ان قصوں کو مختصر طور پر وہاں بیان کر دینا مناسب ہے۔ دوسرے جہاں تفصیل عام و غیر واقعات متعلق ہیں وہاں ان کی تشریح کر دی جائے تاکہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجائے اور جہاں احکام کی آیات ہوں وہاں احکام کو جناب کے ساتھ بیان کیا جائے اور آیاتِ تذکیر بآلاء اللہ و وقائع حشر بیان کی صورت میں بیان کر دینا چاہیے۔

مفسر کے لیے ان امور کے علاوہ (توجیہ مشکل) یعنی کبھی کبھی کلام میں ایسی ناقابلیت ہے بظاہر ایک سقم معلوم ہوتا ہے یا اول آیت میں استبعاد معلوم ہوتا ہے یا آیات باہم متناقض پایا جاتا ہے یا مصداق آیت کے متعذر کرتے ہیں۔ مبتدا کے بیان پر اشکال ہوتا ہے یا کسی قید کا فائدہ پوشیدہ ہو۔ لہٰذا جب مفسر ان اشکالات اور شبہات کو حل کر دیتا ہے اور اس کو توجیہ مشکل کہتے ہیں جو ایک بڑا فن ہے اور مفسر کے لیے اس کا جاننا ضروری ہے۔

اس طرح مولانا کی تفسیر کے ان امور کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو ایک دقیق اور آسان تفسیر کا بہترین نمونہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے مقدمہ میں وہ خود ایک مستقل تصنیف ہے۔ اس مفسر کے مقدمہ پر اتنی محنت کی گئی اس نے تفسیر کے سلسلے میں جو کوشش [illegible] کی ہے وہ یقیناً لائقِ

---

[1] تفسیر حقانی (تفسیر فتح المنان)، جلد اول، ص۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

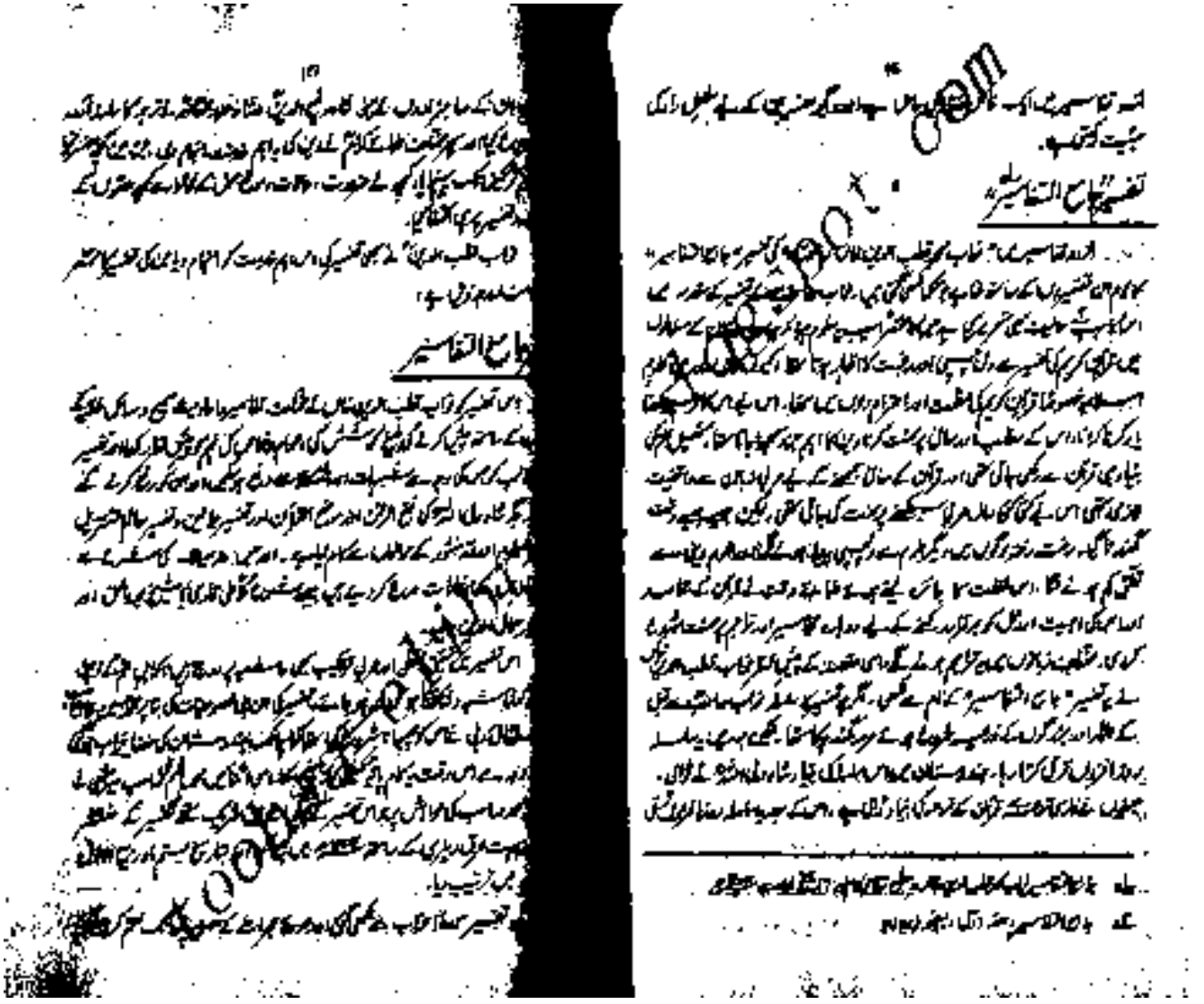

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

: (سورۃ احزاب سے اس کے آغاز کا سبب یہ لکھا ہے کہ جب مظاہر حق مشکوٰۃ شریف کا درس مکمل سے تمام کیا تو نظام جمعیۃ کا درس سورۃ احزاب سے شروع کیا تو ان کو یہ خیال ہوا کہ جب سے درس کے سوائے تفسیر الجلالین ہو جائے اور طالبین کو حل قدر زائد پہنچ سکے غنیمت ہے۔ (الخ) اس طریق تفسیر پڑھنے سے طلبہ کی استعداد کو جو فائدہ ہے اپنے روز کا ایک ظاہر ہے۔

تفسیر مواہب الرحمٰن

مولانا سید احمد علی صاحب نے تفسیر قرآن مواہب الرحمٰن کے نام سے ایک تفسیر کی جس کو جامع البیان کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس تفسیر کے آغاز سے قبل اس کا تعارف تحریر کیا جو سات صفحات پر مشتمل ہے، اس میں انھوں نے قرآن کریم کی حکمت و اہمیت کے ساتھ ہی تفسیر کی اہمیت اور دیگر تفاسیر کو مختلف احادیث، روایات قرآنی کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

اس مقدمہ میں انھوں نے قدیم مفسرین کے اقتباسات بیان کیے ہیں، ان میں شیخ ابن جریر الطبری کی تفسیر کی تعریف کی، ہنگامی مفسرین کے جملہ امور کا بھی التزام کیا۔ انھوں نے لکھا ہے کہ مختلف تفاسیر کے درمیان میرے نزدیک راجح اور مختار شیخ ابن جریر الطبری کے بارے میں ان الفاظ میں مندرج ہوا ہے:

"اگر سوال کیا جائے کہ جب ہم کون سی تفسیر معتمد سمجھیں تو میں جواب دوں گا کہ تفسیر ابن ابوجعفر ابن جریر الطبری الآملی، کیوں کہ علماء نے معتبر بتایا ہے کیا عام اور خاص سب نے اتفاق کیا ہے کہ اس کے مثل کوئی تفسیر تالیف نہیں ہوئی۔"[1]

اس طرح کے بعد سید صاحب نے شیخ ابن جریر الطبری کی تفسیر کے بارے

---

[1] سید احمد علی، تفسیر مواہب الرحمٰن، مقدمہ، ص ۵، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، سن طباعت ندارد۔

میں جو پیش کرتے ہیں اس کا خلاصہ یہ لکھتا ہے کہ ہمارے علماء و غیرہ تفسیر میں جامع البیان تفسیر ابن جریر کو بہت اعلیٰ مقام دیتے ہیں اور اکثر تفاسیر میں اسی کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ کشف الظنون میں اس تفسیر کی تعریف مذکور ہے۔"[1]

مولانا سید احمد علی صاحب نے اپنی تفسیر لکھنے سے قبل عربی کی اہم تفاسیر جو عالم التفسیر کی کتب احادیث صحاح ستہ، "مسند امام اعظم" وغیرہ سے استفادہ کیا اور ان حصوں اور عنایات کے ساتھ میں نے ان کے تعین کے ساتھ شکریہ کیا ہے ان کو چھوڑ دیا ہے کیوں کہ ان پر بڑا اعتماد اور بھروسہ قرآن و سنت کی روشنی میں یا عمل و جہان کو ترک کر دینا ہی بہتر سمجھا، البتہ "عنوان التفسیر" کے شیخ حسن خاص وجہ سے اس روایت نقل کیے ہیں جب مکمل طور پر ان کی تحقیق و تنقید کر لی گئی۔

اس طرح سید احمد علی نے طریق فکر سے اور بہت سے اقتباسات کیے ہیں، اس طرح اپنی تفسیر میں تحقیق و محنت سے کام کیا ہے اور اس کی تکمیل کی کاوش کی ہے جو ان کے دور کے بہت سے دینی خدمت کا ایک اہم حصہ تصور کیا جاتا ہے اور اردو تفاسیر میں یہ تفسیر اپنا مقام رکھتی ہے جو دیگر مفسرین کے مزاج سے مکمل اور جامع البیان ہونے کا ثبوت پیش کرتی ہے۔

اس تفسیر کی مختصر خصوصیات جن کی طرف خصوصی امتیازات کے ساتھ احمد علی نے اشارہ کیا ہے ترتیب وار مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ انھوں نے تفسیر منقول کے لیے اسانید صحیحہ سے روایات تفسیر ابن کثیر، عالم التفسیر و فتح البیان کتب احادیث سے لیا ہے اور جا بجا مسند امام اعظم ابن کثیر نے بغیر

---

[1] مقدمہ التفسیر مواہب الرحمٰن، سید احمد علی، صفحہ ۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

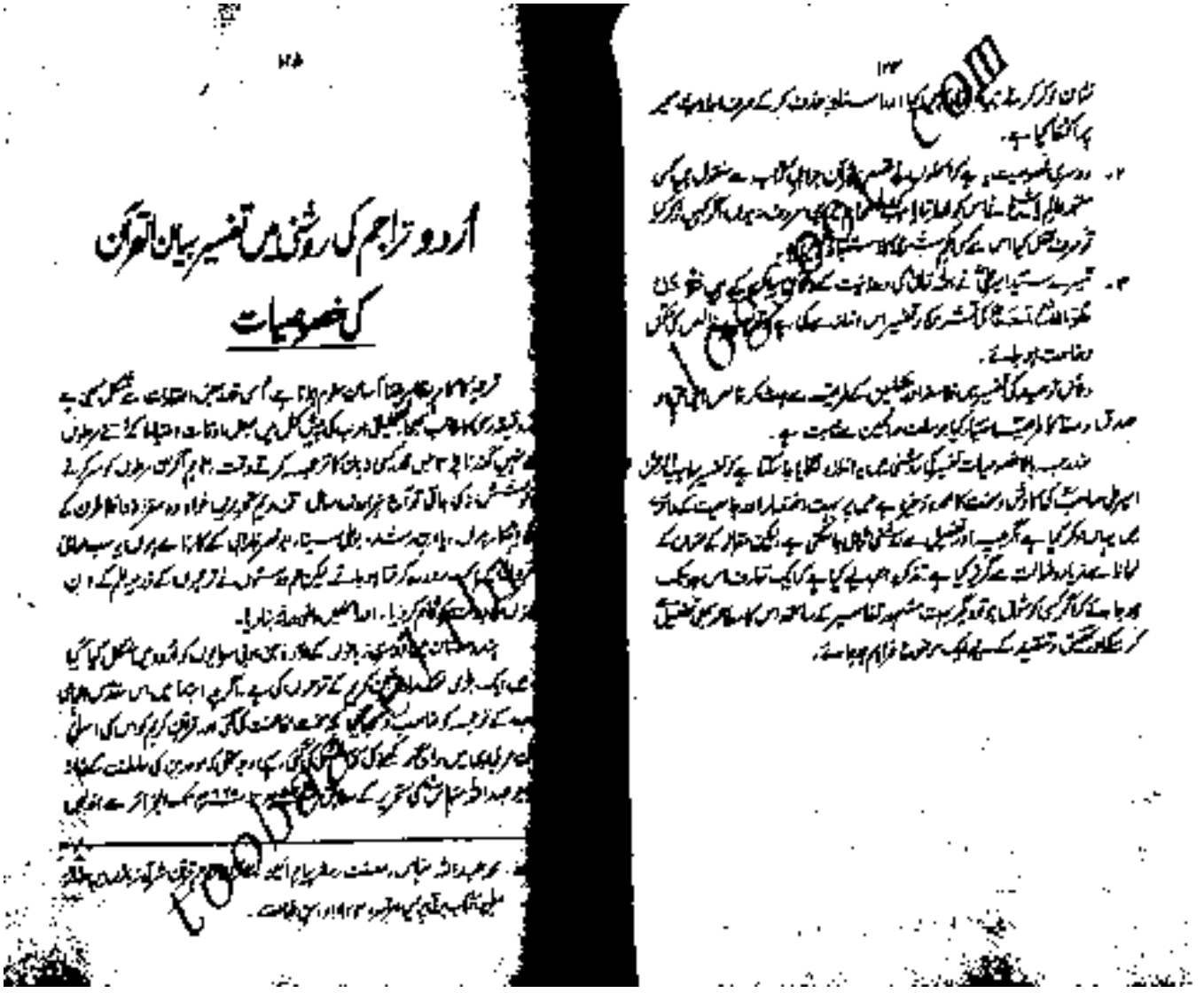

اردو تراجم کی روشنی میں تفسیر بیان القرآن کی خصوصیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں جب قرآن کا ترجمہ پہلی بار مقامی زبان میں کیا گیا تو مقامی لوگوں کا جاننا تو درکنار، سنتے ہی سے ان کا ماحول برداشت نہ کر سکا۔ بلبلا اٹھا۔

ہندوستان کے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فارسی ترجمہ قرآن "فتح الرحمٰن" نے اردو ترجموں کے لیے بنیاد مہیا کی۔ فتح الرحمٰن کا مختلف نسخوں کا مختلف قلمی و لیتھو طباعتیں پشاور میں موجود ہے اور مستند نسخہ شائع ہو چکا ہے۔ البتہ اب تک ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ کا بھی قائم ہے۔ لیکن عام طور سے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ترجمہ کو مقبولیت اور شہرت حاصل رہا ہے۔

فارسی کے بعد جب براہ راست محمد رسول اللہ ﷺ قرآن کا سلسلہ بہت تیزی سے شروع ہوا اور بکثرت ترجمے کیے گئے۔ ان میں سے چند اہم ترجموں کی مختصر تاریخی اہمیت اور خصوصیات کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو مولانا صدیق سے نقل کیے گئے ہیں۔ اگر اس کوشش میں مولانا صدیق کی تشریح اجمال نہ کر دے تو اس کی خصوصیات پر تفصیلی نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ ان سے جس کے ذریعہ ترجمہ کی افادیت کا اندازہ کیا جا سکے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں چند دیگر تراجم کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی ترتیب شائع کرتے ہوئے مولانا صدیق کے نظریہ اور ان تراجم کی خصوصیات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ تفصیلی جائزہ سے قبل ہر ترجمہ کے ساتھ مختصر تعارف بھی پیش کر دیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ترجمہ کے بعد شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ قرآن کا سلسلہ بہت تیزی سے شروع ہوا اور بکثرت ترجمے کیے گئے۔ ان میں سے چند اہم ترجموں کی مختصر تاریخی اہمیت اور خصوصیات کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو مولانا صدیق سے نقل کیے گئے ہیں۔ اگر اس کوشش میں مولانا صدیق کی تشریح اجمال نہ کر دے تو اس کی خصوصیات پر تفصیلی نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں چند دیگر تراجم کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی ترتیب شائع کرتے ہوئے مولانا صدیق کے نظریہ اور ان تراجم کی خصوصیات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ تفصیلی جائزہ سے قبل ہر ترجمہ کے ساتھ مختصر تعارف بھی پیش کر دیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ترجمہ کے بعد شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ قرآن کا سلسلہ بہت تیزی سے شروع ہوا اور بکثرت ترجمے کیے گئے۔ ان میں سے چند اہم ترجموں کی مختصر تاریخی اہمیت اور خصوصیات کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو مولانا صدیق سے نقل کیے گئے ہیں۔ اگر اس کوشش میں مولانا صدیق کی تشریح اجمال نہ کر دے تو اس کی خصوصیات پر تفصیلی نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں چند دیگر تراجم کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی ترتیب شائع کرتے ہوئے مولانا صدیق کے نظریہ اور ان تراجم کی خصوصیات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ تفصیلی جائزہ سے قبل ہر ترجمہ کے ساتھ مختصر تعارف بھی پیش کر دیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ۷۲ سال کی عمر پائی۔ آپ کا وصال ۱۸۱۳ء میں ہوا۔ شاہ صاحب اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیزؒ کی سرپرستی میں رہے۔ شاہ [illegible] کے بقول شاہ ولی اللہؒ کی سادی اور اعلیٰ فضل میں نگاہ تھی۔ ان میں صاحب نسبت عربیت کے القائد تھے۔ ان جیسی نسبت اس کو کہتے ہیں کہ دوسروں بات کا اثر کرے۔ [illegible] پھر اثر سے [illegible] تفصیل احوال نظاں:

شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ کریم کے ترجمے کو جو مقبولیت حاصل ہے اس کا [illegible] جاتا ہے کہ اہل علم اور اہل طریقت دونوں ہی نظر کو اپنا قرار دیتے ہیں۔

شاہ صاحبؒ کے اردو ترجمہ اپنا کچھ کی وجہ تھا۔ [illegible] تحریر کرتے ہیں کہ شاہ صاحبؒ نے قرآن کریم کے الفاظ کی [illegible] شرح عربی زبان کی۔ عادت سے کی ہے [illegible] میں ہر لفظ کی [illegible] اس طریق کی ہے کہ جس سے مذاہب مختلف [illegible] کا [illegible] اس [illegible] چند مثالیں دیگر تراجم کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) قرآن کا مخاطب خود محمد ﷺ نے قرآن کے مقصد و مقاصد میں اپنا [illegible] ہے لیکن اصل مقاصد پر [illegible] کہتے کہ "ادب بڑا" [illegible] کیا ہے۔ [illegible] کو "ادب بڑا" لکھا ہے۔ [illegible] "فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ" کا ترجمہ "ادب" کی [illegible]

مذکورہ ترجمہ کی [illegible] روایات کے علاوہ اجزاء [illegible] کا [illegible] کرتی ہے اور وہ یہ کہ شاہ صاحبؒ کے [illegible] کے [illegible] [illegible] کے مقامات اور [illegible] کا [illegible] ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

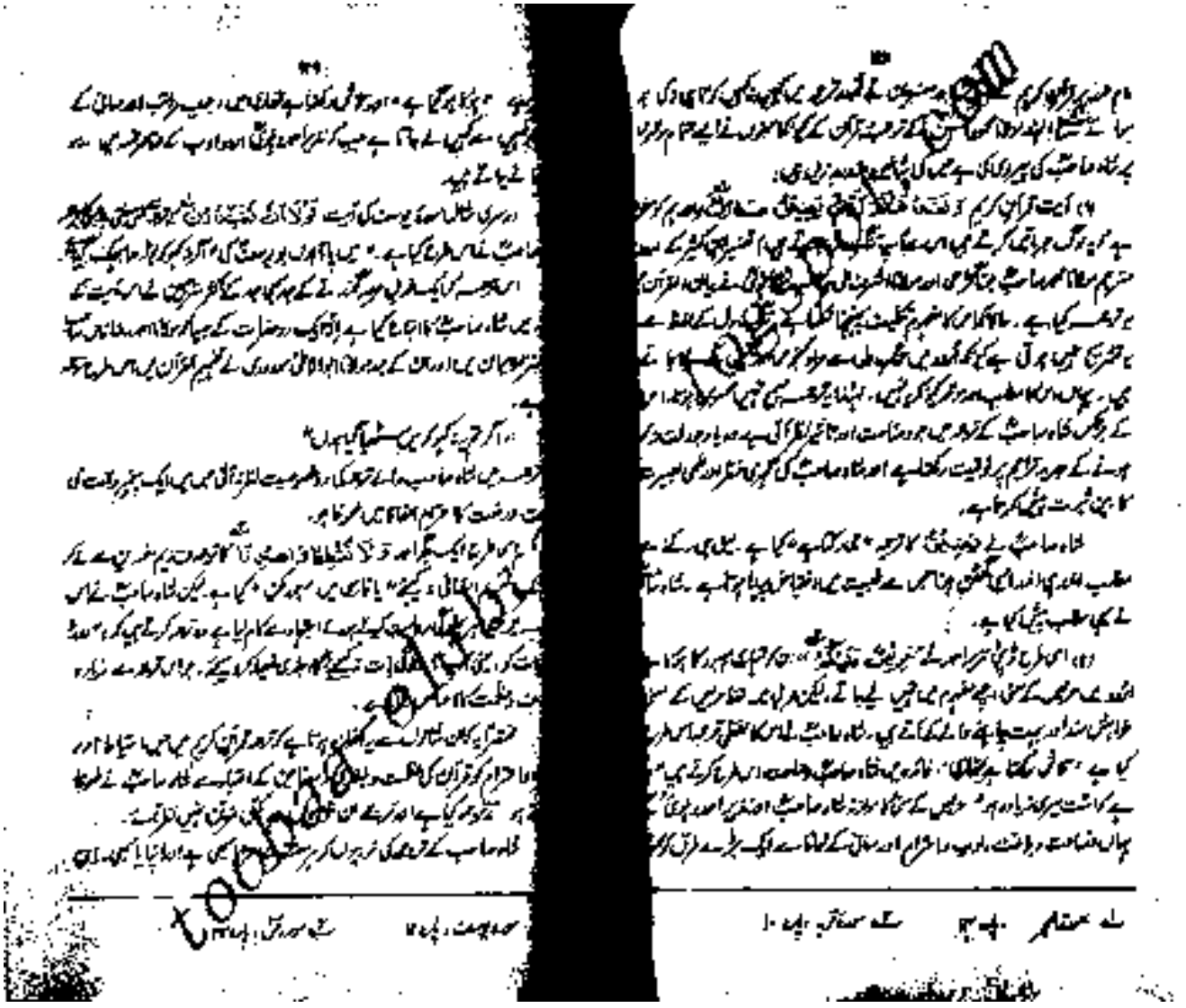

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں مولانا تھانوی کا بھی ذکر ہوا ہے مولانا تھانوی نے اس ترجمہ میں حواشی اور فوائد لکھنا ہے جس کی تفصیل دیکھنے کی جا سکتی ہے۔ لیکن کہیں کہیں مولانا نے ترجمہ کو مستند کرنے اور مفاد کو واضح کرنے کے لئے بریکٹ کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ترجمہ میں یہ لکھا ہے کہ "اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں" لیکن مولانا تھانوی نے ترجمہ کیا ہے:

"اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور ہم نے ان کے دلوں پر مہر کر دی تھی"

اس طرح ترجمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو قاری کو قرآن کریم کی طرف راغب کرتا ہے اور اس کی عظمت کا احساس دلاتا ہے۔ مفاد کو بریکٹ میں لکھنا بھی ایک اچھا طریقہ ہے جس سے ترجمہ کی روانی متاثر نہیں ہوتی اور مفاد بھی واضح ہو جاتا ہے۔ مولانا تھانوی نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ جو فوائد لکھے ہیں ان کی افادیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ان کو ترجمہ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ اس طرح قاری کو ترجمہ کی تفہیم کا اندازہ لگانے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کا کوئی بھی ترجمہ ایک مکمل کتاب ہی نہیں بلکہ ایک ذہین جمعیت بھی ہے۔ جس کے ذریعہ اس کی ترجمانی میں قرآن نے عطا کردہ مفاہیم کو ہر ممکن حد تک واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہر زبان میں ہر ترجمہ کی اپنی ایک خصوصیت ہوتی ہے جو اس زبان کے مزاج کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لئے ہر ترجمہ کی اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے۔ مولانا تھانوی کے ترجمہ کی بھی اپنی ایک خصوصیت ہے جو اس کو دوسرے تراجم سے ممتاز کرتی ہے۔ اس ترجمہ کی تیاری میں مولانا تھانوی نے جن مراحل سے گزرنا پڑا ہے اس کا ذکر خود مولانا تھانوی نے اپنے مقدمہ میں کیا ہے۔ مولانا تھانوی نے ترجمہ کرنے کے لئے جن ذرائع کو اختیار کیا ہے ان کی تفصیل بھی مقدمہ میں موجود ہے۔ اس سے ترجمہ کی افادیت اور بڑھ جاتی ہے۔ مولانا تھانوی نے ترجمہ کرنے کے لئے جن مراحل سے گزرنا پڑا ہے ان کی تفصیل بھی مقدمہ میں موجود ہے۔ اس سے ترجمہ کی افادیت اور بڑھ جاتی ہے۔ مولانا تھانوی نے ترجمہ کرنے کے لئے جن ذرائع کو اختیار کیا ہے ان کی تفصیل بھی مقدمہ میں موجود ہے۔ اس سے ترجمہ کی افادیت اور بڑھ جاتی ہے۔

---

۱ سورۃ مریم، آیت ۱۰۔

۲ مولانا اشرف علی تھانوی، مقدمہ ترجمہ قرآن مجید، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، ص ۱۔

۳ مقدمہ تھانوی کی تفصیل دیکھئے۔

کے علاوہ مولانا جن مسائل کے پیش نظر ترجمہ کیا ہے ان کا ذکر بھی مقدمہ میں موجود ہے۔ مولانا تھانوی نے ترجمہ کرتے وقت جن مسائل کو پیش نظر رکھا ہے ان کا ذکر بھی مقدمہ میں موجود ہے۔

اس طرح ترجمہ اور تفسیر کی تیاری اور اشاعت کے بارے میں جو تفصیلات اور معلومات مولانا تھانوی نے فراہم کی ہیں ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

مولانا تھانوی نے ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۳ء) میں ترجمہ کرنا شروع کیا لیکن اول بار کے ترجمہ کا مسودہ ضائع ہو گیا تھا۔ اور دوسرا ترجمہ لکھا گیا۔ کیوں کہ پہلا ترجمہ ضائع ہو گیا تھا اس لئے دوسرا ترجمہ لکھا گیا۔ مولانا تھانوی نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ تفسیر بھی لکھی۔ ترجمہ اور تفسیر کا کام ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ء) میں شروع ہوا۔ ترجمہ کے بعد تفسیر لکھی گئی۔ ترجمہ اور تفسیر کا کام ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء) میں مکمل ہوا۔ اس طرح ترجمہ اور تفسیر کا کام دو سال میں مکمل ہوا۔ ترجمہ اور تفسیر کی پہلی اشاعت ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء) میں ہوئی۔ اس کے بعد مولانا تھانوی نے ترجمہ اور تفسیر کی کئی اشاعتیں کیں۔ ہر اشاعت میں ترجمہ اور تفسیر کو بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔ ہر اشاعت میں ترجمہ اور تفسیر کو بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔ ہر اشاعت میں ترجمہ اور تفسیر کو بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔

---

۱ مولانا اشرف علی تھانوی، مقدمہ ترجمہ قرآن مجید، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، ص ۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریر کردیا۔ اور اس کام سے ان کی زندگی میں ہی خواص و عوام میں بے حد مقبول ہوا۔ اور اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

اس کے مقابلہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے قرآن کریم کے ترجمے میں عوام و خواص اور دونوں کی فہم کی رعایت رکھی ہے۔ جو اس قدر دقیق اور مشکل طریقہ کی بات ہے۔ انھوں نے ترجمہ کیا ہے کہ ایک عام کتاب اور قرآن کریم کے ترجمے کا فرق ہی نہ محسوس ہو۔ اور نہ اس قدر تعجیب ہو۔ اور مشکل الفاظ سے قرآن کریم کے سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ ایک اردو داں دوسرا طالب علم سمجھ سکے۔ اللہ جہاں گہری اور دقیق علمی بحثیں ہیں وہاں علم، نظر، صرف، قرب جیسے مشکل سے مشکل ہیں ان کی وضاحت کے لیے قدیم مفسرین کے حوالے دیے ہیں اور اکثر ایسے مقامات انھوں نے حاشیے میں اور اول زبان میں تحریر کیے ہیں۔ صرف ان مقامات کے لیے جو آسان کو پڑھ اور سمجھ سکتے ہوں۔ بعض مشکل مقامات کے لیے مسائل کے لیے تفاسیر کی وضاحت قرآن کی تفسیر سے۔ جس طرح ہوئی ہے:

"حاشیے کی طوالت دیکھ کر یہ نہ سمجھ لیجیے کہ ہے کوئی عوام اس کو نہ سمجھے گا ہو سکتا ہے کہ عوام اس کو سمجھ لیں اور خواص کی نظر میں نہ جچے ہنسنے پر تیار ہو جائیں۔"

لیکن ترجمے میں انھوں نے عوام کا بھی خیال رکھا ہے اس کے لیے لکھتے ہیں:

"یہ خیال رکھتے ہوئے کہ ترجمہ سلیس کیا جائے عوام و خواص سب کے کام کا ہو۔"

مولانا عثمانیؒ نے جو ترجمہ کیا ہے اس کے ترجمے میں ان کے مدرک کی روایت کی ہے وہ ترتیب وار مندرجہ ذیل ہیں:

۱؎ مندرجہ بالا تفصیل انھوں نے اپنے دیباچہ ستائیس برس بعد خود ہی لکھی ہے۔ اس میں ترجمہ کی اشاعت کی تاریخ میں غلطی ہے۔

۲؎ نکل بیان القرآن، مقدمہ، ص ۵

۳؎ " " " ص ۵

۴؎ ترجمہ کا مقصد زبان کی درستی کی بجائے تعلیم کی ہے۔ تعلیم کی رعایت کی وجہ سے ہی ترجمہ میں کوئی عبد اللہ نہ لکھے ترجمے میں کیا ہے۔

۵؎ ترجمہ میں خالص عبارت و مستقیم نہیں کیے کیونکہ ہر جگہ کے محاورات مختلف ہوتے ہیں اس لیے "مقبول عام" ترجمہ پسند کیا ہے۔

۶؎ نفس ترجمے کے علاوہ جس مقصد کو بہت ضروری سمجھا اس کی تشریح لفظوں نے خلاصہ کی ہے لیکن جن باتوں کو تشریح کرنے میں بعض مترجمین کے مذاق پر ہیں اس کو ضروری اضافہ کا تحقیق کرتے ہیں:

"باوجود اختصار و رعایت کے کسی جگہ اختصار مخل مطلب ہو گیا ہے۔ کہیں عبارت سے مطلب نہیں ہو سکتا ہے مناسب بلکہ واجب ہے کہ ایسے مقامات پر بے مخالفہ فوائد زیادہ کریں جو حسب ضرورت عبارت سمجھ جائے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ ترجمہ کو ایسا سلیس بنا دیں کہ ان کو سمجھ کر پڑھیں، اور ناظرین ہو، ناظرین ہو، کہ ہر مقام کے وقت جو ان فوائد ضروری مستفاد ہو، وہاں خود غور کر کے نہ نکالیں یا ہمیں نقصان کریں کہ ہمارے ہو، خواہ مخواہ کھانا کرنے کریں ہمارے ان کے ذمہ ہیں کہ ہمارے کو تبیین مطالب کا ہے۔"

مندرجہ بالا تین عنوانوں کے علاوہ بعد مرحوم نے اور تحریر کیے ہیں جن کا تعلق ترجمہ سے نہیں ہے تفسیر سے ہے اس لیے ہم ان کو ترک کر دیا ہے لیکن انھوں نے اپنے رسالہ "عوارض تفسیر و تفسیر" میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنے والے کے لیے ایک جامع مختصر تحریر مرتب فرمائی ہے جس کا عنوان انھوں نے "خلاصہ خزائن جامع خزائن" رکھا ہے۔ جس کی ضروریات اور تعلیمات کو نظر رکھتے ہوئے

۴؎ نکل بیان القرآن، مقدمہ، ص ۵

۵؎ مولانا عثمانیؒ، مقدمہ ترجمہ، مطبوعہ مطبع انصاری دہلی، طبع اول ۱۳۴۸ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم یہاں مختصراً اس کی بھی ترتیب پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ سورۃ شروع کرتے ہیں کہ تفسیر کرنے والے کو اولین زبان سے واقف ہونا چاہیے اگر بھی طریقہ کو اولیا سے ترجمہ کرنا بہت بڑا جرأت ہے کیونکہ ترجمہ کرنا دراصل تفسیر کرنے سے بھی مشکل سے دوری ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرے قرآن فہمی میں عربیت جس لغت و لغت میں عبارت ہو تاکہ ترجمہ کرتے وقت مفسرین کو غلط کی ترتیب اور ترکیب، اسالیب کلام اور دوسرا فن وقوع کی رعایت کر سکے۔ بعض لوگوں کے جھوٹ نہ ہونے سمجھنے سے ترجمہ کرنے میں فرق غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

۳۔ تفسیر سے قرآن کے لغوی معنی یا بعض الفاظ کو بلکہ ترجمہ کرنے کے لیے اصطلاحی شرعیہ سے واقف ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اصطلاحی الفاظ کا ترجمہ لغوی معنی میں کرنے سے مفہوم بدل جاتا ہے۔

۴۔ جو شخص علم حدیث کو سند و متن سے نہ جانتا ہو وہ قرآن کریم کا مطلب بیان کرنے میں صحیح غلط کی تمیز نہ کر سکے گا اور وہ احادیث کو اسباب نزول میں پیش کرنے کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔

۵۔ پانچویں تفسیر بین کے مذاہب کی معرفت ہوں بلکہ تفسیر میں جو اس کی مخالفت ذکر کرے۔ قرآن کے مفہوم مراد کے سمجھنے میں جو رکاوٹ ہے اخذ نہ ہو۔

۶۔ علم ادب کا قرآن کے تراکیب یہ بھی ضروری ہے کیونکہ بعض سخت کے قرآن کی تفسیر میں بعض وجوہ اعراب کا علم ہو جاتا ہو تاکہ تفسیر و ترجمہ میں یہ عبارت کے مخالف نہ ہو۔

۷۔ ساتویں چیز ترجمہ سے ہونی چاہیے کہ وہ ان مفسرین کے اقوال سے واقف ہو جو علم اصول فقہ میں مستنبط کرتے ہیں احکام کا صحیح و صریح نہایت و مدلل سے

۱۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح انصاری خزرجی قرطبی، صاحب تفسیر، متوفی ۶۷۱ھ

یا فریق ان کو تفسیر و تطبیق میں قبول کرنے کی ضرورت پیش آتا ہے۔

۸۔ آٹھویں علم اصول اور مقدمات کا ہونا چاہیے کیونکہ اس کے ساتھ قرآن کے اور سنت کی تفسیر کی بیان میں رہنمائی پیش کر سکے۔

۹۔ فریق قرآن کریم کے مشکل اور جامع حروف کو رکھنے والے لغات کے مشترک تاویل تمام کے ورد کرنے کی بحث کے بیان میں ہم تفسیر و حل تفسیر و غیرہ کی صورت میں ترجمہ پر قناعت کرتے ہیں کچھ حاشیہ میں اضافت کرتے ہیں اس کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ (اصل عبارت)

"مواضع مشکلہ یا مجملہ میں ان الفاظ کی ترجمہ تواضع یا بیان توضیح یا تفصیل یا تکمیل کرنے کے لیے مترجم پر اضافہ کرنے کا طریقہ شروع یا حاشیہ کے امر پر کرنے کی ترجیح کرنے والے"

۱۰۔ دسویں ضرورت مترجم کے لیے ہے کہ قرآن کریم کو جس زبان میں ترجمہ کرنا منظور ہو اس زبان پر پوری قدرت اور ملکہ ہو تاکہ کوئی مستند کو کماحقہ نہ سمجھے اور قدرت زبان کے قرآن کے الفاظ کا صحیح ترجمہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوگی۔

۱۱۔ علما استدلال کے طالب معنا کی دوسری بھی علماء نے دس مضمونوں کو بھی ضروری سمجھ کر پیش کیا۔ ہے میں کا طالب زائد کی ضرورت سوال ماحاں سے ہوتا ہے جیسا کہ وہ اس اصول میں تحریر کرتے ہیں کہ مترجم کتاب اصول تک ہوں، مقلد نہ سمجھے ہوں بلکہ ترجمہ و تفسیر میں جب خیالات کا ذکر ہوں جو دلالت کے نزدیک ہوں یا ہے بیان طبیعت کا اور مقدمات کا خلاف نہ ہو۔ قیاس سے بیمار ہے۔

۱۲۔ دوسری قول اس میں یہ ہو کہ وہ اپنے دور کے تابعی، صغار علماء کی لغات میں مقبول ہو۔

۱۳۔ ترجمہ کرنے والے زمین پر تمام خلائق سماں کو عدالتوں کو زائد منازعت نہ ہو۔

۱۔ اصلاح ترجمہ، ص ۱۰، مصنف مولانا عبدالحق حقانی، ناشر

www.KitaboSunnat.com

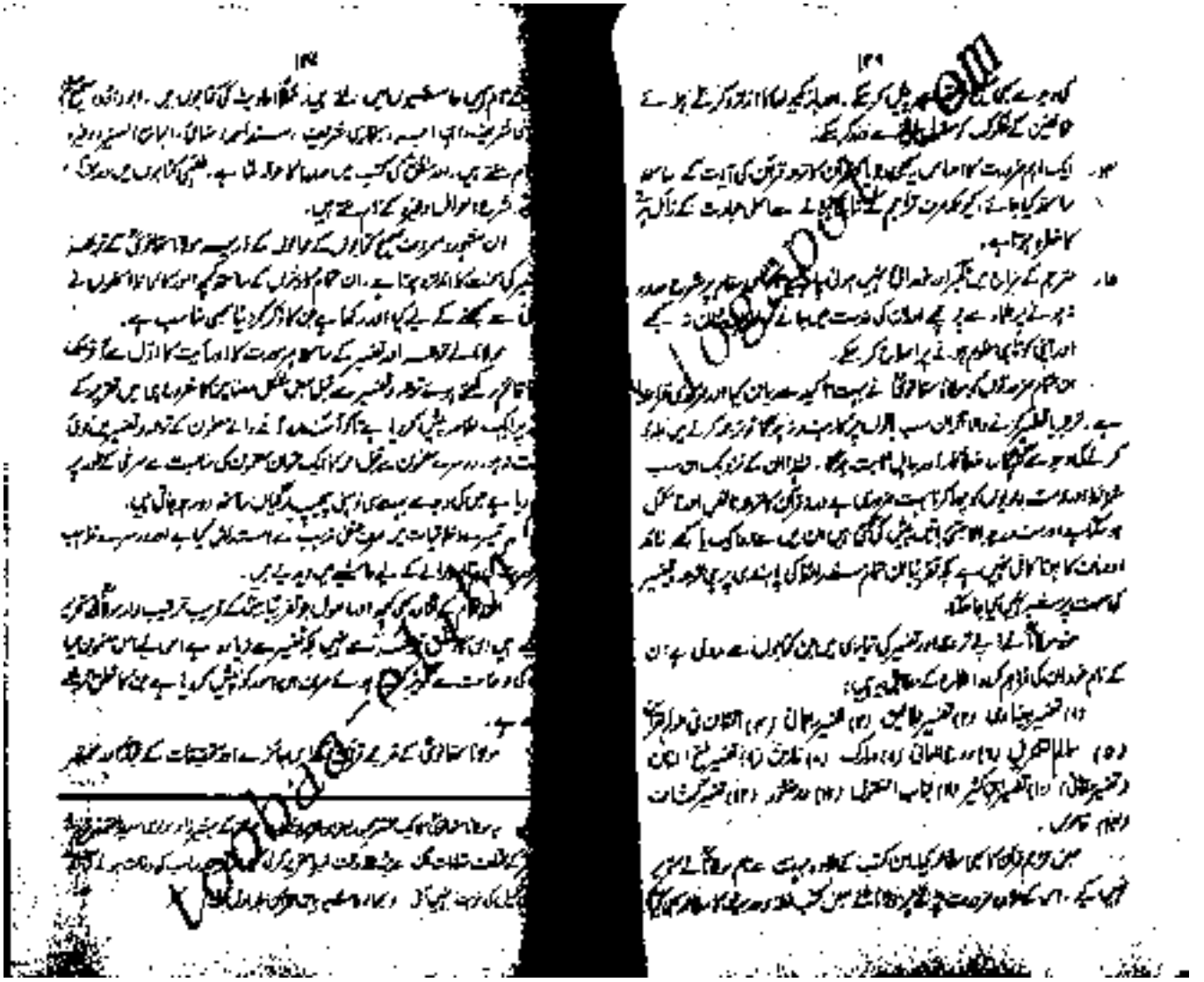

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ مولانا امتحانوی (رحمۃ اللہ علیہ)

سب تعریف اللہ کو ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ جو بدلہ کے دن کا مالک ہے۔ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست استعانت کرتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ

مولانا امتحانوی کے اس ترجمہ پر ہمارے انصاری بھائی کے تبصروں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ مولانا موصوف نے ترجمہ کرتے وقت قرآن مجید کی اصل عبارت میں کافی حد تک تحریف کی ہے۔ آپ کا یہ تحریف کرنا تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے ہو یا حذف کے لحاظ سے ہو یا اضافہ کے لحاظ سے ہو۔ بہرحال ہر لحاظ سے یہ ترجمہ غلط ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے الحمد للہ رب العالمین کا ترجمہ "سب تعریف اللہ کو ہے جو سارے جہان کا رب ہے" کیا ہے۔ اور الرحمن الرحیم کا ترجمہ "بڑا مہربان نہایت رحم والا" کیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی اس سورۃ میں جناب نے کیونکر اضافہ کر دیا ہے "سب" اور "کا" اور "ہے" کا اضافہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ اور "بڑا" اور "والا" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ آپ میں سے کوئی بتا سکے گا؟ پھر ایک اور جگہ آپ نے اس سورت میں "ایاک نعبد" کا ترجمہ "ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں" کیا ہے۔ "ہم" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "ہی" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "کی" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "ہیں" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "ایاک نستعین" کا ترجمہ "اور آپ ہی سے درخواست استعانت کرتے ہیں" کیا ہے۔ "اور" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "آپ" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "ہی" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "سے" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "درخواست" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "استعانت" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "کرتے ہیں" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "اھدنا الصراط المستقیم" کا ترجمہ "ہمیں سیدھے راستہ پر چلا" کیا ہے۔ "ہمیں" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "سیدھے" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "راستہ پر چلا" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "صراط الذین انعمت علیھم" کا ترجمہ "راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے" کیا ہے۔ "راستہ" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "ان لوگوں کا" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "جن پر" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "آپ نے" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "انعام فرمایا ہے" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" کا ترجمہ "نہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے غضب فرمایا ہے اور نہ گمراہوں کا" کیا ہے۔ "نہ" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "ان لوگوں کا" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "جن پر" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "آپ نے" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "غضب فرمایا ہے" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "اور" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "نہ" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟ "گمراہوں کا" کا ترجمہ کس کے کہنے پر کیا ہے؟

ان چند ترجموں کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے ترجمہ میں قرآن مجید کے روحانی رات سے بھرے ہوئے خزانہ کو اپنی زبان استعمال کی ہے اس لیے ان کے ترجمہ میں فصاحت، شستگی، روانی نہیں ہے۔ نہ وہ اسلوب کا تردد، تبدل ترجمہ کے دوران کا تزلزل ہونے کے باوجود بہت فصاحت اور آسان ضرور ہے لیکن زبان آج کے دور

---

۱ نام مرتب انصاری۔ تفسیر مرزا۔ مطبع مجتبائی دہلی

۲ ترجمہ محمود الحسن، تفسیر مرزا۔

۱ قرآن الفرقان۔ مولانا عبدالرحمن کی امتحانوی، مجتبائی دہلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

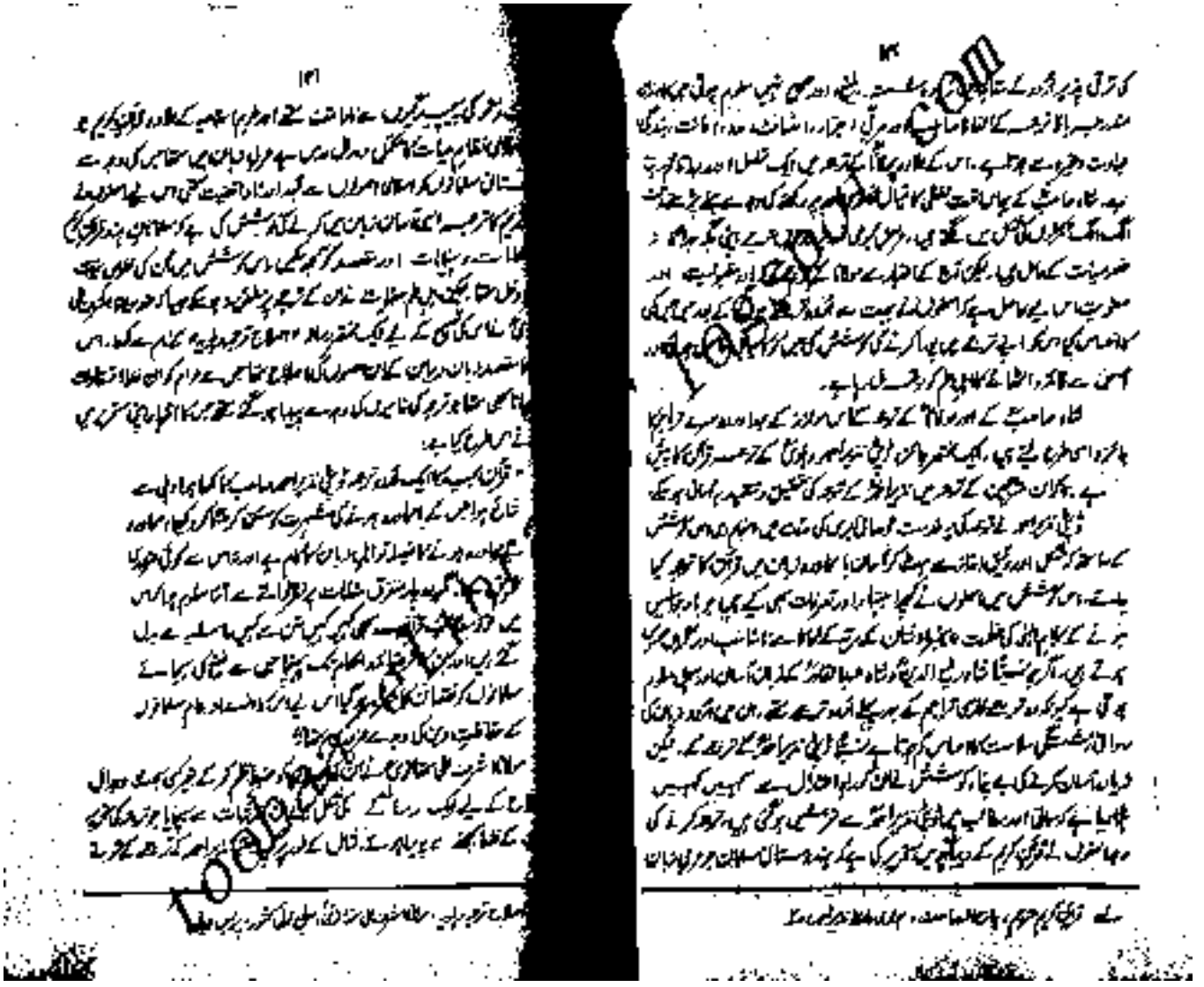

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

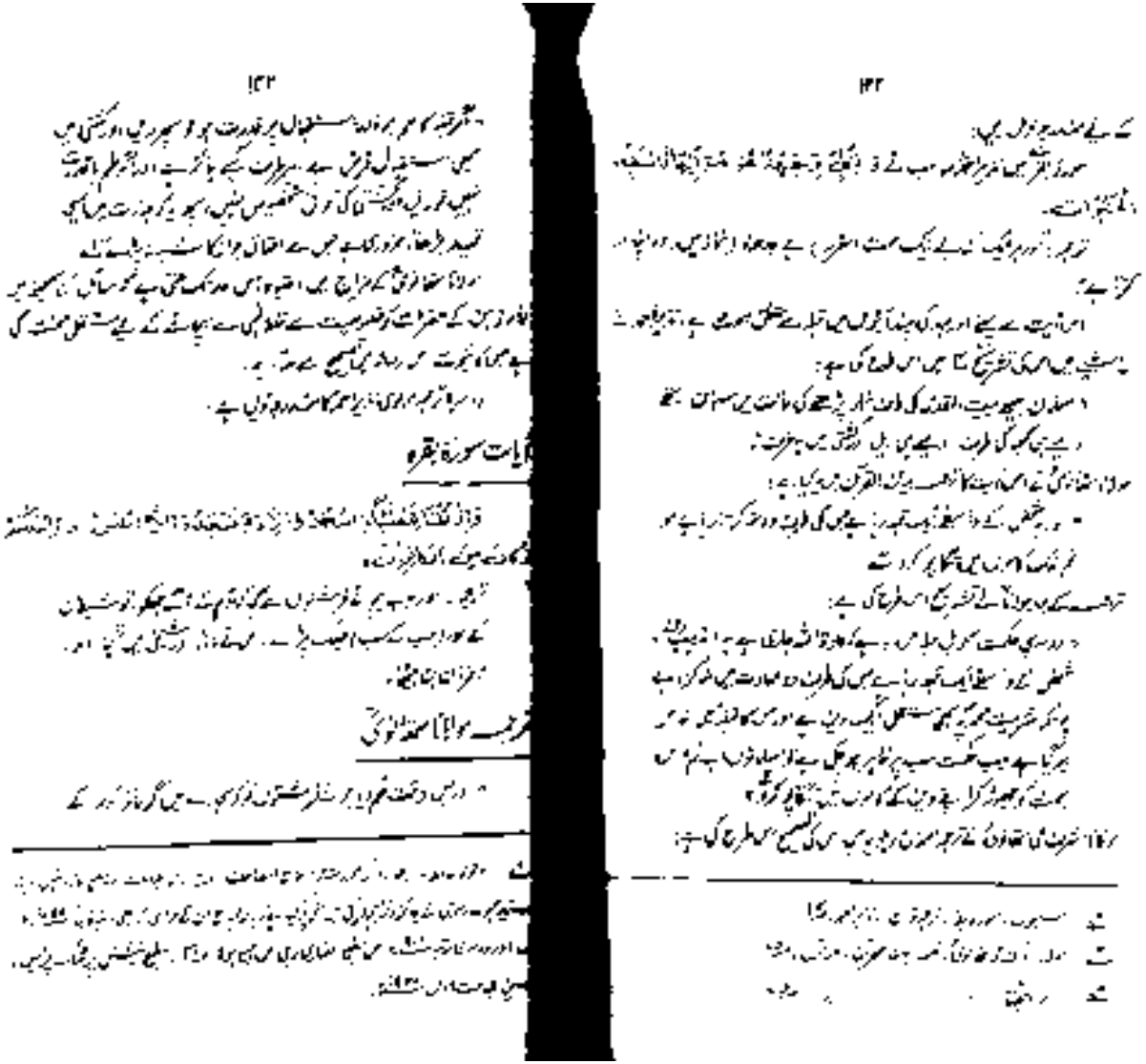

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

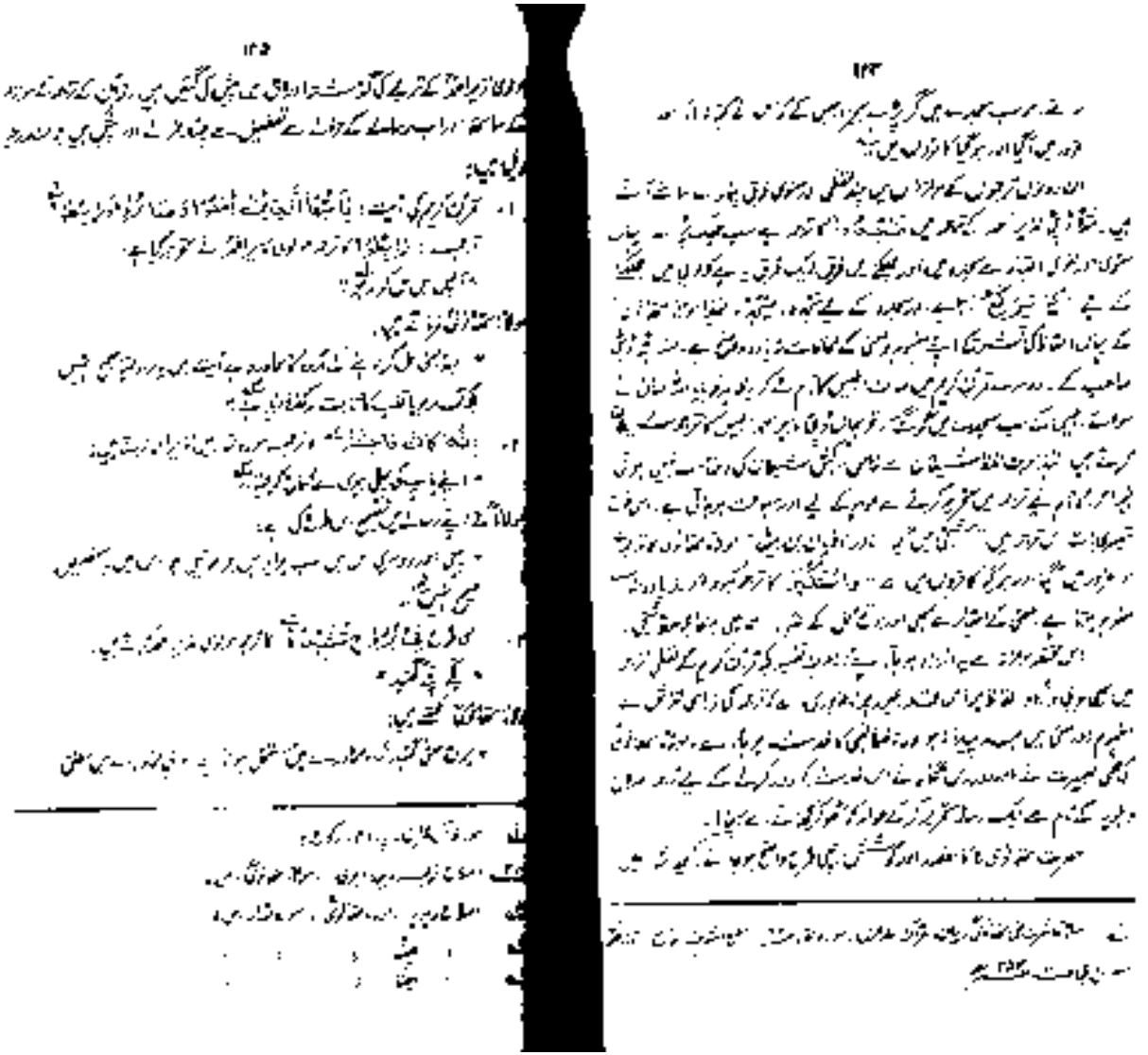

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

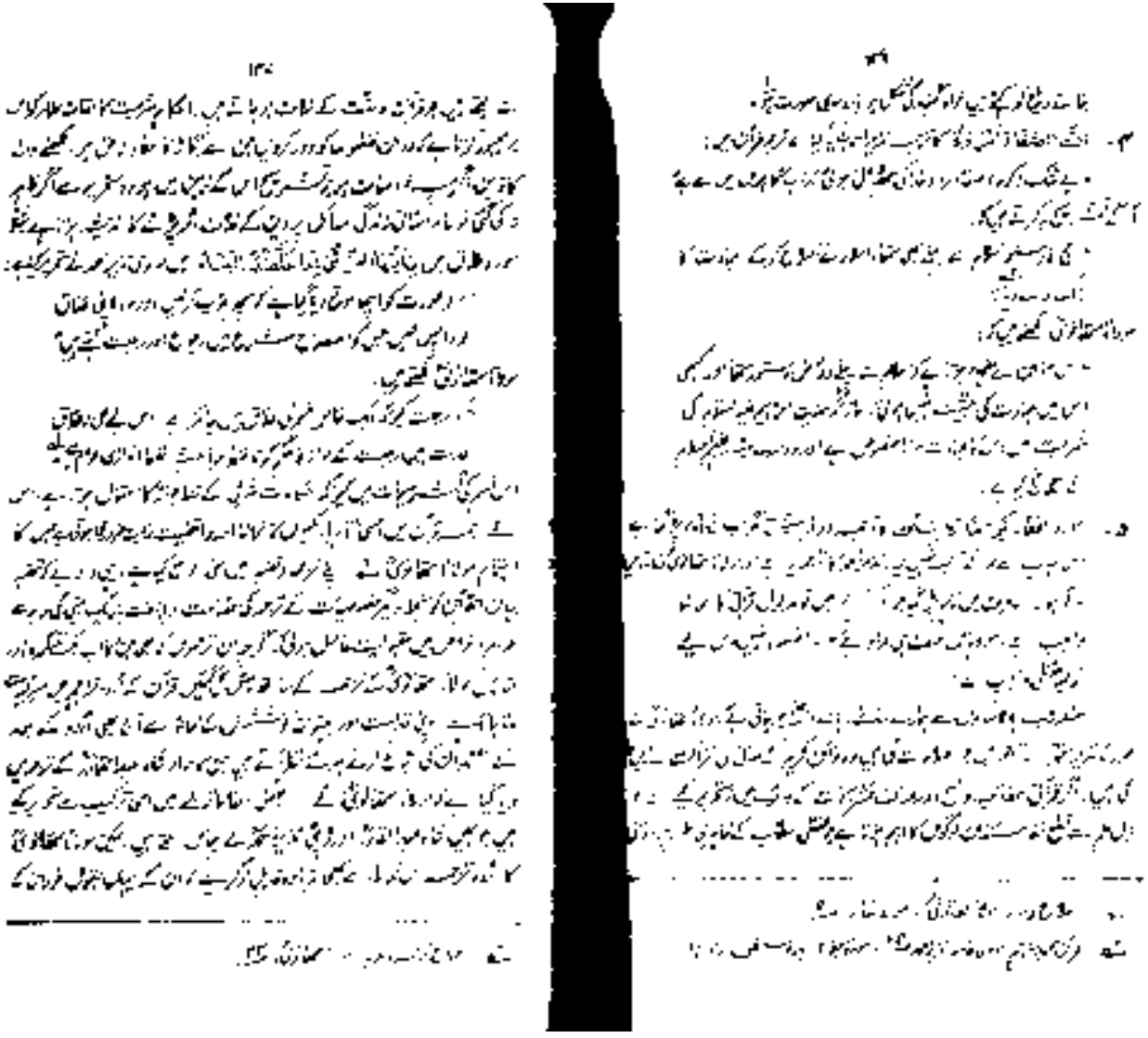

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"عوام و خواص دونوں کی رہنمائی کی ہے۔" کہا جاتا ہے کہ مولانا عثمانیؒ کی تفسیر بیان القرآن جلد کے لیے بھی تائید مستند ہے اور عوام بھی سند تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی تفسیر میں تفاسیر سے مختلف اور متعدد تراجم میں مولانا کا ترجمہ انتہائی خوبیوں کا حامل نظر آتا ہے اور امید ہے کہ اس تفسیر کی گہرائی سے اس کا مطالعہ کیا جائے گا اور اس تفسیر کی مقبولیت و دلپذیری بھی ہر گزرتے لمحہ کے ساتھ روز افزوں ترقی کرتا رہے گا اور تفسیر بیان القرآن کی خوبیاں واضح ہو کر سامنے آئیں گی۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

(قرآن) اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسی کو سب طور پر کہ اہم سب متفق بھی رہو اور نہ ہو تم آپس میں متفرق

تفسیر بیان القرآن مع ترجمہ مولانا تھانوی

سورۃ آل عمران، جلد ۱، ص ۲۱۲

تفسیر بیان القرآن کا جائزہ کلامی نقطہ اور تفسیر بالماثور کے نکتہ نظر سے

تفسیر بیان القرآن کی کلامی حیثیت

قرآن کا سب سے اہم موضوع خدا کی ذات، صفات، حشر نشر، جنت و جہنم و غیرہ کی کلامی امور پر مشتمل ہے۔ وحدانیت و ربوبیت کے مسائل قرآن کی اساس ہے کر انبیاء کے نام آیتوں میں پھیلے ہوئے ہیں، اس لیے قرآن مجید کے مفسرین اپنی تفسیروں میں ان پر کلامی مباحث کرتے ہیں۔ قرآن کے وہ گوشے جو بظاہر متشابہات کی تائید کرتے ہیں۔ کلامیات کے گرد گھومنے والے متشابہات عموماً ہر دور میں کسی نہ کسی رنگ میں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور بعض جزئی تفصیلات میں اختلاف رونما ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ وہ مسائل اصولیات سے مربوط ہیں، لیکن ہر دور میں علماء دین کی فکری رجحان نے انہیں کو نئے انداز سے پیش کیا ہے اور جس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ ایک کتب خانہ تیار ہو گیا ہے۔ علماء کی اس علمی کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہر دور کے مفسرین کو ان کے جواب دینے پر مجبور کیا ہے اور انہوں نے قرآن کے کلامیات کو عقلی طریقے پر تمام متشابہات کو زیر کر کے پیش کیا۔

کلامیات پر مبنی والے اختلافات چونکہ عقلی ہوتے ہیں، اس لیے مفسرین نے ان مسائل کی تفسیر بھی عقل و دلائل سے کام لیا ہے، بلکہ بعض مفسرین نے تو زمانہ کے عقلی رو سے متاثر ہو کر اپنی تفسیر کی بنیاد ہی عقلیات پر رکھی ہے اور قرآن کی ہر آیت کی تفسیر عقل طور پر کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں اس قدر غلو کیا ہے کہ قرآن کی تفسیر سلف کی سمجھ سے بالکل جدا ہو گئی ہے، حالانکہ ہر مفسر کو اصحاب کے صدا نے رواۃ الفیاض

www.KitaboSunnat.com

اور فرماتے ہیں کیا ہے۔ متعدد مقامات پر ان ضدوں سے مرعوب ہو کر قرآن کی آیات متشابہات کی تاویل شروع کی، بعض نے صرف قرائن عقلیہ و نقلیہ کی روشنی میں تاویل کی کوشش کی اور بعض نے تو ہر اس لفظ کی تاویل کر ڈالی جس کے ظاہری معنی عقل کے خلاف نظر آئے۔ چنانچہ ابن تیمیہ اپنی کتاب "التدمریہ" میں لکھتے ہیں:

"ان الذین حملوا الید علی القدرۃ والعین علی البصر والوجہ علی الذات ونحو ذلک من الالفاظ التی یعلم ان ظاہرہا غیر مراد فانہم لم یکونوا یعلمون ان الایمان بالقدر کذا والایمان بالیوم الآخر کذا بل کانت تلک امورا معلومۃ عندہم من مدلول الالفاظ التی یعلم ان ظاہرہا غیر مراد فانہم لم یکونوا یعلمون ان المعنی المعروف عند العرب من الید والعین والوجہ لیس ہو المراد بل کانوا یعلمون ان المراد بہذہ الالفاظ ہو المعنی الذی یعرفہ العرب بہذہ الالفاظ ویفہمونہ منہا"

"قرامطہ جو باطنیہ کی ایک شاخ ہیں اور جن کو اسماعیلیہ بھی کہتے ہیں انہوں نے تحریف کی اور الحاد کو اختیار کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اس لئے نازل فرمایا ہے تاکہ اس کی آیات کے ظاہر کو باطل کر دیا جائے۔ لہٰذا جو شخص قرآن کے ظاہر پر عمل کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اس طرح وہ سب لوگ گمراہ ہیں جو قرآن کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں۔"

مگر حیرت ہوتی ہے متاخرین میں سے بعض علماء پر جنہوں نے قرآن کی متشابہ آیات کی تاویل کرنے میں ان قرامطہ کی پیروی کی۔ ان متاخرین میں سے

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ کر کے عوام تک پہنچاتے ہیں جس کا آغاز انہوں نے ہی کیا تھا اور یہ ہے وہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے۔

حکیم الامت اس عبارت پر زور دے رہے ہیں کہ قرونِ اولیٰ کا حوالہ دینا ضروری نہیں، نہ عقل و نقل کے مابین تطبیق کا یہ صحیح موقع ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ قرونِ اولیٰ میں عقل و نقل کے مابین کوئی تعارض نہیں ہو سکتا، جن کی مستند شخصیت ہیں، یہاں پر ان کی رائے کو حجت سمجھا جائے گا۔ حکیم الامت کا یہ طریقہ تطبیق بین العقل والنقل ہے سنت سالفین کے تتبع کے مطابق ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے بھی درء تعارض العقل والنقل کے نام سے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی مذکورہ تصنیف کا آغاز عقل و نقل کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"العقل الصريح لا يعارض منقولا صريحا وإنما يعارض النقل إما عقل غير صريح فيكون جهلا وإما نقل غير صحيح فيكون كذبا وهذا في نفس الأمر ثابت وإن كان قد يتعذر على بعض الناس معرفة كثير من العقليات والنقليات وقد يتعذر عليه معرفة فساد ما يعارض به من المعقول والمنقول وقد يعجز عن الجواب المفصل عن كل ما يورد عليه من الشبهات والله يعلم وأنتم لا تعلمون"[1]

حکیم الامت تھانویؒ کے یہاں بھی یہ کہ عقل و نقل کی تطبیق بین سلف و سالفین کا اختلاف تھا، اس لیے انہوں نے ضمنیات کو قصداً ترک کر دیا جیسا کہ ان کے پیش نظر شبہات

---

[1] کلیات تفسیر ابن القیم الجوزیہ، ص ۱۵۳، ۱۵۴ بحوالہ تفسیر ابن قدامہ، ج ۱، ص ۱۵۳ (مقدمہ)

کو رد کرنے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے الفرقان کے دور حاضر کے پیدا شدہ شبہات کا استیعاب نہیں کیا بلکہ شبہات کے جو جوابات دیئے ہیں ان میں صرف ان شبہات کو خاص کیا ہے جن کا رد عقل دلیل سے ہو سکتا ہے، جن کا رد عقل دلیل سے نہیں ہو سکتا ان کو چھوڑ دیا ہے۔ حکیم الامت نے اپنے مقدمہ میں اپنے طریقہ کو اس طرح بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"شبہات کے جواب دینے میں صرف ان شبہات کو خاص کیا ہے جن کا رد عقل دلیل سے ہو سکتا ہے، جیسے کوئی آیت یا کوئی حدیث یا کوئی اسرائیلیات یا نقل یا عمل اور ان کا اضطراب کوئی امر صحیح نہیں ہے بلکہ وہ صرف شبہ (وہمی دلیل) ہے اور اس کے جواب میں ہوا کہ طلب دلیل کافی ہے اس لیے اس سے تعرض نہیں کیا گیا اور بہت سے شبہات نفس تفویض و ترجیح سے رفع پذیر ہو گئے۔"[1]

اس تشریح سے تفسیر مذکور کا یہ حلقہ ذات و صفات وغیرہ میں بالکل رد شبہات کا انتہائی ایجابی انداز کے ساتھ رفع کیا ہے اور بقیہ تمام دیگر علوم و مباحث کے تراجم کا حوالہ کیا ہے، اسی بحث میں جہاں بقیہ تمام علوم کو جمع کیا ہے وہاں روایات کو بھی قرونِ اولیٰ میں تحریر کرتے ہیں اور اضافات کو رفع کرتے ہیں، لیکن اس میں بھی انتخاب سے کام لیتے ہیں۔ مفسر نے کوئی چیز زیادہ نہیں بھلایا ہے، بلکہ شبہات و عقائد کے تحفظ کے ساتھ صرف منقولات کو ترک کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"مسائل کلامیہ تفسیر کی ہر کتاب کے ضمن میں تحقیق ہر کتاب کی گئی ہے میں نے تفسیر قرآن کی موضوع تھی۔"[2]

حضرت تھانویؒ حکیم الامت کے بیانات علمیہ کو اپنی تفسیر میں جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی کبھی اپنی رائے پر بھی اظہار کرتے ہیں، لیکن اکثر مقامات پر ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ حکیم الامت کے بیانات کو نقل کرتے ہیں، کبھی کبھی عوام کے فہم کے لیے اس کی تلخیص بھی کر دیتے ہیں، اور کبھی کبھی عوام کا خیال کر کے ذکر بھی کیا ہے تو دوسری جماعت میں آگئے ہیں، مستند ما منقولات و روایات میں مزید بڑھا

---

[1] تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۱۵

[2] ایضاً، ج ۲، ص ۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ بیانات کے مختلف دائرے بیان کرنے کے وقت بھی ان کا انداز بیان خاص علمی اور منطقی ہوتا ہے اور دلائل میں انھوں نے منطقی قواعد کی پوری رعایت کی ہے۔ وہ اپنے مقدمہ میں خود لکھتے ہیں:

"تقریر دلائل بیات میں قواعد میزان منطقیہ کی پوری طرح سے رعایت کی گئی ہے جس کا لطف ارکبار اور طلبہ کے پڑھنے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے"[1]

لیکن دراصل کی تقریر حضرت چکڑالوی نے بھی اسی انداز اور انتظار سے کی ہے اس کو گہری نظر سے پڑھنے والے علماء ہی سمجھ سکتے ہیں، جو غور اور امعان نظر سے واقف ہوں۔ چونکہ ان کے پیش نظر عوام ہوتے ہیں اس لیے ان کی زبان میں کلام کیا ہے لیکن اس کا مطلب نہیں ہے کہ انھوں نے علمی رعایت نہیں کی ہے۔ بلکہ انھوں نے عوام کو مخاطب بنا کر لوگوں کے مشتبہ بیانات کی کمی یا بیشی کی ہے اور ان کا جواب اس انداز میں تحریر دیا ہے کہ عام مشترک مقامات میں مختصر ہو جاتے ہیں۔ لیکن تدبر سے کام لینے والوں کو سوء فہم کے پیدا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ حضرت چکڑالوی نے اپنے مخاطبین کی ذہانت کو بڑھا دیا ہے اس لیے بہت سے ایسے نظریات کی تردید ان کی تحریر میں نہیں ملتی۔ جو عوام میں رائج اور پیدا کردہ ہیں۔ البتہ بعض مجبوریوں یا انھوں نے آیات کی تفسیر میں کسی کا سہارا لیا ہے یا بعض ایسے مشہور لوگ ہوتے ہیں جن پر ان کو اعتماد ہوتا ہے جن کے کلام کو وہ بلا تردد لے لیتے ہیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ان کا کلام بھی ان کے مخصوص انداز کا ہوتا ہے جیسا کہ علامہ شبلی کا کلام ہے جو مجتہدانہ شان رکھتا ہے۔ کہیں انھوں نے بھی کسی کے مشتبہ بیانات کی نقد و تنقید میں ایسا ہی انداز اختیار کیا ہے۔ کہیں ان کے مشتبہ بیانات کی نقد و تنقید میں ایسا ہی انداز اختیار کیا ہے۔

کہیں الاستاذ کا لفظ کہیں علامہ کا لفظ اور کہیں صرف نام لے کر انھوں نے اپنے مخاطب کو متعین کر دیا ہے اور ان کے مشتبہ بیانات کی تنقید کی ہے جس سے اس کا کل انحراف نہیں کیا ہے۔ ذات و صفات کی بحث میں تشریح کرتے ہوئے انھوں نے امام الکتاب کے اس جملہ کی پیروی کی ہے "لیس اسماؤہ غیر مسمیٰ علی الترادف" کے بارے میں پڑھنے والے سے کہا تھا:

---

[1] علامہ شبلی، الفاروق، ج ۱، ص ۶

[illegible] والکلمۃ مع قول، "الایمان بہ واجب"
والسؤال عنہ بدعۃ" [illegible]

اس مسلک کی تشریح کرتے ہوئے آیت "وَزِدْنَاهُ ثَقْفٍ وَرَبِّي مَنْ قَالَ فَرِيقٌ" [illegible] جیب دھۃ اللہ، ج ۱، ص ۱۰۰ میں لکھتے ہیں:

"اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] اور اگر کچھ بیر [illegible] دریافت کریں تو آپ نے ممانعت سے کان [illegible] کریں [illegible] اور [illegible] مستقل [illegible] سوالات کیے [illegible] [illegible] کرنے والے کی [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"یہ [illegible] [illegible] کریں [illegible] ایک شخص نے [illegible] کیا [illegible] [illegible] [illegible]

www.KitaboSunnat.com

کو جائز قرار دیتے ہیں اور روایات و سطحات کے باب میں قول تاویل نہیں کرتے۔ حضرت تھانوی کے تصوف تاویل کرنے کی مثالیں "بیان القرآن" میں ملتی ہیں۔ وہ ان کا مقام ہے۔ جہاں تک مستشرقین کے مدرسہ فکر کی نمائندگی کا تعلق ہے، یہ ہندوستان کے مدرسہ مغربی تعلیم یافتہ حضرات ہیں جو جدید علوم اور مستشرقین سے متاثر ہو کر قرآن کی کما حقہ تفسیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ قرآن کو ایسی کتاب ثابت کیا جائے جو ہر زمانے کے لیے قابل عمل ہو۔ ان کے نزدیک قرآن کی ہر آیت کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے اس پس منظر کا علم ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی اس کے عمومی مفہوم کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح قرآن کی بہت سی آیات کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے لیے تھیں، ہمارے لیے نہیں۔ اس مدرسہ فکر کے نمائندہ مفسر سرسید احمد خاں ہیں۔ ان کی تفسیر کا بیشتر حصہ اسی نوعیت کا ہے۔ ان کے بعد ان کے ہم عصر دوسرے حضرات نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے۔ ان میں مولانا عبدالماجد دریابادی کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام

سرسید کی اس تاویل کی تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر مخالفت کی۔ اس کے بعد ان کے رفقاء نے بھی اس تاویل کو اختیار کیا۔ ان میں مولوی چراغ علی اور مولوی محمد علی مرحوم کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اس تاویل کو اختیار کیا۔ ان کے بعد مولانا حمید الدین فراہی نے اس تاویل کو اختیار کیا۔ ان کے بعد مولانا امین احسن اصلاحی نے اس تاویل کو اختیار کیا۔ ان کے بعد مولانا غلام احمد پرویز نے اس تاویل کو اختیار کیا۔ ان کے بعد مولانا عبدالماجد دریابادی نے اس تاویل کو اختیار کیا۔ ان کے بعد مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اس تاویل کو اختیار کیا۔ ان کے بعد مولانا امین احسن اصلاحی نے اس تاویل کو اختیار کیا۔ ان کے بعد مولانا غلام احمد پرویز نے اس تاویل کو اختیار کیا۔ ان کے بعد مولانا عبدالماجد دریابادی نے اس تاویل کو اختیار کیا۔ ان کے بعد مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اس تاویل کو اختیار کیا۔

[illegible] کذب ہے، جس سے انکار تواتر کے منافی ہوتا ہے۔ [illegible] کے متعلق [illegible] کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تفسیر ضروری ہے۔ تفسیر سے مراد ان قرائن کی تعیین ہے جو [illegible] کی تعیین کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور آپ مرحوم ہو گئے اور پھر قیامت کے قریب تشریف لائیں گے۔ اور اس بنا پر جو حیات عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے منتظر ہیں، ان کی تردید کی ہے کہ اس سے مثیل عیسیٰ ہے اور پھر اس مثیل کا مصداق اپنے کو قرار دیتے ہیں اور اس دعویٰ کے کل مشبہ بہ کے دو امر ہیں۔ ایک نقلی دوسرا عقلی۔ نقلی پر وہ حدیث ہے آپ کے بارے میں لفظ "منزل" فرمایا ہے۔ عقلی یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا محال ہے اور اس جانب پر تمام تر تاویلوں کی ہے۔

نقل لیا ہے اب ظاہر ہو گیا کہ اگر حدیث تک کے متواترات کے خلاف [illegible] ہو [illegible] ہے۔ اور یہ تاویل [illegible] ہے۔ اس سے قرآن [illegible] یا حدیث قابل اعتماد کی [illegible] ہے۔ اس سے [illegible] ثابت ہے۔ [illegible] کی آیت "وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ" سے رفع کی نفی فرماتے ہیں [illegible] پر۔ "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ" میں تنبیہ۔

اگر کوئی منکر کہے تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ [illegible] کے لیے [illegible] کے [illegible] ہوتا [illegible] ہوگئی۔ اور [illegible] ہو گیا۔ [illegible] فائدہ [illegible] ہو گیا۔ بہرحال [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔

[illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔ [

www.KitaboSunnat.com

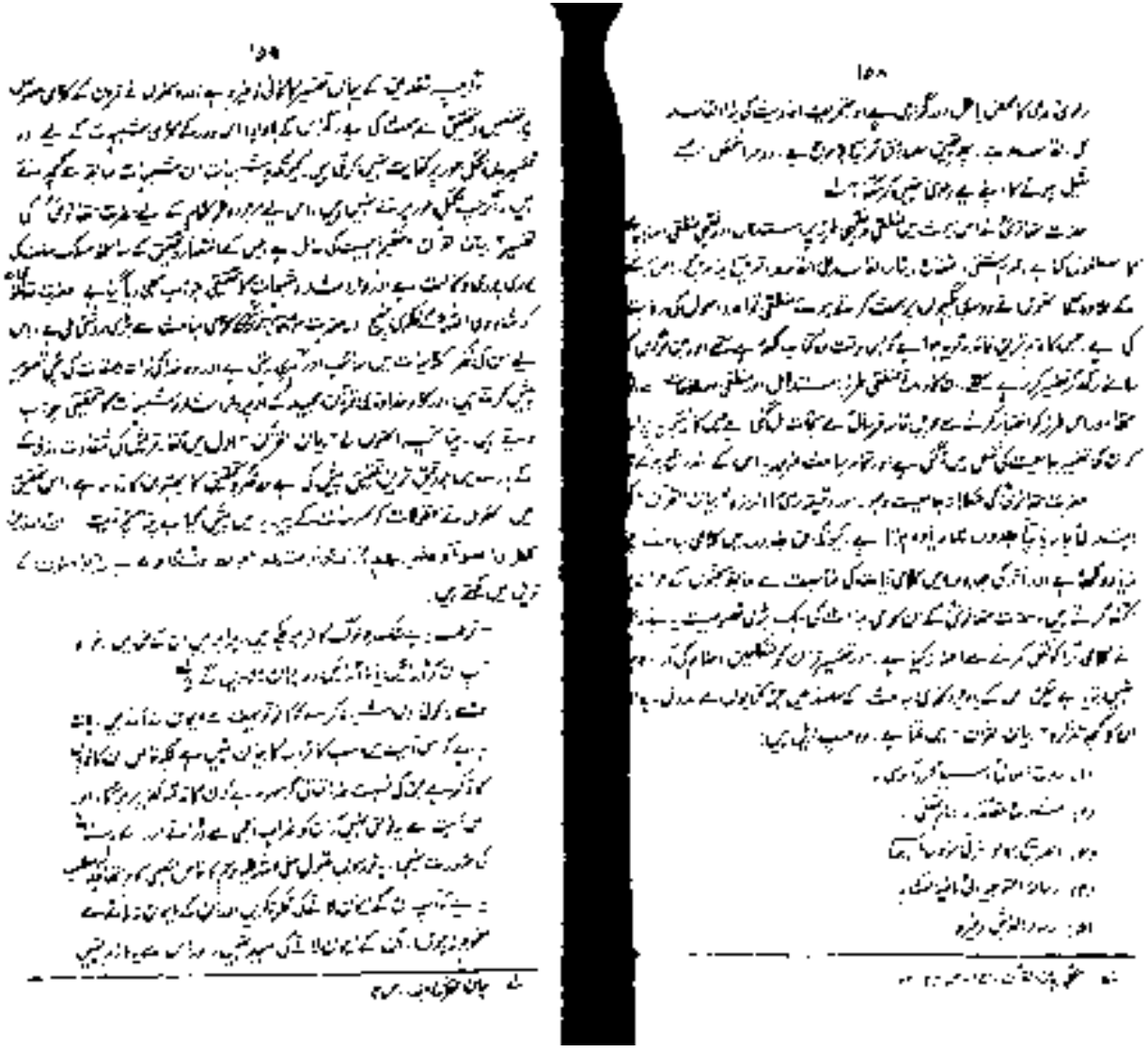

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[illegible] کر پھر ہمیں کو کلام سنانا ہوتا ہوا۔ تو بے شک اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہ پھر جا۔ بات یہ ہے کہ بعث بعد الموت کے بارے میں کوئی نہ کوئی شبہ یہاں ان لوگوں کو تھا جو نہ ہو سکتا۔ اس لیے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی۔ کہ اگر یہ لوگ تمہاری تکذیب کر رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہ ہوئی۔ پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے۔

مذکورہ بالا سوالات کے جواب ہم نے دیئے ہیں۔ ان کے جواب میں لکھتے ہیں:

تنبیہ:۔ ہم کو یوں دیکھ کر جب اللہ تعالیٰ خان کی نسبت یوں فرماتا ہے کہ ان کا دل خدا تعالیٰ کی طرف سے خوف واقع ہوتا ہے۔ تو اب ایمان نہ لانے میں ان کو معذور سمجھنا چاہیے؟

اقول:۔ یہ کہنا اگر ایسا ہے جیسے طبیب روزی کسی مریض سے اس کی نسبت کہے کہ اس کی تو دو چار روز میں گئی۔ یہ ایسا چلا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ دوسرے اس طبیب کے کہنے سے معذور نہیں ہو گئے۔ بلکہ طبیب کا یہ کہنا خدا تعالیٰ کے اطلاع دینے کے سبب سے ہے۔ جو طبیب کا کہنا خدا کے موافق ہو گیا ہے۔ اسی طرح یہاں سمجھنا چاہیے کہ اس کافر کا ایمان نہ لانا خدا تعالیٰ کے علم میں ہے۔ بلکہ قرآن شریف میں اس کا پیدا کرنا بتایا ہے۔ تو ان پر عذاب ہونا اور ان کا ایمان نہ لانے کی حالت خدا کی نسبت اور خدا تعالیٰ کے سبب بیان ہوئی ہے۔

اس طرح حضرت خالق کی طرف سے مقبول و مخلوق کے درمیان "بیان القرآن" میں پھیل ہوئی ہے۔ اور مختلف فیہا میں سے فرق مبتدعہ مشتبہ اور بعض جاہل حاشیہ کی رائے عبارت میں ترجمہ کرتے ہیں۔ جبکہ موجودہ دور کے مستشرقین کی زیادتیوں کے ساتھ ان کی تفسیر میں نہیں ملتی ہے۔

۱؎ بیان القرآن جلد ۱، ص ۳

تفسیر بالماثور کے نکتہ نظر سے تفسیر بیان القرآن

حضرت تھانوی کی تفسیر کی خاص خوبی ان کا اسلوب ہے جس میں تمام مفسرین نے اصول اور تفاسیر کی پیروی کی ہے۔ حضرت تھانوی کا یہ تفسیر میں بھی ترجیح دیتے تھے۔ وہ ایسے تھے جو احادیث و روایات پر بہت زور دیتے تھے۔ ان کی تفسیر کی اہمیت کا صحیح اندازہ اس کتاب سے پڑتا ہے جس کی تالیف کا مقصد اپنے زمانہ میں علامہ سید انور شاہ کشمیری نے کی تھی۔ جو کہ احادیث پر بہت گہرا اور قرآن کے شارح اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیروں سے واقف تھے۔ اور قرآن کو خدا تعالیٰ کی کتاب کی حیثیت سے اس کی عظمت و جلالت۔ بعض غلط اور گمراہ فرقوں کی تشریحات جو کہ قرآن کے نام سے پیش کرتے تھے۔ اس لیے وہ قرآن بعض غلط کی تفسیر کرتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں کسی کا قول قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ خود اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"جس آیت کی تفسیر میں حدیث مرفوع آئی ہے اس کے مقابلے میں کسی کا قول نہیں لیا گیا ہے"۔ ۱؎

واقعی تفسیر کا اصول خدا اس قدر قبول ہوا ہے کہ حاشیہ کی ہر جزئی جزئیات مستقل روایات کی صحت پر تحکیم اور صحت و صلاحیت پر حکم کرتے ہیں اور اس طرح ان تمام اعتراضات کا ازالہ کر دیا ہے جو کتب حدیث میں اقوال آیات کی تفسیر سے متعلق وارد ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مستشرقین کے وہ اعتراضات جو حدیث کے ان حصوں پر ہیں جن کے متعلق نظریہ قائم کیا جاتا ہے کہ وہ قول

۱؎ بیان القرآن ج ۱، مقدمہ ص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درمنثور اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ ہے۔ تفسیری روایات میں حضرت تھانوی کا التزام صرف صحیح روایتوں کا ہے۔ جیسا کہ اس کی صراحت انھوں نے اپنے مقدمہ میں کی ہے[1]:

حدیث کے بعد جس بنیاد پر انھوں نے تفسیر لکھی ہے، وہ صحابہؓ کا تحامل ہے۔ اس لیے سلف صالحینؒ جنھوں نے صحابہ کی تفسیروں پر اپنے اقوال کی بنیاد رکھی ہے ان کے مقابلہ میں متاخرین کے اقوال کو جو سلف صالحین کے خلاف ہے اہمیت نہیں دیا ہے۔ چونکہ انھوں نے تفسیر بالماثور عن الرسول وعن الصحابہ کی پیروی کی ہے اور بیان القرآن میں احادیث نبویؐ اور آثار صحابہؓ کی پوری رعایت کی ہے اور ساتھ ساتھ اسرائیلیات کا بھی انسداد کیا ہے۔ اس لیے ان کی یہ تفسیر اردو تفاسیر کے درمیان تحقیق و تنقید اور تدقیق و تنقیح کا ایک نمونہ پیش کرتی ہے جس سے تعلیمات کا صحیح علم اور روایتوں کی صحت و ضعف کا عرفان ہوتا ہے۔

یہاں اس کا تذکرہ ضروری ہے کہ حضرت تھانویؒ تفسیر میں روایتوں کی صحت اور تفسیر بالماثور کے التزام میں پہلے شخص نہیں ہیں، بلکہ ان سے قبل "فتح المنان" کے مصنف شاہ عبدالحق حقانی دہلوی اپنی تفسیر میں روایات صحیحہ اور تفسیر بالماثور کا نمونہ پیش کر چکے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اس طریقۂ تفسیر کا ذکر "فتح المنان" کے مقدمہ میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اس تفسیر میں روایت کو کتب حدیث سے اور درایت اس فن کے علماء محققین سے نہایت احتیاط کے طور پر لیا گیا ہے۔"[2]

نیز لکھتے ہیں:

"کوئی حدیث بغیر مستند کتب صحاح ستہ وغیرہا کے نہیں لائے ہیں۔"

قرآن کی آیتوں اور سورتوں کی شانِ نزول میں مفسرین کی حدیثی واقعیت کی کمزوری سے بہت موضوع اور باطل احادیث داخل ہوگئی تھیں۔ اس لیے حضرت تھانویؒ نے شانِ نزول کے باب میں اس کا خاص اہتمام کیا ہے کہ ضعیف یا موضوع احادیث نہ آنے پائیں۔ شانِ نزول

---

[1] بیان القرآن ج ۱، مقدمہ ص ۵

[2] فتح المنان مروجہ، تفسیر الحقانی ص ۱۲

احادیث و روایات آپس میں متعارض و متصادم بھی ہوتی ہیں اور بسا مرتبہ ایک ہی کے بارے میں مختلف صحابہؓ سے مختلف واقعات نزول منقول ہوئے ہیں۔ ایسی جگہوں پر نے حاشیہ کی عربی عبارت میں تطبیق دی ہے۔ چنانچہ انھوں نے اختلاف کے وجوہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اعلم انه ربما يقع اختلاف بين الروايات في سبب النزول ووجه الجمع بينهما ان السبب واحد منها والاخرى مقصورا بيان دخول الحكم الفلاني في عموم الاية، لا بيان لسبب كما نقل السيوطي في "باب النقول" عن الزركشي، قال في البرهان ومن عرف من عادة الصحابة والتابعين ان احدهم اذا قال نزلت هذه الاية في كذا، فانه يريد بذلك انها تتضمن هذا الحكم، لان هذا كان السبب في نزولها فهو من جنس الاستدلال على الحكم بالاية لا من جنس النقل لما وقع"[1]

ترجمہ:

"اور ایسی صورت جمع کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آیت بعد واقعات متعددہ کے نازل ہوئی اور چونکہ آیت میں خود اشارہ کسی واقعہ مخصوصہ کی طرف ہوتا نہیں۔ اس لیے ممکن ہے کہ بعض لوگ تو کسی کو سبب نزول کا سمجھ رہے ہیں اور بعض لوگ دوسرے واقعہ کو۔ اسی کی بنیاد پر اختلاف روایات اسباب نزول آیت میں آگیا ہو، وغیرہ وغیرہ۔ واقعات بھی سبب نزول آیت ہو سکتے ہیں۔"

تفسیر بالماثور کا دوسرا اہم فائدہ منافقین، معجزات وغیرہ کے باب میں آیا ہے۔ آیات کے سلسلے میں احادیث نبویؐ اور تفاسیر صحابہ و تابعین کو جن لوگوں نے مدِ نظر نہیں

---

[1] حاشیہ علیہ بیان القرآن ج ۱، ص ۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے۔ وہ افراط و تفریط کی راہوں سے بچ کر صراطِ مستقیم کے سرے تک جا پہنچے ہیں۔ عقائد کے بارے میں وہ تشدد کی حد تک معتبر ہوتی ہیں جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و سلف صالحین سے مروی ہوں۔ ان کے علاوہ دیگر تفاسیر و تشریحات صحابہ کے اجتہاد کی ذہنی کاوشوں کا ثمرہ ہوتی ہیں معتبر نہیں ہوتی ہیں، کیونکہ علام الغیوب کی ذات بے چون و چگوں اور ماورائے ادراک ہے۔ اس ذات کی کنہ و حقیقت تک رسائی رسول کے علاوہ کسی کے بس کی بات نہیں۔

حضرت تھانوی جس مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے اس میں بھی سلف صالحین کی تفسیروں کا ذخیرہ تھا اور اس مکتبِ فکر کا مزاج خود تفسیر بالماثور کا تھا۔ احادیث اور اقوالِ صحابہ سے ہٹ کر تفسیر کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے جب حضرت تھانوی تفسیر لکھنے کے لیے بیٹھے تو اپنے مزاج کو بھی ایسا ہی پایا اور کتبِ سلف کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر اردو میں "بیان القرآن" لکھا۔ چنانچہ خاص طور پر انہوں نے جن کتابوں کو سامنے رکھا ان تفسیروں میں روح المعانی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر الدر المنثور، تفسیر بیضاوی، معالم التنزیل، خازن وغیرہ ہیں۔ یہ تمام تفسیر بالماثور کی پیروی کرتی ہیں اور ان کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کی تفسیر ملتی ہیں۔ اس لیے حضرت تھانوی کو تفسیر بالماثور کے لیے زیادہ کاوش نہیں کرنی پڑی ہے، کتابیں دستیاب تھیں اور مستند تھیں اس لیے ان سے نقل کرنے پر اعتماد کر کے اپنی تفسیر لکھی ہے۔

تفسیر بیان القرآن کی فقہی حیثیت

علوم اسلامیہ میں علم تفسیر کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اس لیے علم تفسیر کا موضوع "کتاب اللہ" ہے جو پورے دین کی اساس ہے۔ اسی لیے فہم قرآن اہم ترین دینی فریضہ ہے اور قرآن کا موضوع ہدایت ہے، انسان اپنی معاش و معاد دونوں ہی میں ہدایت الٰہی کا محتاج ہے، اس لیے کہ اس کائنات کا مطالعہ اسے خالق کی نشان دہی کرتا ہے جو حی و قیوم اور قادرِ مطلق ہے اور ساتھ ہی ساتھ رحمان و رحیم بھی، صاحبِ عدل بھی اور صاحبِ مغفرت بھی۔ انسان اس خالق کے سامنے جواب دہ ہے۔ انسان کی موت ابدی موت نہیں بلکہ ایک نئی زندگی کی تمہید ہے

...لیے آگے مرنے کے بعد خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ اور وہ اپنے اعمال کے مطابق ...ائے گا۔ پس آدمی نہ صرف دنیاوی زندگی میں فلاح کا خواہش مند ہے بلکہ مرنے کے بعد ...زندگی آنے والی میں بھی وہ نجات اخروی فلاح کا طالب ہے۔ خدائے رحمان و رحیم نے انسانوں ...ہدایت کے لیے نبی بھیجا اور نبیوں پر کتابیں اتاریں۔ اور سب سے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ...سب سے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سب سے آخری کتاب "قرآن" کا نزول ہوا جو ...انسان کی دنیوی زندگی کو اس صراطِ مستقیم پر چلانے کے لیے نازل ہوا جو اس کے لیے ...ت پر کر دنیا میں امن و راحت اور سکون و طمانیت روحانی کا ذریعہ، بلکہ آخرت میں بھی نجات ...ح کا ضامن ہو۔ اسی لیے قرآن ان بنیادی مقامات کی طرف راہبری کرتا ہے جو اس کائنات ...مبدا و معاد، کائنات میں انسان کی حیثیت، خدا کے حی و قیوم کی ذات و صفات، حیات ...الموت، رسالت و نبوت، کتبِ سماویہ، ملائکہ، جنت و جہنم وغیرہ امور الطبیعاتی حقائق سے ...ن رکھتے ہیں۔

اسی طرح قرآن انسانوں کی پسند و ناپسند سکھاتا ہے۔ اخلاقِ عالیہ، عادات جمیلہ ...کی فضائل اور خصائل رذیلہ کی نشاندہی کرتا ہے، انسانی لاشعور کی گہرائیوں کھولتا ہے، اور اس ...اصول و ضوابط بیان کرتے ہوئے کمالات کے تحصیل کا شوق پیدا کرتا ہے۔

إنما الأعمال بالنيات
إنما الأعمال بخواتيمها، إذا مات انقطع عمله
وإذا تم الخير تم
إذا مست الإنسان ضر دعانا
فسوف الله فاضلهم فضلا

اسی طرح قرآن انسان کی انفرادی [illegible] زندگی کو زیرِ بحث لاتا ہے [illegible] ...بین الاقوامی تعلقات پر گفتگو کرتا ہے، سیاسیات [illegible] ...تا ہے، معاشرتی [illegible] ...شواری کے طریقے بتاتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ کاروبارِ [illegible] ...طال ہے اور کیا [illegible] ...ان کے کیا اصول ہیں؟ اور جنگ و صلح کے کیا ضابطے ہیں؟ [illegible] ...اس طرح [illegible]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کی مہذب اور وسیع تر سرگرمیوں کو منظم کرنے کے لیے جامع ترین قوانین اپنی ساری شاخوں کے ساتھ قرآن کا موضوع ہیں۔

قرآن کتاب عبرت و نصیحت بھی ہے، اس کی آیتیں دلوں کو چھو لیتی ہیں، وہ مخاطب کے دل میں چھپی معرفتِ حق کی چنگاری کو سلگانے کے لیے کائنات میں چھپی ہوئی نشانیوں کو اجاگر کرتی ہے، اور اس طرح مقصدِ ہدایت و تذکیر کی تکمیل کے لیے سیکڑوں طبیعاتی حقائق پر سے پردے اٹھاتا ہے۔

اور نہ صرف یہ بلکہ زمانے کی راکھ تلے دبے ہوئے تاریخی واقعات کو عبرت ناک پیش کرتا ہے اور ماضی کی روشنی میں سبق حاصل کر کے مستقبل کی تعمیر کی ہدایت کرتا ہے۔ طرح قرآن کلامی حقائق، فقہی مباحث، قانون، اصولِ قانون، فلسفہ قانون، طبیعات و مابعد الطبیعیات، نفسیات، مظاہرِ قدرت اور تاریخ وغیرہ سبھی قسم کے مباحث کو اپنے مختصر سے جم میں سمیٹے ہوئے ہے جو براہِ راست یا بالواسطہ ہدایت انسانی کے موضوع سے متعلق ہو سکتے ہیں اور جن کتاب کا موضوع اتنا وسیع ہو، ظاہر ہے کہ اس کی تفسیر و تشریح کا فرض بھی اتنا ہی وسیع نازک اور اہم ہوگا۔

یہ تو معانی و مضامین قرآن اور اس کے علوم کی طرف ہلکا سا اشارا ہوا۔ ورنہ یہ ایسا بحرِ زخار ہے جس کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ دشوار ہے۔ اور جیسے جیسے علم و تحقیق کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا، علومِ قرآنی کی وسعت کا مزید انکشاف ہوتا جائے گا۔

دوسری طرف قرآن کے اسالیبِ بیان، اس کی تعبیرات، اس کے امثال، استعارات اور مجازات و کنایات کسی بھی مفہوم کے بیان کے لیے منتخب کیے گئے، مفرد الفاظ، جملوں کی تراکیب، کلمات اور جملوں کی فصاحت، موقع کلام، مخاطب کے حالات اور ان کی ذہنی و نفسیاتی کیفیات کے متضاد تقاضوں کی رعایت، تحسینِ کلام کے لیے مختلف صنعتوں کا استعمال اور قرآن کا معجزانہ طرزِ بیان، یہ سب کچھ اپنے دامن میں قرآن کے طالب علم کے لیے علم و تحقیق کی ایک وسیع دنیا سمیٹے ہوئے ہے۔

...ی حیثیت

حضرت تھانویؒ عبقری صفت انسان تھے ان کی نگاہ تمام علوم اسلامیہ حدیث، تفسیر، کلام اور تصوف میں گہری اور عمیق تھی۔ وہ بیک وقت محدث بھی تھے اور مفسر بھی، فقیہ بھی تھے اور متکلم و صوفی بھی، اس لیے قرآن کریم جو ان کی فکر و نظر کا محور اصلی ہے۔ اس کی تفسیر میں ان کی حدیثی، فقہی، کلامی اور تصوفی مخصوصیات و صفات تمام تر نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں۔ حضرت تھانویؒ کو فقہ پر کامل عبور تھا اور ان کی نگاہ فقہ کے جزئیات و کلیات پر حاوی اور عمیق تھی، اس لیے تفسیر قرآن میں اکثر فقہی آیات پر فقہی مسائل کے ساتھ فقہی اصول یعنی استنباط و استخراج کے طریقوں کی مختصر وضاحت کرتے ہیں۔ چونکہ انھوں نے اپنی تفسیر عام طور پر طبقہ متوسط کے پیشِ نظر لکھی ہے، اس لیے وہ قرآن کی تمام فقہی آیات پر ایک فقیہ کی حیثیت سے نہیں لکھتے ہیں اور جہاں اصول و استنباط اور طرق استخراج کا بیان کرتے ہیں وہ تفسیر کی متن میں نہیں لکھتے ہیں بلکہ حاشیہ کی عربی عبارت میں لکھتے ہیں۔ مسائل کے بیان میں وہ توسع برتتے ہیں اور اس کو عامۃ الناس کے فائدے کے پیشِ نظر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ لیکن ان اصل فقہی تبحر کا اندازہ حاشیہ کی عربی عبارت میں ہوتا ہے۔

اگر حضرت تھانویؒ کی تفسیر کی فقہی حیثیت کا موازنہ متقدمین کی فقہی تفسیروں سے کیا جائے جو علماء کو فقہ کے لیے لکھی گئی ہیں تو بے جا موازنہ ہوگا۔ لیکن اگر ان کے ہمعصر مفسرین کی تفسیروں کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ان کی تفسیر کے اندر ایک عظیم کارنامہ ہوگا۔ خصوصاً جب کہ دوسری اُن کے دوسرے اردو تفسیروں میں فقہی استنباط و استخراج مسائل کی طرف اشارہ تک نہیں ہوتا ہے۔ [illegible] تفسیر کے اندر استخراج و استنباط کے طریقوں کی وضاحت کرتے ہیں اور مسائل مستنبطہ تفسیر کے طالب علم کے ذہن سے اپنے زمانہ کے اندر فقہاء مجتہدین کے اردگرد پھیلا ہوا [illegible] بات کو دور کرتے ہیں اور [illegible] سے واقف شخص کا ذہن فقہی استخراج و استنباط کی طرف مائل ہوتا ہے۔ حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

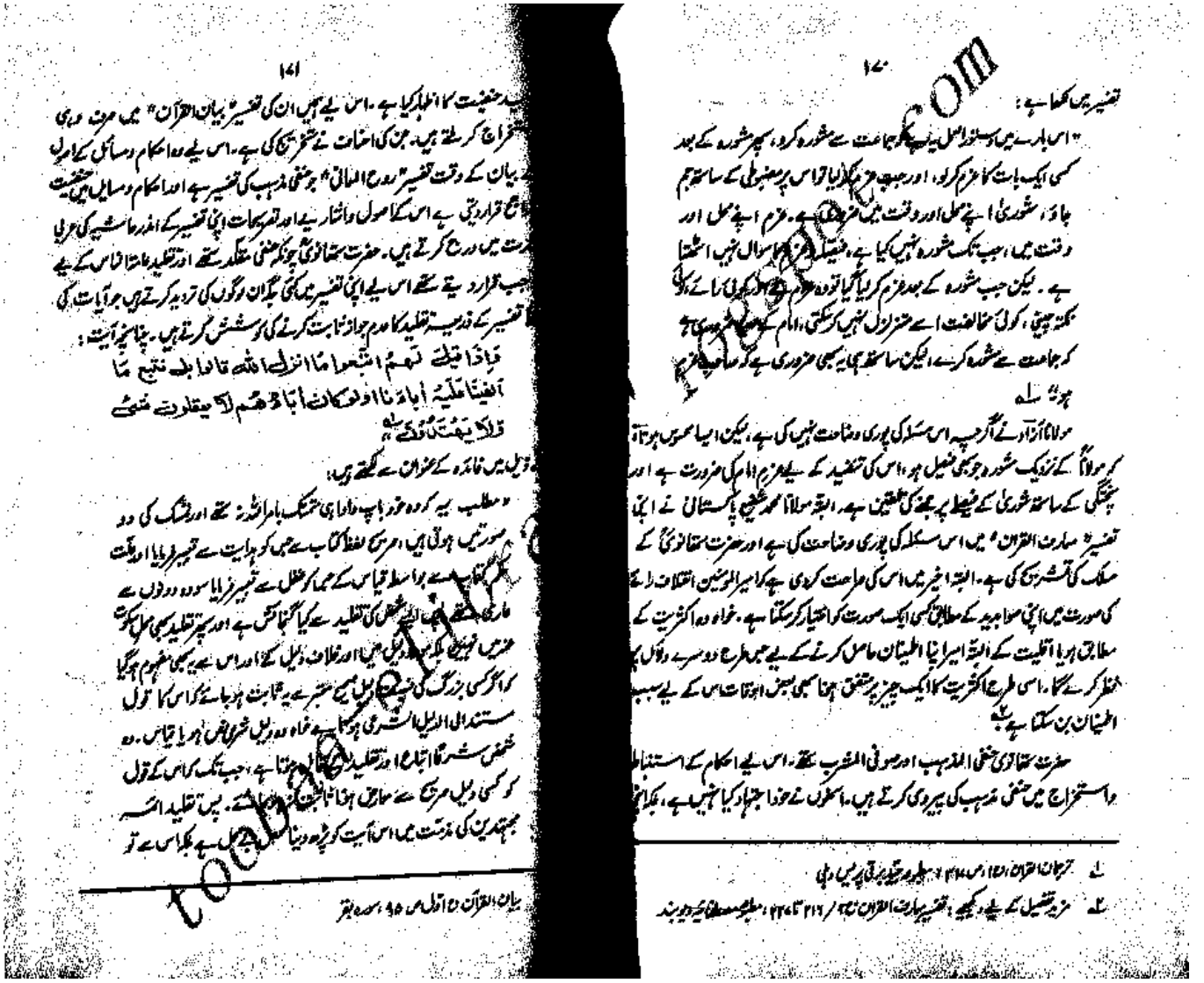

تفسیر میں لکھا ہے:

"اس بارے میں دستور اصل یہ ہے کہ جماعت سے مشورہ کرو، پھر مشورہ کے بعد کسی ایک بات کا عزم کر لو، اور جب عزم کر لیا تو اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ، شوریٰ اپنے محل اور وقت میں مفید ہے۔ عزم اپنے محل اور وقت میں، جب تک مشورہ نہیں کیا ہے، فیصلہ [illegible] سوال نہیں اٹھتا ہے۔ لیکن جب مشورہ کے بعد عزم کر لیا گیا تو وہ عزم [illegible] کوئی رائے رکاوٹ نہیں بن سکتی، کوئی مخالفت اسے متزلزل نہیں کر سکتی، امام کے [illegible] ہے کہ جماعت سے مشورہ کرے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب عزم ہو۔"[1]

مولانا آزاد نے اگرچہ اس مسئلہ کی پوری وضاحت نہیں کی ہے، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولاناؒ کے نزدیک مشورہ جو بھی فیصل ہو، اس کی تنفیذ کے لیے عزم امام کی ضرورت ہے اور پختگی کے ساتھ شوریٰ کے فیصلہ پر جمنے کی تلقین ہے۔ البتہ مولانا محمد عثمان پاکستانی نے اپنی تفسیر "عبارت القرآن" میں اس مسئلہ کی پوری وضاحت کی ہے اور حضرت تھانویؒ کے مسلک کی تشریح کی ہے۔ البتہ اخیر میں اس کی صراحت کر دی ہے کہ امیر المومنین اختلاف رائے کی صورت میں اپنی صوابدید کے مطابق کسی ایک صورت کو اختیار کر سکتا ہے۔ خواہ وہ اکثریت کے مطابق ہو یا اقلیت کے البتہ امیر اپنا اطمینان حاصل کرنے کے لیے جس طرح دوسرے لوگوں پر نظر کرے گا، اسی طرح اکثریت کا ایک چیز پر متفق ہونا بھی بعض اوقات اس کے لیے سبب اطمینان بن سکتا ہے۔[2]

حضرت تھانوی حنفی المذہب اور صوفی المشرب تھے۔ اس لیے احکام کے استنباط و استخراج میں حنفی مذہب کی پیروی کرتے ہیں۔ انھوں نے خود اجتہاد کیا نہیں ہے، بلکہ انھوں

---

[1] ترجمان القرآن (۱۹۶۱ء) ص ۲۱۴، ۲۱۵، مطبوعہ حنیف برقی پریس دہلی

[2] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیر عبارت القرآن ج ۲/ ۲۱۶ تا ۲۲۰، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند

[illegible] حنفیت کا اظہار کیا ہے۔ اس لیے ہمیں ان کی تفسیر "بیان القرآن" میں صرف وہی [illegible] فراج کرتے ہیں۔ جن کی انھوں نے تشریح کی ہے۔ اس لیے وہ احکام و مسائل کے [illegible] بیان کے وقت تفسیر "روح المعانی" جو حنفی مذہب کی تفسیر ہے اور احکام و مسایل میں حنفیت [illegible] ترجیح قرار دیتی ہے اس کے اصول و اشارات لیے اور تصریحات اپنی تفسیر کے اندر حاشیہ کی عربی [illegible] میں درج کرتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ چونکہ حنفی مقلد تھے اور تقلید عامۃ الناس کے لیے [illegible] قرار دیتے تھے اس لیے اپنی تفسیر میں کئی جگہ ان لوگوں کی تردید کرتے ہیں جو آیات کی تفسیر کے ذریعہ تقلید کا عدم جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ آیت:

فَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ[1]

[illegible] ذیل میں فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"مطلب یہ کہ وہ خود باپ دادا ہی متمسک بامر اللہ نہ تھے اور تمسک کی دو صورتیں ہوتی ہیں، صریح لفظ کتاب سے جس کو ہدایت سے تعبیر فرمایا اور دلالت کتاب سے بواسطہ قیاس کے جس کو عقل سے تعبیر فرمایا سو وہ دونوں سے عاری تھے۔ پھر ایسے شخص کی تقلید سے کیا گنجائش ہے اور پھر تقلید بھی محل ممکت میں نہیں بلکہ دلیل میں اور خلاف دلیل کے اور اس سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ اگر کسی بزرگ کی تقلید دلیل معتبر سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس کا قول مستند الی الدلیل الشرعی ہو گیا ہے خواہ وہ دلیل خواص ہو یا قیاس۔ وہ شخص شرعاً اتباع اور تقلید کا مستحق ہوتا ہے، جب تک کہ اس کے قول کو کسی دلیل معتبر سے معارض ہونا ثابت نہ کیا جائے۔ پس تقلید امر مجتہدین کی مذمت میں اس آیت کو پڑھ دینا محل ہے بلکہ اس سے تو

---

[1] بیان القرآن ج ۱ ص ۹۵، سورہ بقر

www.KitaboSunnat.com

اور اس تقلید مجتہدین فی الدین کا تقدیس تقویت ہوتی ہے۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ہر حالت میں تقلید کے قائل نہیں ہیں بلکہ اگر کسی کا قول کسی دلیل صریح سے ٹکراتا ہوا نظر آئے تو اس قول کو تقلید نہیں کرتے ہیں۔

حضرت تھانوی احکام کی تشریح میں نوع بیان کے علاوہ تفسیر احمدی سے بھی مدد لیتے ہیں، چنانچہ ان کتابوں کا نام ان کی تفسیر بیان القرآن میں ملتا ہے۔ اس طرح جزئیات کے بیان میں علامہ ابن عابدین شامی کی کتاب ردالمحتار الدر المختار کے حوالے ملتے ہیں۔ علامہ شامی کی یہ کتاب فقہ حنفی کی مستند ترین کتاب ہے۔ اس لیے حضرت تھانوی جو مسلک بھی اختیار کی لکھتے ہیں وہ صحیح ترین قول پر مبنی ہوتا ہے۔

حضرت تھانوی نے اپنی تفسیر میں احکام و مسائل کے استخراج و استنباط کا ایک دائرہ اور معیار قائم کیا ہے۔ اس سے "بیان القرآن" کے مطالعہ کرنے والوں کے ذہن کے سامنے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ فقہاء مجتہدین نے مسائل کا استنباط صرف اپنی عقلی قوتوں سے نہیں کیا ہے بلکہ ان کی بنیاد قرآنی آیات ہیں جن سے وہ احکام و مسائل کی تشریح کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے مختلف مقامات پر استنباط کے اصولوں کا بھی تذکرہ کیا ہے اور سنت رسول، اجماع و قیاس کی تشریح کی ہے۔ احکام و مسائل لکھتے وقت احادیث رسول کو مستند کتابوں سے لیتے ہیں، جیسے بخاری کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس کا علم ہوتا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی قیاس کے قائل تھے اور منکرین قیاس کی انھوں نے تردید کی، جس وقت یہ تفسیر وہ لکھ رہے تھے ہندوستان کے مسلمانوں کا ایک طبقہ خود کو اہل حدیث کہتا تھا، شدت سے قیاس کا منکر تھا اور مطلق تقلید کی تردید کرتا تھا، وہ کہتا کہ قیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے اور جس طرح قیاس منقولات نبویہ کی اتباع بطریق تمہید کیا جاتا ہے، بمستدلات فقہاء کی اتباع عبارت کے طور پر مشروع ہے۔ اس پر بھی عتاب و نواب ایسا ہی ہے جیسا کہ منقولات نبویہ پر ہوتا ہے کیونکہ یہ شریعت اللہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں، بلکہ اللہ ہی کے نازل کردہ اصول و کلیات کے تحت ان کا استخراج ہوتا ہے۔

اس لیے امور تعبدیہ میں اصول و کلیات کے اوپر انحصار کرنا اور ان سے مستخرج جزئیات کو منکر کرنا عقل و نقل دونوں اعتبار سے بلاشبہ غلط و باطل ہے۔

حضرت تھانوی نے ان تمام آیات کی صحیح تفسیر کی ہے جن سے تقلید و قیاس کے منکرین ابطال قیاس و ابطال تقلید کے لیے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم کی تفسیر میں تقلید باطل و تقلید صحیح مشروع کا فرق بتاتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ:

"جو تقلید جہال اہل اسلام میں اب شائع ہے وہ مشروع ہے اور جس تقلید کا ابطال کیا گیا ہے وہ اہل کتاب کی باطل تقلید تھی اور تقلید مشروع اس آیت کے ذیل میں داخل نہیں جن کا اصل مسائل ظنیہ محتمل الطرفین ہیں جب تک کہ نص قطعی حکم مجمع علیہ الجماع کے خلاف ہونا ثابت نہ ہو ورنہ نص و اجماع کو مقدم رکھا جاتا ہے۔"

منکرین قیاس کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو قیاس کا قایل تھا اور تقلید شخصی کی مخالفت کرتا تھا۔ اس گروہ میں سرسید احمد خاں تھے۔ وہ قیاس کے قایل تھے بلکہ ہر عصر کے مجتہد ہونے کے قایل تھے۔ چنانچہ وہ تہذیب الاخلاق میں لکھتے ہیں:

"مذہب کے مجتہد کا ہونا ثابت صحیح اور سچا مسئلہ ہے کہ ہر زمانہ میں مجتہد کا ہونا ضروری ہے۔ کوئی زمانہ مجتہد کے خالی نہیں ہوتا۔"

اس سلسلے میں انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ و اساتید رسول اللہ" کی طبع دوم سے علامہ شبلی نعمانی سے بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔

لیکن مرد مجتہد العصر کا اعتبار غالباً کسی کا بھی نہیں تھا، انھوں نے تقلید شخصی کے خلاف جو کچھ لکھا تھا اس کے احتمالات کی جانب یہ منسوب کیا جاتا رہا کہ وہ اپنے مخالفین کے خلاف بنیادی کے اندر وہ ان پر عمل کو بدعت و ضلالت کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

تہذیب الاخلاق ج ۲، ص ۱۰۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

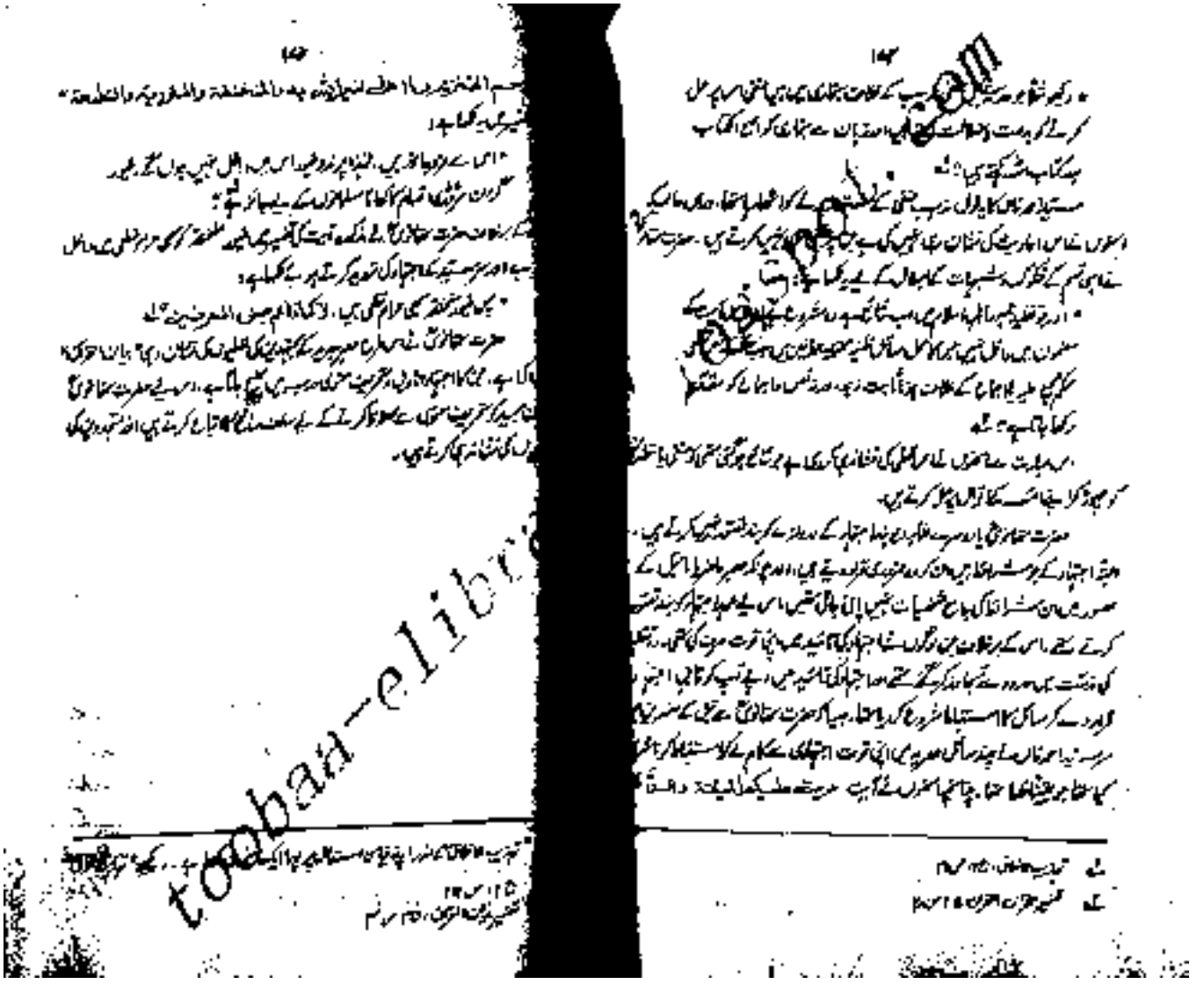

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

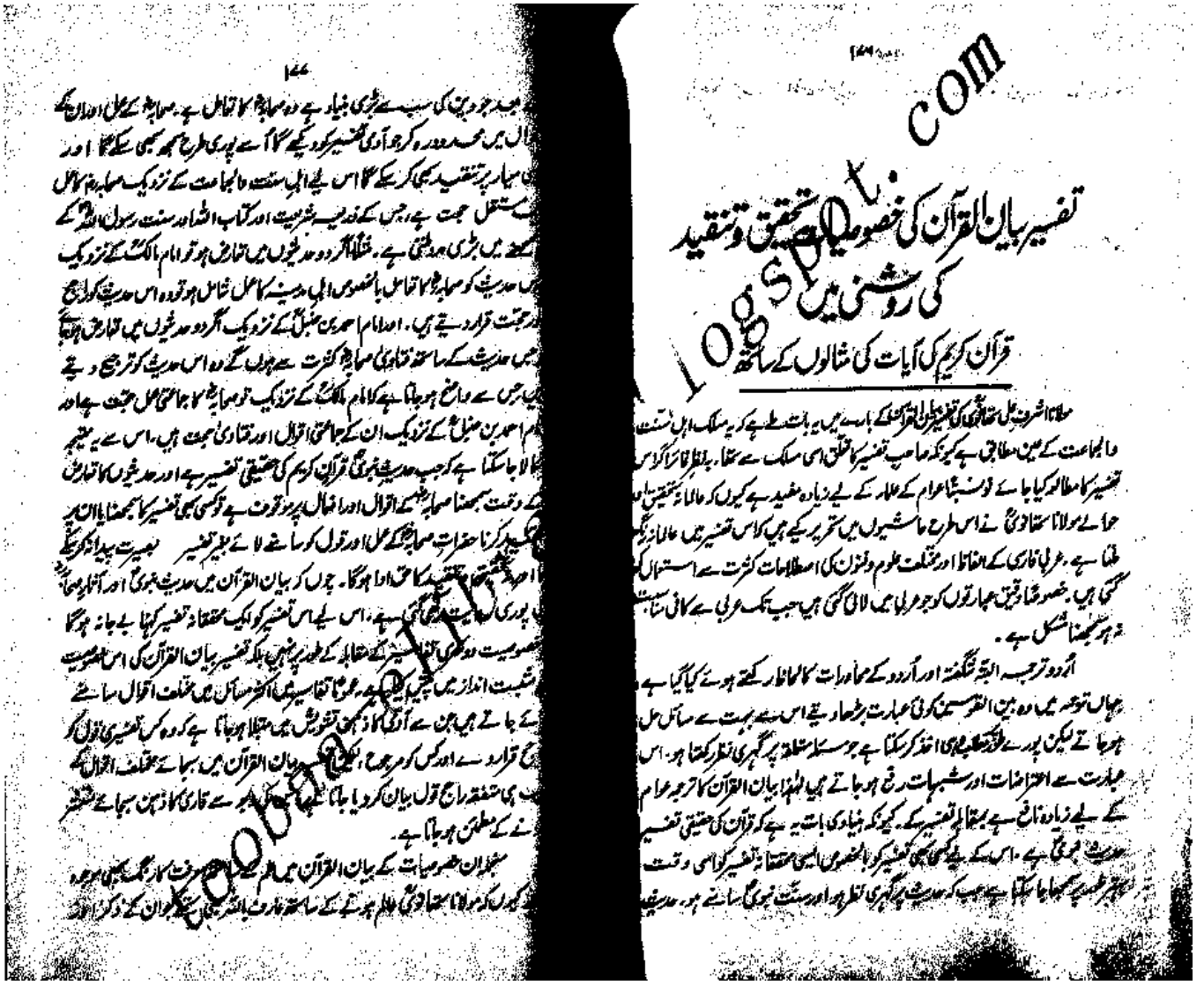

تفسیر بیان القرآن کی خصوصیات تحقیق و تنقید کی روشنی میں

قرآن کریم کی آیات کی مثالوں کے ساتھ

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن کے بارے میں یہ بات طے ہے کہ یہ مسلک اہل سنت والجماعت کے عین مطابق ہے کیونکہ صاحب تفسیر کا تعلق اسی مسلک سے تھا۔ بالفاظ دیگر اگر اس تفسیر کا مطالعہ کیا جائے تو نسبتاً عوام کے علماء کے لیے زیادہ مفید ہے کیوں کہ عالمانہ تحقیق اور حوالے مولانا تھانویؒ نے اس طرح حاشیوں میں تحریر کیے ہیں کہ اس تفسیر میں عالمانہ رنگ ملتا ہے۔ عربی فارسی کے الفاظ اور مختلف علوم وفنون کی اصطلاحات کثرت سے استعمال کی گئی ہیں۔ خصوصاً دقیق عبارتوں کو جو عربی میں لائی گئی ہیں جب تک عربی سے کافی مناسبت نہ ہو سمجھنا مشکل ہے۔

اُردو ترجمہ البتہ شگفتہ اور اُردو کے محاورات کا لحاظ رکھتے ہوئے کیا گیا ہے جہاں تو ضیح میں وہ بین القوسین کوئی عبارت بڑھا دیتے اس سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے لیکن پورے ترجمہ کے لیے یہی انداز اختیار کرنا جو مسئلہ متنازعہ پر گہری نظر رکھتا ہو۔ اس عبارت سے اعتراضات اور شبہات رفع ہو جاتے ہیں لہٰذا بیان القرآن کا ترجمہ عوام کے لیے زیادہ نافع ہے بمقابلہ تفسیر کے۔ کیونکہ بنیادی بات یہ ہے کہ قرآن کی حقیقی تفسیر حدیث نبویؐ ہے۔ اس کے بغیر کسی بھی تفسیر کو بالخصوص ایسی متنازعہ تفسیر کو اسی وقت معتبر سمجھا جا سکتا ہے جب کہ حدیث پر گہری نظر ہو اور سنت نبویؐ سامنے ہو۔ حدیث

جو دین کی سب سے بڑی بنیاد ہے وہ صحابہؓ کا تعامل ہے۔ صحابہؓ کے عمل اور ان کے
ال میں محدود رہ کر جو آدمی تفسیر کو دیکھے گا اُسے پوری طرح سمجھ بھی سکے گا اور
ں پر تنقید بھی کر سکے گا اس لیے اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابہؓ کا عمل
ستقل حجت ہے، جس کے ذریعہ شریعت اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے
سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مثلاً اگر دو حدیثوں میں تعارض ہو تو امام مالکؒ کے نزدیک
ں حدیث کو صحابہؓ کا تعامل بالنصوص اہل مدینہ کا عمل شامل ہو تو وہ اس حدیث کو راجح
ر حجت قرار دیتے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اگر دو حدیثوں میں تعارض ہو تو
جس حدیث کے ساتھ فتاویٰ صحابہؓ کثرت سے ہوں گے وہ اس حدیث کو ترجیح دیتے
یا جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک تو صحابہؓ کا جماعتی عمل حجت ہے اور
ام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ان کے جماعتی اقوال اور فتاویٰ حجت ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ
لا جا سکتا ہے کہ جب حدیث نبویؐ قرآن کریم کی حقیقی تفسیر ہے اور حدیثوں کا تعارض
کے وقت سمجھنا صحابہؓ کے اقوال اور افعال پر موقوف ہے تو کسی بھی تفسیر کا سمجھنا یا اس پر
کر کرنا حضرات صحابہؓ کے عمل اور قول کو سامنے لائے بغیر تفسیر بصیرت پیدا نہ کر سکے
ا حق ادا ہوگا۔ چوں کہ بیان القرآن میں حدیث نبویؐ اور آثار صحابہؓ
پوری رعایت کی گئی ہے، اس لیے اس تفسیر کو ایک محققانہ تفسیر کہنا بے جا نہ ہوگا
صوصیت دوسری تفاسیر کے مقابلہ کے طور پر نہیں بلکہ تفسیر بیان القرآن کی اس خصوصیت
شبت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ عموماً تفاسیر میں اکثر مسائل میں مختلف اقوال سامنے
ے جاتے ہیں جن سے آدمی کا ذہن تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ کس تفسیری قول کو
ح قرار دے اور کس کو مرجوح، لیکن بیان القرآن میں بجائے مختلف اقوال کے
ہی متفقہ راجح قول بیان کر دیا جاتا ہے جس سے قاری کا ذہن بجائے تشتت
نے کے مطمئن ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ان خصوصیات کے بیان القرآن میں ہم نے صرف سات کا ذکر کیا ہے جو
کیوں کہ مولانا تھانویؒ علم ہونے کے ساتھ عارف باللہ بھی تھے جو ان کے ذکر اللہ

www.KitaboSunnat.com

جلیات کا نتیجہ تھا اس لیے یہ تفسیر علمائے کرام کے لیے بھی ہے اور عامۃ الناس کے لیے بھی جو کمالِ تحقیق اور جامعیت کی شان ہے۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں:

عالم باللہ، دوسرا عالم باللہ اور تیسرا عالم باللہ۔

یعنی ایک عالم وہ ہے جو اللہ کے قانون امر و نہی کو جانتا ہے اور دوسرا عالم وہ ہے جو قانونِ شریعت کو تو نہیں جانتا لیکن اللہ کی ذات و صفات کی معرفت رکھتا ہے تیسرا وہ جو ان دونوں چیزوں کو جانتا ہے۔

حضرت تھانویؒ اسی تیسرے طبقے کے عالم تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے علم شریعت اور طریق معرفت دونوں سے سرفراز کیا تھا اس لیے ان کی اس تفسیر میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں۔ اس لیے اس تفسیر کو سمجھ کر پڑھنے والے کو علم احکام اور معرفت ذات و صفات دونوں کے انوارات سے کامل شرح صدر میسر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے خود بھی فرمایا ہے کہ بعض آیتوں کی تفسیر میں مجھے ایک ایک ہفتہ لگ جاتا اور جب تک مجھے اس میں منجانب اللہ شرح صدر نہیں ہو جاتا تھا اس وقت تک میں ان کی تفسیر میں قلم نہیں اٹھاتا تھا۔

ان اہتمامات کے علاوہ جہاں مولانا تھانویؒ نے احکام کی آیات کی احادیث سے تفسیر و تشریح کی ہے وہاں ان سے متعلق فقہی احکامات کی تفصیل بھی بیان کر دی ہے جس سے یہ تفسیر جامع حدیث و فقہ نظر آتی ہے۔ اپنی اس تفسیر میں مولانا تھانویؒ نے آیاتِ قرآنی سے مسائل و تصوف کا بھی جگہ جگہ استنباط کیا ہے اور سالک کے ہر مسئلے کا ماخذ بیان کر دیا ہے۔ اس لیے یہ تفسیر جہاں حدیث و فقہ سے بھرپور ہے وہاں احسان و تصوف سے بھی معمور ہے اور اس لیے اس تفسیر کو جس طرح صوفیانہ اور فقیہانہ طرز کی کہا جا سکتا ہے اسی طرح صوفیانہ اور عارفانہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

ایسی تفاسیر کم یاب ہیں کہ جن میں یکجا دقتِ حدیث و فقہ اور تصوف جمع کر کے آیات کی تفسیر کی گئی ہو۔ بعض تفسیریں ضخامت کی وجہ سے نامانوس ہو گئیں جیسے تفسیر ابن کثیر

...ر درمنثور و نیز بعض تفاسیر۔ خالص تصوف اور طریقت کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی ...، جیسے شیخ محی الدین ابن عربی کی تفسیر، اور بعض تفسیریں خط علم کلام اور فلسفہ کے ...نظر سے لکھی گئی ہیں۔ لیکن مولانا تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن ان علوم کی جامع ہے جس کی ...گر دوزبان میں مثال نہ ملے گی۔ اس لیے اگر اس تفسیر کو حدیم النظیر کہا جائے تو کوئی ...ن التظیر ضرور کہا جا سکتا ہے کیوں کہ بلاشبہ اردو کی دیگر تفاسیر میں یہ خصوصیات ...نظر نہیں آتی ہیں۔

تفسیر بیان القرآن کی خصوصیات کے جو اغلاط، مندرجہ بالا سطور میں کیے گئے ...ان کا ایک مختصر جائزہ کچھ حوالوں کے ساتھ پیش ہے:

(۱) مولانا تھانویؒ کو اغلاط قرآن کے صحابی تفاسیر میں اس طرح جب نہیں ملتے کہ وہ ...ن ہو کر تشریح کر سکیں تو وہ ان صحابی کو کتب احادیث سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم ...کی آیت

"اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ ...
...الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ"[1]

...ہے صحابی نعمت کے ذریعہ مولانا نے اپنی تفسیر میں واضح کیے ہیں کہ اس طرح ...تشریح ...تفسیر جیسے تفسیر کبیر[2]، تفسیر بیضاوی[3] اور جلالین[4] شریف میں بھی ...ں کی گئی ہے۔

---

[1] ترجمہ: "شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں عداوت اور ...واقع کر دے۔" مولانا اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ص۲۵۶، جلد۱، سورہ مائدہ، پارہ ...

[2] تفسیر کبیر، مصنف امام رازیؒ۔

[3] تفسیر بیضاوی، قاضی بیضاویؒ

[4] تفسیر جلالین

toobaa-elibrary.blogspot.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر جلالین، جلال الدین محلی کی عربی تفسیر ہے جس کا حوالہ تفصیل سے الاعلام، خیر الدین زرکلی کے اڑیلین دوم میں جلد ۴ صفحہ ۱۱۰ میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ تفسیر بیان القرآن بھی بڑی مقبولیت کی حامل ہے کہ جو مفسر مولانا تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں وہ استیعاب مسائل و دلائل کے ساتھ وضاحت فرما دیتے ہیں جیسے قرآن کریم کی آیت ہے۔

"وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"

ترجمہ: لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کتنا خرچ کریں آپ فرما دیجئے جتنا آسان ہو، اللہ تعالیٰ اس طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم دنیا اور آخرت کے معاملے میں سوچ لیا کرو[1]

اس آیت کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں، ایک عنوان مقرر فرما کر۔

حکم شانزدہم مقدار انفاق

"لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں (خیر خیرات میں) کتنا خرچ کیا کریں؟ آپ فرما دیجئے کہ جتنا آسان ہو (کہ اس کے خرچ کرنے سے طور پر پریشان ہو کر دنیاوی تکلیف میں یا کسی کا حق ضائع کر کے اخروی تکلیف میں پڑ جائے) اللہ تعالیٰ اس طرح کے احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم کو احکام کا علم حاصل ہو جائے اور اس علم کی وجہ سے ہر عمل کے کرنے سے

---

[1] سورہ بقرہ، پ ۲

[2] تکمیل بیان القرآن جلد اول، صفحہ ۱۲۵۔
بدیع ڈاٹ کام، مولانا اشرف علی تھانوی رح۔

سے پہلے دنیا اور آخرت کے معاملے میں (ان احکام کو) سوچ لیا کرو اور سوچ کر ہر معاملہ میں ان احکام کے موافق عمل کیا کرو، مثلاً خرچ ہی کرنے کے باب میں جس کو دنیا اور آخرت دونوں کے ساتھ تعلق ہے۔ دنیا کے ساتھ بوجہ اس کے ضروری ہونے کے اور آخرت کے ساتھ بوجہ اس کے ثواب ہونے کے، پہلے سوچ لیا کرو کہ یہ خرچ کرنا موافق حکم اللہ کے ہے یا نہیں اگر ہو تو خرچ کیا اور نہ کیا اور اس حکم کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی معصیت میں خرچ کرتا ہے تو مطلقاً ناجائز ہے اور اگر اطاعت میں خرچ کرتا ہے تو وہ اطاعت حد وجوب فرضیت تک پہنچتی ہے مثلاً زکوٰۃ وغیرہ تو خرچ کرنا فرض اور واجب ہے اور اگر حد نفل تک ہے جیسے صدقہ خیرات، تو اگر کسی عیال وغیرہ کا اس میں حق ضائع ہوتا ہے تو خرچ کرنا ناجائز ہے اور اگر کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا لیکن خود پریشان ہو کر صبر نہیں کر سکے گا تو بھی ناجائز ہے اور اگر وہ محل طاعت ہے نہ معصیت بلکہ مباح ہے جیسے کہ فواکہ ولذائذ میں، تو اگر نیت تقویت علی الطاعۃ کی ہے تو ثواب ہے اور اگر نیت تقویت علی المعصیت کی ہے تو گناہ ہے اور اگر محض دل خوش کرنا ہے تو مباح ہے۔ اس آیت میں نفل صدقات کا حکم فرمایا ہے کہ جو شیطان ہیں احقر نے اشارۃ ترجمہ میں اس طرف اجمالاً اشارہ کر دیا ہے اور اس تقریر میں تفصیلاً سمجھا دیا ہے[2]

---

[1] تکمیل بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی، جلد اول، صفحہ ۱۲۵

[2] بدیع ڈاٹ کام، مولانا اشرف علی تھانوی رح، جلد اول، صفحہ ۱۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ القرآن میں یہ ملتی ہے کہ مولانا سقاف نے بعض آیات کی تفسیر اس دلائل سے پیش کر دی ہے جو بعض مشہور کتب میں بھی نہیں ملتیں اور ایسے دلائل علماء حضرات تک کے لیے باعث حیرت اور طالبانِ حق کے لیے ذریعہ بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر مولانا نے دلیل رضاعت کی دیگر تفاصیل کے ساتھ نہایت وضاحت اور فصاحت کے پیرائے میں اس طرح پیش کی ہے جو بالعموم کتب تفسیر میں نہیں ملتی۔ مثلاً رضاعت کی مدت سے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا میں بیان کردہ مجموعی مدت میں سے دودھ میں لینا مراد ہے جس کی تفصیل مولانا کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہے:

"اور حمل و فصال کی مدت تیس مہینہ یعنی اڑھائی برس فرمائی۔ جمہور کے نزدیک اس حساب پر معنی ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے اور اکثر مدت رضاع دو سال، مجموعہ اڑھائی سال ہو گیا۔ اب یہ بات کہ ایک چیز کی اقل مدت فرمائی اور دوسری کی اکثر مدت سے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ منضبط یہی مدتیں ہیں بخلاف اکثر مدت حمل کے کہ کسی دلیل قطعی سے منضبط نہیں اسی طرح اقل مدت رضاع کی کہ وہ بھی منضبط ہیں اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہونے کے متعلق روح المعانی میں جالینوس اور ابن سینا کا مثال لکھا ہے صرف جالینوس کے مشاہدہ کی بنا پر کہ ایک عورت کی مکاتبت میں چھ ماہ سے چار دن زیادہ کے بعد اور مسئلہ یہ ہے کہ مجہور کو عادت غالبہ پر محمول کیا جائے کہ حمل نو ماہ اور مدت رضاعت پورے دو سال کر اکثر عورتیں دو سال کے قبل دودھ چھڑا دیتی ہیں، اور مدارک میں امام ابو حنیفہؒ سے اس کی تفسیر بھی نقل کیا گیا ہے کہ حمل بالکل نچلی گود میں اور رضاع ماں کی گود میں لیے لیے پھرنا ہے

۱؎ اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا آپس میں ہے۔

پارہ حم سقاف صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹ جلد ۱۔ بیان القرآن ۱۱۔ مولانا سقاف، تکمیل بیان القرآن جلد ۱ مولانا سقاف، صفحہ ۵

جو کہ امام شعبی غرابی بھی غالب الوقوع ہے پھر اس تفسیر میں یہ آیت دال ہو گئی کہ مدت رضاع بچے کے اڑھائی سال ہونے پر جیسا کہ امام موصوف کا مذہب ہے اور مذکورہ فی المقام میں اس کی ترتیب ہو گی۔ اوّل حمل فی البطن، پھر رضاع، پھر حمل بالکلیت اور فصال اور حولین کاملین کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مدت مطلق رضاع کی نہیں بلکہ رضاع بالاجرت کی ہے۔ یعنی کب تک باپ سے دودھ پلانے کی اجرت لی جائے گی احقر کہتا ہے کہ گو فتویٰ جمہور کے قول پر ہے مگر احتیاط یہ ہے کہ دودھ پلانے میں تو دو سال سے زیادہ نہ پلائیں۔ اگر کسی نے دو سال کے بعد پلایا ہو تو نکاح میں احتیاط کریں[1]"

لہٰذا مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حمل عرفی مراد نہیں اس لیے مدت رضاعت امام اعظم کے نزدیک ڈھائی سال ہے۔ "مدارک التنزیل (تفسیر امام حافظ الدین نسفیؒ)" میں اس معنی کو نقل کیا گیا ہے۔ دودھ کی مدت اس وقت کے لیے ہے جب [illegible] اور ماں کے درمیان اختلاف کے سبب جدائی ہو رہی ہو تو اس کی مدت صرف [illegible] اور حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ بلوغ اراداتے يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ اسی وقت [illegible]

(۴) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ مسائل جو حنفی فقہ سے متعلق ہیں گہری فکر و نظر کے ساتھ پوری تفصیل سے [illegible] کے لیے کسی سہارے کی قطعاً ضرورت نہیں پھر خواہ مسائل طلاق [illegible] یا مسائل لعان وغیرہا ہوں۔

(۵) پانچویں بات یہ ہے کہ تکمیل بیان القرآن میں مولاناؒ نے زیادہ تر نحوی مسائل ایسی

۱؎ تکمیل بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی کی [illegible] ص ۸

۲؎ تحفہ حیدریہ میں ان کی تفسیر ہے۔ ملا حیدر احمد [illegible] ابو البرکات سانقاری [illegible] کے مفسر تھے۔ سیر الاعلام، جلد ۴، ص ۱۹۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کے حوالوں سے ثابت ہیں جو اس وقت موجود علماء میں معتبر و مستند سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے درمختار، اس کا حاشیہ ردالمحتار اور ہدایہ وغیرہ۔

(۶) چھٹی خصوصیت تفسیر میں یہ بھی ہے کہ جہاں علماء منقول اور علماء معقول کے درمیان اختلاف فیہ ہے، اس میں مفسر نے نقل کو ترجیح دی ہے۔ اگر نقل صحیح ہے تو اس کو لیا ہے ورنہ ایسی توجیہ کی ہے جو نقل کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً ہاروت و ماروت کا قصہ ہے کہ یہ دو فرشتے اس لیے بھیجے گئے تاکہ جادو اور نبوت میں فرق بتلائیں اور لوگوں کو اچھا برا امتیاز ظاہر کر دیں کہ اگر جادو پر عمل کیا جائے گا تو یہ کفر ہوگا خواہ اس کو کوئی کرے اور جادو بابل میں رائج تھا وہ اس کے ذریعہ دنیا کی دولت حاصل کرتے تھے۔ مولانا تھانوی نے اس قصہ کی تفصیل قرآن کریم کی آیت وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ علیہ السلام کی تفسیر میں بہت تفصیل سے تحریر کی ہے جس کا مختصر خلاصہ ان کی چند توجیہات کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:

"جب دنیا میں جادو سحر کا چرچا تھا خصوصاً بابل میں تو پیغمبروں کے معجزات جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں ان میں اور جادوؤں کے جادو سحر میں لوگوں نے تقابل شروع کر دیا۔ اس بگاڑ اور اختلاط کو روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بابل کے مقام پر دو فرشتے ہاروت و ماروت نامی بھیجے تاکہ سحر کی حقیقت سامنے آجائے اور لوگ جادوؤں کی پیروی اور غلط عقائد سے محفوظ ہو جائیں فرشتوں کی بجائے انبیاءؑ سے یہ کام اس لیے نہیں لیا کہ خود ساحرین اور انبیاءؑ میں فرق بتانا مقصود تھا۔ انبیاء علیہم السلام سے تمام شرعی امور کی

سلہ ترجمہ: انھوں نے ایسی چیز کا اتباع کیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیطان، حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا لیکن شیطان کفر کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ لوگوں کو سحر کی تعلیم کرتے تھے اور اس کا بھی جو دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کیا گیا تھا بابل میں جن کا نام ہاروت و ماروت تھا۔

تفسیر بیان القرآن، جلد اوّل، صفحہ ۱۱۴

واری والا کام لینا مقصود ہوتا ہے اور یہ تمام کام خیر ہی خیر پر مشتمل ہوتے ہیں۔ فرشتے اس لیے منتخب کیے گئے کہ ان سے وہ تمام کام لیے جا سکتے ہیں جو مجموعی اعتبار سے دنیا میں خیر و شر کے لحاظ سے جاری رہتے ہیں۔ لہٰذا ہاروت و ماروت فرشتوں کے ذریعہ بابل میں لوگوں کو سحر کے اصول و فروع ظاہر کروا کے ایسے ناجائز اعمال سے بچنے کی تاکید کی کہ لوگوں کو ساحرین کے عمل سے نفرت اور دوری ہو اور ان کو عالم الغیب کی سزا تک نہ پہنچا دیں جو صریحاً غلط اور ناجائز ہے۔

ان آیتوں سے متعلق ایک قصہ زہرہ کا بہت طویل مشہور ہوا۔ جو کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ اگرچہ کچھ علماء نے اس قصہ کو کسی تاویل کے خلاف نہ سمجھتے ہوئے رد نہیں کیا لیکن تھانوی کی رائے کے مطابق ان آیات کی تفسیر کا اس سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر بھی قرآن کریم میں متعدد جگہ حضرت سلیمان کے قصہ کے ساتھ ملا ہے۔ مثلاً: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

ترجمہ: ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی، اے پہاڑو، داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی حکم دیا ہم نے ان کے واسطے لوہے کو نرم کر دیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو، میں تمہارے سب اعمال دیکھ رہا ہوں۔

تفسیر میں مولانا لکھتے ہیں:

"کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ کمالات عطا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان معجزات اور نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرو اور نیک کام کر کے میں تمہارے سب کے اعمال سے باخبر ہوں اس لیے رعایت و حدود کا پورا اہتمام کرو۔ یعنی حضرت داؤدؑ کے خاندان سلیمان علیہ السلام سب کو اللہ نے نعمتیں عطا فرما کر منصب پیغمبری کے باوجود شکر کا حکم دیا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعمال کے جائزہ لینے کی اطلاع دی۔

مولانا عثمانیؒ کے بیان اس حد تک الفاظ آیات کی تفسیر کر گئی ہے اور ان مفسرین کے علاوہ جنہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ کی تفسیر مقام ماذنہ سے کی ہے مولاناؒ نے تفسیر میں ایسے واقعات اور تفصیل سے گریز کیا ہے۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ شجر ممنوعہ جس کا ذکر قرآن میں ذکر ہوا ہے اور اللہ رب العزت نے ان کی بھول کا ذکر خود اس طرح کیا ہے

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا

ترجمہ:- ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے سو آدم سے غفلت ہوئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی۔[1]

یعنی مولانا عثمانیؒ اس کی تفسیر میں یہ وضاحت فرما دیتے ہیں کہ حضرت آدم کی بھول معصیت میں شمار نہیں ہوتی بلکہ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی روزہ کی حالت میں کھا پی لے سہواً یا کوئی آجائے کہ میں روزہ دار ہوں، سچ کھانا پینا چھوڑ دے اس صورت میں اس کا روزہ باقی رہے گا اور وہ گنہگار نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَا يَتَّخِذْ عَهْدِي الظَّالِمِينَ

ترجمہ (میرا عہدہ نبوت ظالموں کو نہیں پہنچتا) اور حضرت آدم علیہ السلام کیونکہ نبی بنائے گئے اور ان کی یہ نافرمانی بھول میں ہوئی ہوئی اس لیے اس کو نافرمانی نہیں کہنا چاہیے اس کی تفسیر مولاناؒ نے وضاحت سے چار الفاظ میں مختصر کی ہے۔

"اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کے پروردگار نے چند باتوں میں (یا نے احکام میں سے) اور وہ ان کو پورے طور پر بجا لائے اس وقت حق تعالیٰ نے (ان سے) فرمایا کہ میں تجھ کو (اس کے صلہ میں) نبوت دیتا ہوں (یا امت بڑھا کر) لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ انہوں نے عرض

---

[1] سورۃ طٰہٰ پارہ ۱۶، رکوع ۱۱، تفسیر بیان القرآن از مولانا عثمانیؒ۔

کیا میری اولاد میں سے بھی کسی کو (نبوت دیجیے) ارشاد ہوا، آپ کی یہ درخواست منظور ہے۔ مگر اس کا خیال رکھیے کہ میرا (یہ) عہدہ (نبوت) ظالم و بدکار (خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا (سو ایسے لوگوں کو صاف جواب ہے، البتہ اطاعت کرنے والوں میں سے بعض کو نبوت دی جائے گی)۔

تفسیر کے بعد آگے مولانا نے ذکر اس کی تشریح بہت اچھے انداز میں مثال کے ساتھ [illegible] کرتے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہے:

"امتحان دو غرض سے ہوتا ہے کبھی تو اس واسطے کہ امتحان کرنے والا خود اس شخص کی حالت و لیاقت دریافت کرنا چاہتا ہے، جو یہ امتحان لیتا تو ذات حق میں محال ہے کیونکہ کوئی کام کرنے سے پہلے ہی معلوم ہے اور کبھی امتحان لینے والا خود تو جانتا ہی ہوتا ہے لیکن اور دیکھنے والوں کی نظر میں اس حالت کا پیش کرنا منظور ہوتا ہے تاکہ امتحان دینے والے کی فضلیت ثابت ہو جائے اور دوسروں کو شکایت محرومی یا ترجیح کا موقع نہ رہے [illegible] امتحان کس مجرم کا ہے تو خود وہ بھی اپنے دل میں انصاف کرے [illegible] تمام شبہ جو دوسروں کے سامنے کر سکیں تو ایسا امتحان لینا حق تعالیٰ کی شان سے [illegible] جہاں کہیں حق تعالیٰ کا بندوں کو امتحان کرنا مذکور ہے دونوں قسم داخل ہے اور وہ باتیں کتابوں میں کئی طرح لکھی ہیں بہرحال کچھ احکام تھے اور یہ امتحان اگر ایسے وقت تھا کہ ہنوز فضلیت کو احکام کے بجا لانے کا آپ کو حکم نہ ہوا تھا تو امامت للناس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو اسلام پھیلانے کا [illegible] ہوا ہے گا جو حاصل ہے نبوت کا۔ یعنی اس قول پر اس وقت حق تعالیٰ نے عطا ہو گئی تھی لیکن اس کی تبلیغ کا امر نہ ہوا تھا۔ اور اگر یہ امتحان ایسے وقت تھا کہ تبلیغ وحی کا سلام بھی کرنے لگے تھے تو امامت الناس کے معنی یہ ہیں کہ اب جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امت ہے، اگر ترقی دور کا مثلاً آپ کے زمانے ہی میں اور لوگ بھی ایمان بکثرت لائیں گے یا یہ کہ آپ کی شریعت آپ کے بعد بھی مدتوں تک رہے گی، چونکہ سبب سے قطع نظر اجر و ثواب کا کیوں کر نیک راہ کے چلنے کے ثواب میں اس راہ کا بتلانے والا بھی شریک ہوتا ہے جیسا احادیث میں بھی ہے تو یہ امر بھی اس آیت کے تقاضا سے ہے۔ بہرحال ہر صورت میں حاصل اس کا نبوت کی تکمیل ہے اب اس پر تبصرہ لگانا کہ جس کو نبوت ملے گی وہ ظالم نہ ہو دلیل ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کے معصوم اور بے گناہ ہونے کی کیونکہ ہر گناہ خلاف عدل ہے اور ظلم کی اور یہی حقیقت ہے ظلم کی اور دونوں کا جمع ہونا مرادفتہ ارتفاع ہوا ہے پس جو حضرات نبوت سے مشرف ہو چکے ہیں یقیناً وہ گنہ گار نہ تھے نہ قبل نبوت نہ بعد نبوت، اور جن نصوص میں ایسے امور مذکور ہیں وہ واضح ہیں گناہ نہیں[1]

مندرجہ بالا تقریر ایک آیت کی پوری مثالوں اور معنی دلائل کے ساتھ مولانا آزاد کی علمی بصیرت، ذہانت کوشش کا بین ثبوت پیش کرتی ہے کہ لفظاً بلفظاً تشریحی حاشیوں میں اس کے علاوہ اور معنی ظاہری ہر طرح سے خود مطمئن ہونے اور دوسروں کو مطمئن کرنے کا مدلل انداز بیان جو مختصر ہونے کے ساتھ جامع بھی نظر آتا ہے اور اس کی تفسیر کی خصوصیات کو ماننے اور سمجھنے کے لیے اس عقل و فراست ذوق اور علمیت کی ضرورت ہے اس کے بغیر مولانا کے طرز کو سمجھنا بھی آسان نہیں۔

ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ کلام مجید کے بعض ان مقامات پر جہاں علماء مفسرین کی رائے مختلف ہو گئی ہے کہ آیا یہ دلیل صرف نقلی ہے یا عقلی بھی ہے۔ مثال کے طور پر آیت قرآن کریم «وَكَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ» اور اس قسم کی دوسری آیتیں

---

[1] تفسیر تکمیل بیان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، جلد اول، صفحہ ۱۰۱، سورہ بقرہ، پارہ الم
[2] سورہ انبیاء، پارہ ۱۷

مفسرین نے جہاں دلائل نقلی پیش کیے بعض نے نقلی، لیکن مولانا موصوف نے نقلی اور عقلی دونوں طرح سے ثابت فرمایا ہے تفسیر کے بین بین یہ مضمون موجود ہے اور کچھ حواشی میں نقل اور عقل برہان کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، مولانا نے جس طرح آیت مندرجہ بالا کی روشنی میں اس کی تفسیر عقلی دلائل سے فرمائی ہے وہ تحریر ہے۔

زمین آسمانوں میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود (واجب الوجود) ہوتا تو دونوں کبھی کے درہم برہم ہو جاتے کیوں کہ عادۃً دو فریقوں کے ارادوں اور اعمال میں تزاحم ہوتا اور اس کے لیے فساد لازم ہے لیکن فساد واقع نہیں ہے اس لیے تعدد الٰہ ہی منتفی ہے۔ سو ان تقریرات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو کہ مالک ہے عرش کا ان امور سے پاک ہے جو کچھ یہ لوگ بیان کر رہے ہیں کہ نعوذ باللہ اس کے اور شریک بھی ہیں حالانکہ اس کی ایسی عظمت ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اوروں سے باز پرس کی جا سکتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ باز پرس کر سکتا ہے۔ پس کوئی مخلوق میں اس کا شریک نہ ہوا۔ پھر معبودیت میں کیسے شریک ہو سکتا ہے۔ یہاں تک تو بطور ابطال اور نقض اجمالی کے کلام تھا آگے بطور سوال اور منع کے کلام ہے کہ) کیا خدا کو چھوڑ کر انہوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں (ان سے) کہیے کہ تم اپنی دلیل (اس کی) پیش کرو۔ یہاں تک تو سوال اور دلیل عقلی سے شرک کا ابطال تھا اب آگے دلیل نقلی سے استدلال ہے کہ) یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب (قرآن) اور مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں (یعنی توراۃ و انجیل وغیرہ) موجود ہیں (جن کا صادق اور منزل من اللہ ہونا دلیل عقلی سے ثابت ہے اور ان میں کوئی تحریف ہوئی ہے۔ مگر قرآن میں تحریف ہی منتفی ہے۔ پس جو مضمون ان کتب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

...یہ دو طور پر ہے ایک یہ کہ غالب آنے سے جرأت بڑھے گی، پھر مبتلا
...میں آویں گے اور ہلاک ہوں گے، دوسرے یہ کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے
...سے قہر خداوندی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوں گے۔[1]

...دوسری آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا
...الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ:

"اے ایمان والوں تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے (امتوں کے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔ اس عنوان پر کہ تم روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ کیونکہ روزہ اختیار کرنے سے عادت پڑے گی نفس کو اس کے متعدد تقاضوں سے روکنے کی اور اس عادت کی پختگی بنیاد ہے تقویٰ کی۔"[2]

...سفانوی کی مندرجہ بالا تفسیر سے روزے کے فوائد سے یہ بات ذہن نشین ہو جاتی ...روزہ کی حکمت میں علاوہ فریضہ کی ادائیگی تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے کیونکہ ...عبادات میں نفس پر زیادہ تر بار روزہ کی حالت میں پایا جاتا ہے۔ یہ شق متقی ہونے ...لیے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اپنے نفس کے مقابلہ میں اللہ کی رضا کو غالب ...نے سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔

...خصوصیت یہ ہے کہ مولانا تفسیر میں بقدر ضرورت تعلیمات اور بقدر ضرورت ...ات کا تذکرہ کیا ہے۔ باقی حوالے کے لیے جو معتبر ہوں یا جس فن سے ...متعلق ہو اس کا حوالہ دیدیا ایسی کتابیں جس سے ذہن میں اشکال ...یہی وجہ ہے کہ علماء اہل نقل اور علماء اہل عقل دونوں کے درمیان حتی الامکان

...کیا قرآن کے مطابق ہوگا جو صحیح ہے؟[1]

...خصوصیت مولانا کی تفسیر میں یہ ملتی ہے کہ تفسیر میں ایک جملہ یا لفظ لا مدثر پر ...کر کے بڑے بڑے اعتراضات رفع کر دیتے ہیں مثلاً آیت "تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا ...بَیْنَ النَّاسِ" سے آگے کی کچھ آیتوں تک مصیبت کی عام بیان فرمائی ہے کہ عام ذہن یہ ...کہ اکثر مصیبت گناہوں کی وجہ سے آتی ہے۔ مولانا نے جملہ جو مصیبت کی بیان فرمائی ...ہیں اور پھر ان کو لفظ جیسا یا مثلاً سے واضح فرمایا ہے۔ اب وہ آیات اور حکمتیں مندرجہ ...ذیل ہیں۔ مسلمانوں کی تسلی کے لیے جنگ بدر اور جنگ احد کی تبدیلی کا ذکر ...اس طرح کیا ہے:

"اگر تم کو زخم پہنچ چکا ہے (جیسا احد میں ہوا) تو (کوئی) گھبرانے کی بات ...نہیں کیونکہ اس میں چند حکمتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس قوم کو بھی (جو کہ تمہارے ...مقابلہ میں کفار) ایسا ہی زخم (صدمہ) پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ...سال بدر میں وہ صدمہ اٹھا چکے ہیں اور (ہمارا معمول ہے کہ) ہم ...ان ایام کو (یعنی غالب و مغلوب ہونے کے زمانے کو) ان لوگوں کے درمیان ...ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں (یعنی کبھی ایک قوم کو غالب دوسری کو مغلوب ...کر دیا کبھی اس کے برعکس کر دیا۔ اس سلسلے موافق یا خلاف مغلوب ہوتے اب کے ...تم ہو گئے (ایک حکمت تو یہ ہوئی) اور دوسری حکمت یہ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ...ایمان والوں کو ظاہری طور پر بھی پہچان لیں (کیونکہ مصیبت کے وقت ...مخلص اور منافق کا امتحان ہو جاتا ہے) اور تیسری حکمت یہ کہ تم میں سے ...بعضوں کو شہید بنانا تھا (چوتھی حکمت یہ ہے تاکہ (گناہوں کے) میل ...کچیل سے صاف کر دے ایمان والوں کو کیونکہ مصیبت سے اخلاق رذائل ...کا تصفیہ ہو جاتا ہے) اور (پانچویں حکمت یہ ہے کہ ظالموں کو ...کافروں کو

[1] تفسیر بیان القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۳۲، پارہ ۱۷، سورۃ انبیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تبلیغ دینے کی کوشش فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر آیت "فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ" کی تفسیر کے بعد لفظ بناکر تحریر کرتے ہیں کہ:

"یہاں چند امور مزید قابل سمجھنے کے ہیں۔ اوّل بعض تفاسیر میں ایک بگڑ ایک قصہ آدم و حوا علیہما السلام کے ایک اولاد ہونے کا اور اس کا ایک خاص نام رکھنے کا آیا ہے۔ اور بعض نے بعض روایات کی وجہ سے اس کا انکار کیا ہے اور نفس واحدہ اور زوجہا کی تفسیر کی ہے لیکن ترمذی کی تحقیق اور حاکم کی تصحیح کے بعد قصہ کا انکار اور نفس واحدہ آدم پر محمول کرنا دشوار ہے۔ لیکن اس قصہ کا اس آیت کے لیے مفسر ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں اور بعض سلف سے جو منقول ہے تو ممکن ہے کہ ظاہر الفاظ آیت سے اُن کی رائے ہو جو حجت نہیں رہا، ظاہر الفاظ سے اس کا معلوم ہونا، سو یہ اس وقت ہوتا جب تفشّاہا کی ضمیریں نفس واحدہ اور زوجہا کی طرف بعینہٖ عائد ہوتیں اور اگر یہ ضمائر مطلق زوج اور زوجہ کی طرف بطور صفت استخدام کے راجع ہوں جیسا اس آیت میں کہا گیا ہے "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (اے آدم) مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً (راجع الانسان الذی منہ تناسل) تو توجیہ بعید ہوا، نہ بعد کی آیت میں اشکال ہوا۔"[1]

بعض مفسرین نے اس آیت کریمہ کو ایک حدیث شریف کے سبب نقل کے ماتحت کر ہے اور عقل و حجت کی پرواہ نہیں کی۔ بعض مفسرین نے جو معقولی ہیں نقل و صحت کے سلا اس آیت کریمہ کی تفسیر کی ہے اور حدیث شریف کو نظر انداز کر دیا ہے۔ مگر مولانا نے دو کی مخالفت نہ کرتے ہوئے آیت کریمہ کی ایسی توجیہ کی ہے کہ جس میں تبلیغ اور نفع کی شکل

---

[1] ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ خلق دونوں کو صحیح سلام اولادِ نرینہ اللہ کی دی ہوئی چیزوں میں الخ۔ سورہ اعراف، صفحہ ۵۸، جلد ۴، تفسیر بیان القرآن۔
[2] تفسیر بیان القرآن، جلد ۴، صفحہ ۶۰، پارہ ۹، سورہ اعراف۔

ہوتی ہے اور پوری تفسیر میں ان کا یہی طرز ہے جہاں منقولات اور معقولات کے ما
کے درمیان اختلاف ظاہر ہوتا ہے۔ مولاناؒ نے پوری کوشش یہ کی ہے کہ تفسیر و تشریح
میں کوئی تشنگی باقی نہ رہ جائے۔ مختلف حوالوں کے ساتھ اپنی رائے میں ہر قصہ اور احکام
کے ناظرین کی سہولت کے لیے مثالوں کے ساتھ مکمل کر بیان کر دیا ہے۔ اگر کسی جگہ ایسی
بات آگئی ہے کہ پورے اطمینان اور قلبی شرح کے ساتھ تفسیر نہ کر سکے ہیں وہاں اس
بے بسی اور قلبی تشنگی کو ظاہر کر دیا ہے جیسا کہ سورہ توبہ کے ابتدائی دو رکوع کی کئی
صفحات پر تفسیر کرتے ہوئے اختتام میں لکھتے ہیں:

"ان دو رکوع کی تفسیر میں کئی سال گذرے، مجھ کو پریشانی اور حیرانی
رہتا سقا، اور جس قدر میں نے لکھا ہے یہ میری کوشش کا منتہا ہے
اگر کسی کی نظر باریک بین میں اس سے احسن اور اسہل تفسیر گذرے تو وہ
اسی کو اختیار کر کے مجھ کو معذور سمجھے اور میری لغزش کی عفو کی
دعا کرے۔"[1]

تبلیغ کی دوسری مثال مولاناؒ کے یہاں حروف مقطعات کے معنی میں ملتی ہے جہاں اختلاف یا اظہار کیا گیا ہے دوسرے مفسرین کے یہاں مولانا سقاؒ نے ان لوگوں کی توجیہ بھی کی ہے جنہوں نے اس کے معنی بتائے ہیں اور ان لوگوں کی بھی توجیہ کی ہے جنہوں نے ان کے معنی بتانے سے انکار کیا ہے پہلی جلد میں ہی انہوں نے اس طرح بیان کر دیا ہے۔ الٓمّٓ کے (حروف) ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دیا گیا ہو کیوں کہ اللہ و رسولؐ نے اتمام کے ساتھ وہی باتیں بتلائی ہیں جن کے جاننے سے دین میں ترجیح راجح ہوتا ہو اور ان کے نہ جاننے سے کوئی ترجیح نہ سقا ہم کو ایسے امور کی تفتیش

---

[1] تفسیر بیان القرآن مکمل، جلد ۴، صفحہ ۱۰، سورہ توبہ
نوٹ: یہ مضمون اس تفسیر سے متعلق ہے جو مفتی توصیف اور مفتی [illegible] کی تحقیق کے مطابق کتابت کے وقت ہاتھ سے لکھی گئی تھی اور اس میں ہر سقا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

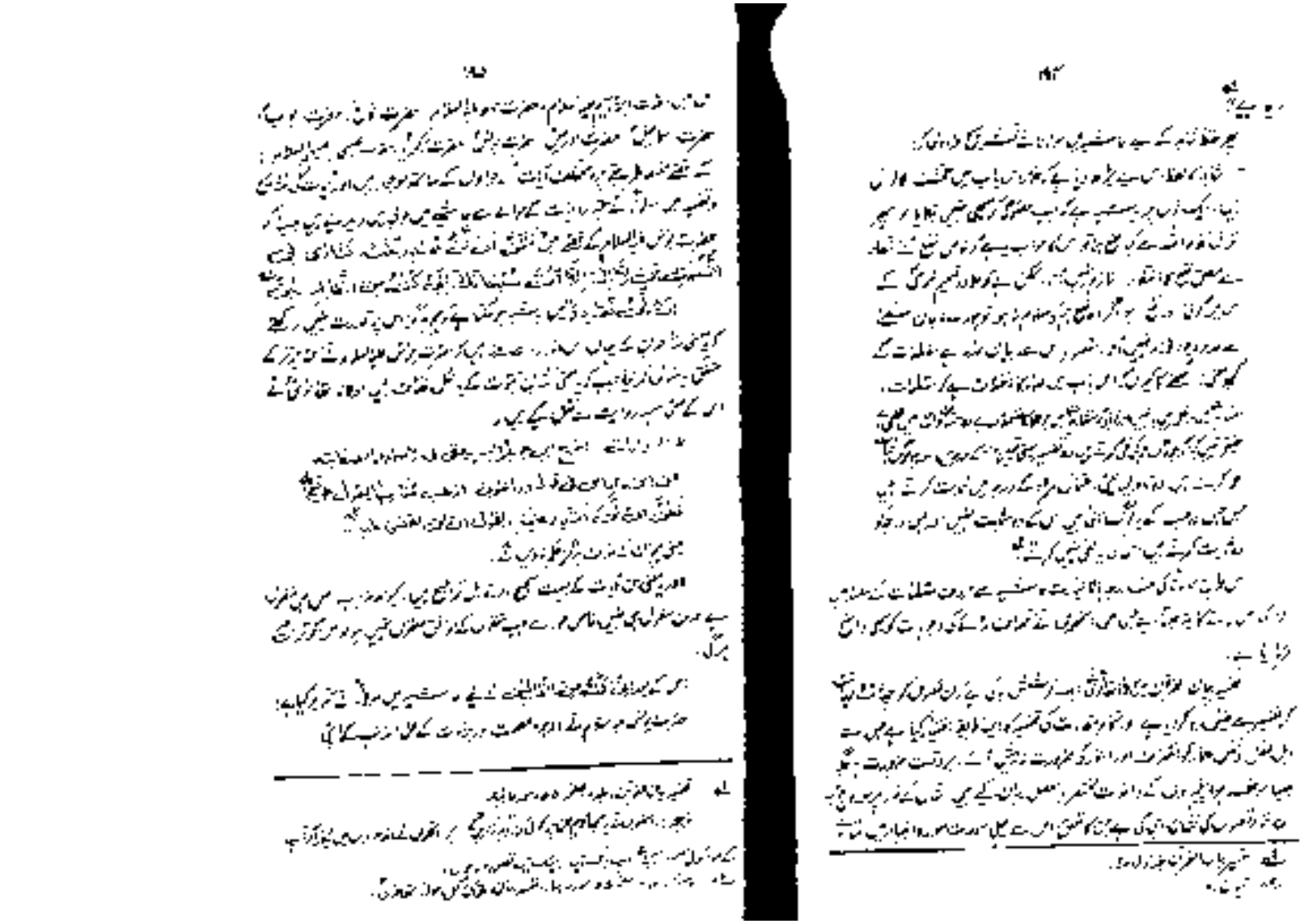

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر بیان القرآن کے تفسیری اصول

یہ ہمارا دوسرا شمارہ ہے جو ہم قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اس میں ہم نے تفسیر بیان القرآن کے تفسیری اصول پیش کیے ہیں۔ ان اصولوں کو سامنے رکھ کر ہم اس تفسیر کا صحیح مقام متعین کر سکیں گے۔

اس سلسلہ میں ہم تفسیر کے مختلف مناہج اور اہم مباحث پر اس کے اصول پیش کریں گے۔ پہلے ہم تفسیر کے وہ اصول پیش کریں گے جو تفسیر بیان القرآن میں ہمارے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ہر تفسیر کے اصول بتائے ہیں۔ ان کو تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے ان اصولوں کی روشنی میں تفسیر کے تفسیری اصول مرتب کیے ہیں۔ ان کو بھی ذکر کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہم تفسیر بیان القرآن کے تفسیری اصول کی روشنی میں تفسیر کے مختلف مباحث پر بحث کریں گے۔ ان مباحث کو بھی ذکر کیا جائے گا۔ اور ہر تفسیر کے آخر میں ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس تفسیر کا کون سا مقام ہے اور کتنے اصول اس تفسیر میں پائے گئے ہیں۔

تفسیر کے اصول (تفسیر عثمانی / تفسیر فتح المنان)

مولوی عبدالحق صاحب نے تفسیر عثمانی کے تفسیری اصول بیان کرنے سے قبل اس تفسیر کا تعارف بہت تفصیل سے اور اہتمام سے تحریر کیا ہے۔ اور تفسیر عثمانی میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

"یہ حاصل ہے تقریباً چالیس برس کی درس و تدریس کا۔ ہزاروں گزرے ہوں گے

www.KitaboSunnat.com

ہدایت ہوئی ایک نئے اسلوب میں بدلنا پڑا جو اول ہی سے عمدہ ہے اور جس میں [illegible] مضامین کا اضافہ ہوا۔ اس لیے اس کا نام ہی البیان فی علوم القرآن رکھا گیا۔[1]

دراصل قرآن کریم کی تشریح و تفسیر [illegible] نزول قرآن کے بعد سے ہی جاری رہا۔ خود احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی [illegible] اور وضاحت کا ذریعہ ہیں جو تفسیر قرآن کریم کا پہلا ذریعہ ہیں اور یہ [illegible] تعالیٰ نے باری اور قائم رکھنے کے لیے بہت سے اپنے بندوں کو قرآن کریم کو سمجھنے اس کے [illegible] غور و تدبر کی صلاحیتیں عطا کیں۔ پھر آن کے ذریعہ دوسروں کی اصلاح و تربیت کا راستہ کھلا۔ مفسرین نے قرآن کی وضاحت سے قبل جو اصول بنائے حدیث و قرآن کے اشارات میں وہ تفسیری اصول کی صورت میں مندرجہ ذیل ہیں جو مولوی عبدالحق صاحب نے تحریر کیے ہیں:۔

اس تفسیر میں روایت کو کتب حدیث سے اور درایت کو اس فن کے عالم مفسرین کی کتب سے نہایت احتیاط سے نقل کیا ہے اور چونکہ اصل مقصد کلام الٰہی کا لوگوں کے سامنے واضح کرنا تھا اس لیے اس کو سہل بنانے کے لیے چند امور کا خیال رکھا ہے۔

(۱) قرآن کے اصلی معانی کو اردو میں تحریر کیا ہے۔

(۲) قرآن کی آیتوں اور سورتوں کا شانِ نزول صحیح روایات کے حوالہ سے لکھا ہے۔

(۳) احکام کی آیات میں پہلے مسائل منصوصہ کا ذکر کیا ہے۔ پھر مجتہدین کے اختلاف اور ان کے دلائل کو بیان کیا ہے۔

(۴) ایک ہی قرارت کے موافق وجہ اعراب کو بیان کیا ہے۔ زیادہ طوالت اور حوالوں کو غیر ضروری خیال کرتے ہوئے ان سے اجتناب کیا ہے۔

(۵) قرآن کریم میں جو واقعات صحیح روایات یا قدیم کتب سے ثابت ہیں یا خود کسی جگہ قرآن میں اس کا ذکر ہے اس کو بیان کیا ہے۔

(۶) مختلف وجوہات میں سے کسی ایک کو ترجیح دے کر ذکر کیا گیا ہے۔

---

[1] تفسیر فتح المنان، مقدمہ تفسیر عثمانی، طبع اول، مطبع دلی پریس کانپور

بلاغت و معانی سے متعلق نکات قرآن کو ظاہر کیا گیا ہے۔

کوئی حدیث غیر مستند کتب صحاح ستہ وغیرہ کی نہیں لائے۔

آیات میں ربط کا اہتمام کیا ہے۔

مخالفین کے ان شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے جو تاریخی واقعات یا قیامت سے متعلق تھے ان کا جواب تحقیقی طریقہ سے دیا گیا ہے۔

غیر ضروری تشریحات سے بچنے کے خیال سے اور کسی خاص مذہب کی بیجا تائید کرنے سے اجتناب کیا ہے۔

مولانا عبدالحق صاحبؒ نے مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں اپنی تفسیر کو اپنے خیال کے مطابق اسلاف کی عمدہ تفاسیر کا نچوڑ بنا کر پیش کرنے کی حتی الوسع کوشش کی ہے۔ مولانا موصوف نے اپنی تفسیر بیان القرآن کے آغاز میں ان تفاسیر اور کتب کا تذکرہ کیا ہے جن سے اپنی تفسیر میں مدد لی ہے۔ اس فہرست میں تفسیر عثمانی کا بھی حوالہ دیا ہے۔[1] بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی کے تفسیری اصول کے ضمن میں جن تفاسیر اور مفسرین کے اصول ذکر کیے جائیں مناسب ہوگا سب سے پہلے شاہ ولی اللہؒ کی خدمات کا مختصر تذکرہ اس سلسلہ میں سامنے لایا جائے۔ شاہ صاحبؒ نے قرآن کریم کے ترجمے کے بیان کی حیثیت سے ہندوستان کے مفسرین میں شاہ صاحبؒ کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے دیگر علمی کارناموں کے علاوہ "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" ان کی مشہور تصنیف ہے جو طالب علموں نے تفسیری اصول کو سامنے رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے اسی لیے اس کا نام الفوز الکبیر فی اصول التفسیر رکھا گیا۔ اس باب میں ان تفسیری اصولوں کو زیر بحث لائیں گی جو انھوں نے اپنے رسالہ میں تحریر کیے ہیں اور پانچ ابواب کو علوم القرآن کے

---

[1] الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، شاہ ولی اللہ۔

شاہ صاحب کا یہ رسالہ زبان فارسی میں تھا اردو ترجمہ کیا گیا۔ یہ رسالہ [illegible] کل ہے جس میں مختلف انداز سے فن تفسیر بحث کی ہے۔ [illegible] دیگر [illegible] کرام طالبین سے اہل علم استفادہ کر سکیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمے میں لکھا ہے۔

پہلا باب: ان امور پر اجمالاً کے بیان میں ہے جن کی طرف قرآن کریم نے رہنمائی کے لئے اشارہ فرمایا ہے۔

دوسرا باب: قرآن کے بیان میں اور اس وجہ کا جس کی بنا پر اس کو حجت کہا گیا ہے۔

تیسرا باب: نظم قرآن کے مخالف اور اس کے اسلوب بدیع کی تحقیق کے بارے میں۔

چوتھا باب: فہم تفسیر کے بیان میں

پانچواں باب: ذکر اسباب النزول اور سبب قرآن و سبب نزول کا کہ مفسر کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے اور تفسیر و بیان مقاصد کلام کے لئے ان کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

یہ خلاصہ عالمہ شریح کر دیا گیا۔ یہ بار خدا مستقل نگر کیے گئے تھے۔

اس وقت ہوں تفصیل سے پر کہتے یہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہنا ہے کہ ان کا مقصد

۱؎ علوم ہوتے گئے۔

۲؎ نظم کلام: اس سے آپ کا مقصود وہ اندرونی انتظام ہے جو عبارت کے جزئی اجزاء میں ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل متعلقہ مقام پر آئے گی۔

۳؎ جو مراد ہے عبارت کے گروہوں کے ساتھ خطاب سے متعلق ہیں۔ مخاطبین اور مخالفین کی نفسیات کی رعایت کی ہے۔

۴؎ نظم کلام کی وجہ سے اس کا معجز ہونا اور اس کی خوبیوں کا بیان کرنا ہے۔

۵؎ یہ اشارہ ہے ان آیات کی طرف جن میں قرآن نے اپنے تدبر کی دعوت دی ہے اور ان کے لئے غور و فکر کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

۶؎ یہ اشارہ ہے ان آیات کی طرف جن میں قرآن نے اپنے کو حجت کہا ہے۔

۷؎ یہ اشارہ ہے ان آیات کی طرف جن میں قرآن نے اپنے کو حجت کہا ہے۔

فہم تفسیر کے لئے کن امور کو ضروری سمجھتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ نے صاحب موضح نے کی کوشش کی ہے کہ تفسیر قرآن کریم کے مقصد میں صحابہ کرام کے درمیان جو اختلاف تھا اس کی مختلف جہتیں متعین کر دی جائیں۔ ایک جماعت مفسرین کی ایسی ہے جو ہر آیت کی تفسیر کرتے وقت اس کے ساتھ ہی اس کے متعلق تمام احادیث مرفوعہ جو اس کے متعلق ہوں، موقوف، ان کا قول جو اسرائیلی روایت ہو، یہ طریقہ محدثین کا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے اور صحابہ کی آراء میں تطبیق کرتا ہے یہ طریقہ خصوصی کا ہے۔

ایک جماعت مفسرین کی ایسی ہے جو ہر آیت کی تفسیر کا استنباط کرتی ہے۔ یہ طریقہ فقہاء اور اہل نظر استعمال کرتے ہیں۔

مفسرین کی ایک جماعت ایسی تھی ہے جو الفاظ قرآن کی لغوی، نحوی اور بلاغی اعتبار سے خصوصیت سے تفسیر کرتی ہے۔ یہ اہل لغت کا انداز ہے۔

آپ نے دیکھا جیسا ہے میں نے طریقہ بیان کے ثبوت کو اہمیت دی ہے اور یہ اس کا امتیاز ہے۔

بعض لوگ تفسیر میں روایت کی صحت و توثیق کرتے ہیں جو قرآن کی شان ہے اور کچھ مفسرین علمیت و معرفت کے ثبوت کو اپنی مناسبت سے بیان کر دیتے ہیں جو صوفیوں کا انداز ہے۔

قرآن، حکمت، فرقان اور بیان کی تفسیر کے میدان کی وسعت میں بڑا دخل رہا ہے۔ تفسیر کے سلسلہ میں شاہ صاحب نے اپنے نظریات اصلی تفسیر میں بیان فرما کر کیے ہیں جن میں وہ اختلاف کی اہمیت کو بتا کر رفع کرتے ہیں جیسا کہ ملاحظہ ہو دیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اس کلام کا ہے جو ہمارا خود کہنا ہے۔ ہم اس تفسیر کو دوں تفسیر کہتے ہیں۔ مترجم۔

۱؎ یہ جو کہ دریشہ اصل ہے اس کا مطلب ہے۔ طبع الیہ پر لیس دہلی۔ سنہ طبع ۱۳۱۸ھ۔ سلطانی ۱۹۰۰ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) قرآن کریم کے مدنی حالات کو نقل کرنے وقت اصل نصرت پر ضرورت دیکھا جاتا ہے۔ نبی اسرائیل کی نقل نے نہ تھی یا نہ ہو۔ اصحاب کہف کے کتنے کا رنگ کیا تھا۔ سب ہے نفع تفصیلات ہوں ہیں۔ صحابہؓ ایسی بحثوں کو تضیع اوقات خیال کرتے تھے۔

(۲) دوسرے وہ صحابہؓ کے تبع اسرائیلی روایات کا نقل کرنا ظاہر ہے ایک مضر قرآن ہی کیونکہ ہے جب کہ اکثر تفسیر میں وہ تحریر کرتے ہیں:

"دوسری بات کا نقل کرنا ایک ایسی بات ہے جو ہر وقت ذہن میں داخل ہو گئی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی تصدیق کریں۔ حضرت شیخ۔ اس کا مدعا ہے وہ باطل ہو جائیں۔ قول یہ کہ جب تک ضرورت نہ ہو اللہ کا بیان حدیث ہوں علی اللہ علیہ وسلم اپنی دست نہ ہو سکے نبی اسرائیل سے نقل کرنا چاہیے؟"

لیکن اسی عبارت کے ساتھ دوسری جگہ شاہ صاحبؒ اضطراراً اور ضرورت کے تحت نقل کرتے ہیں:

"اگر کوئی لفظ مبہم ہو جس کی بابت آیت کے ظاہر الفاظ میں ایسا قرینہ نہ ہو کہ بیان کا یہ لفظ لاس پر آکر رک جاتا ہے تو جب وہ نقل کا بیان کرنا مفسرین کا فرض منصبی ہو"

شاہ صاحبؒ کی ان دونوں عبارتوں کے جمع سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ صاحبؒ نے تفسیر میں غیر ضروری اسرائیلی روایات سے بچنے کی کوشش کی ہے لیکن ضرورت پڑنے پر اس قید و احتیاط کو بھی نظر انداز کیا ہے کہ روایات کی تحقیق سے گریز کیا جائے۔ کیونکہ یہ ہر مفسر کا فرض ہے کہ وہ روایات اور تفسیر کے ساتھ تفصیل، تنقید کرے۔ شاہ صاحبؒ کا یہ طریقہ راہ اعتدال سے قریب

۱؎ لا تقصد فیھا ولا تکن بہ [illegible]

۲؎ [illegible]

کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(۳) تیسرے شاہ صاحبؒ بیان کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے آیات متشابہات میں مفسر کو تفسیر کرتے وقت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

اول عرب کی زبان سنو جس میں کہ قرآن نازل ہوا ہے۔ کہ وہ لوگ محاورات عرب اور چلوں کو کس طرح استعمال کرتے ہیں کہ قرآن کریم کا نازل عربی زبان میں ہونا اور اہل عرب کو زبان کے قدرت ہونے کی وجہ سے قرآن کریم کے سمجھنے اور اعجاز کو سمجھنے میں دشوار نہ تھا۔ وہ اپنی زبان دان پر نازل ہوا ہے۔ لہٰذا اگر قرآن کی تفسیر کے لیے مفسرین کو اس طرح سے سمجھنا نہایت ضروری ہے اور تفسیر کو متعلق ہیں اور انہیں ہو سکتا کہ زبان کی یہ خوبی ہے کہ ایک کلمہ کے کئی معنی نکلتے ہیں اور ایک ہی لفظ میں زبان کا تمام سے اعلیٰ درجہ کسی دوسری زبان میں بمشکل ملے گی۔ شاہ صاحبؒ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ زبان میں تو درست ہے لیکن قرآن کریم کے مطلب کو سمجھنے اور صحیح ہونے میں کون سے کچھ زیادہ قریب مدد نہیں ہو سکتے ہیں مفسرین کے لیے یہ سمجھنا ضروری اور ایسے جاہل ہے۔

دوسری بات ان کے خیال میں ان کی تحریر کے مطابق یہ خیال رکھنے کی ہے کہ وحی سابق پر کوئی حیثیت رائج ہے یعنی سیاق و سباق کی قوی مناسبت کا لحاظ کر کے تفسیر کی تشریح کرتے وقت رکھنا چاہیے۔

شاہ صاحبؒ کا منہج قرآن کے نزول کو عربوں کے محاورات کے خاص سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس کے شاہ صاحبؒ، جو زبان کے انہار پر مبنی ہے اختیار کرتے ہوئے ان کی تفسیر کے قائل ہیں۔ کیونکہ عرب اپنے خطابات میں کثرت ایسے محاورات استعمال کرتے تھے جو کہ مشہور اور معروف تھے۔ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اس اگر کسی جگہ "لکی سیاق کی" اور تفسیر کی جگہ ہو، اور تفسیر کیا جائے تو وہاں لیے کوئی حیرت کی بات نہیں۔ لہٰذا حقیقی بات یہ ہے کہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے لحاظ سے کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

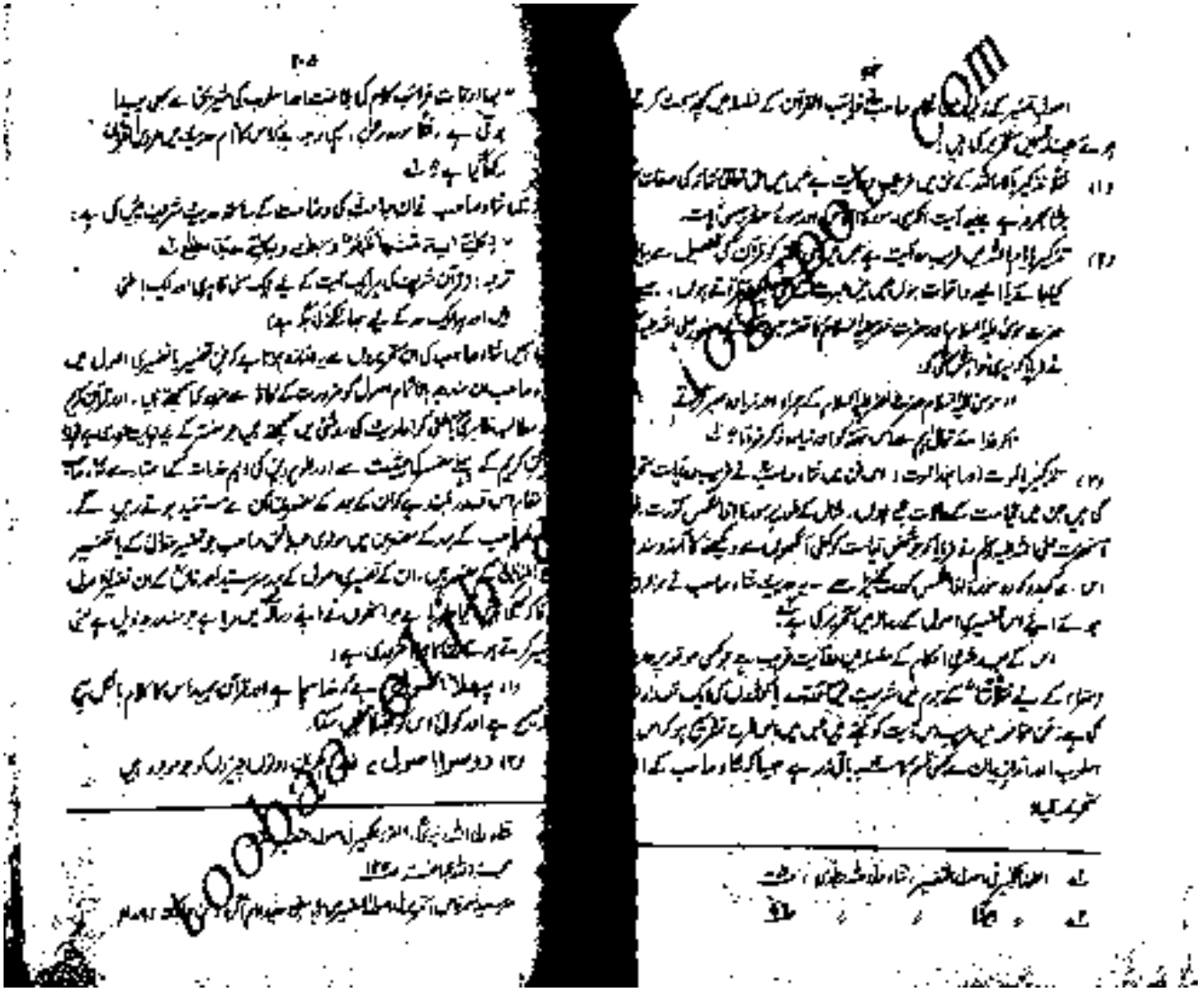

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ورک آف گوڈ (Word of God) یعنی خدا کے کام اور دوسرا (Word of God) یعنی خدا کا کلام۔ یہ دونوں اپنی جگہ اگر قدرت اور صداقت پر مبنی ہیں تو ان کو نہ الگ کیا جا سکتا ہے اور نہ یہ مخالف ہو سکتے ہیں اس لیے کہ خدا کے کلام کی شکل میں قرآن کریم موجود ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور جس کا یقین ہے تو سچا احکام یا اس کے بتائے ہوئے کام بھی صداقت پر مبنی ہیں جو ان سے متصادم کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ ضرور باللہ خدا کے کلام کو جھٹلایا جا رہا ہے۔ اس لیے دونوں [illegible] ضروری ہے۔

(۳) تفسیر کا اصول سرسید یہ بتلاتے ہیں کہ قانونِ قدرت کا اٹل عہد ہے اور وعدہ وعید پر قولی معاہدہ ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ سمجھنا کہ اس کو تسلیم کرنے سے خدا کی قدرت پر مطلق اثر پڑے یا نقصان ہو غلط ہے جیسا کہ نواب محسن الملک نے سرسید کی تفسیر پر خرق عادت کی تشاندہی کی تھی اور شبہات ظاہر کیے تھے۔ اس کے جواب میں سرسید نے ان کو اطمینان دلانے اور غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے یہ اصول تحریر کیے تھے۔

(۴) چوتھے اصول میں سرسید اپنا نظریہ یہ پیش کرتے ہیں کہ انسان کو خدا کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا یا مذہب کو انسان کے لیے بنایا گیا۔ ان دونوں صورتوں میں یہ بات ضروری ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا گیا ہے کیونکہ انسان اور دیگر مخلوقات کے درمیان امتیاز عقل اور زبان کا ہے۔ انسان عقل کی بنیاد پر مذہب کے اصول سمجھ کر قوانینِ قدرت کی صداقت کو ادراک کر سکتا ہے اور مذہب کا کوئی اصول بھی عقل انسانی کی دسترس سے باہر نہیں ہوتا اور اگر انسانی عقل کے دائرے سے باہر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان اس کا مکلف نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے سرسید احمد خاں نے مثال دی کہ مثال کے طور پر بیل یا گدھے کو امر و نہی کا مکلف قرار دیا جائے یا جونپور کا قاضی بنا دیا جائے۔[1]

---

[1] سرسید احمد خاں، تحریر فی اصول التفسیر، ۱۲

سرسید احمد خاں کے ضبط کردہ مندرجہ بالا اصول کا جائزہ لیتے ہوئے ہم نے یہ اندازہ لگایا کہ دراصل ان کا مقصد مذہبی اصول اور قدرت کے قوانین کو قرآن کریم کے [illegible] انسانی عقل کے ذریعہ سمجھنا ضروری ہے جس کا علم انسان کی تفسیر سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عقل انسانی پر حد سے زیادہ اعتماد اس شاہراہ اور منزل پر پہنچا دیتا ہے جہاں کبھی کبھی اصل مفہوم اور مقصود تک ہی رسائی نہیں ہو جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں [illegible] انسانی کو مناسب وزن دیتے ہوئے اس کے محدود ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے [illegible] عقل کو بعض مفسرین قیمت محدود وزن نہیں دیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ سرسید نے یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ میری تفسیر علماء کے لیے نہیں بلکہ ان لوگوں کے لیے زیادہ مفید ہو سکتی ہے جو اسلام کے بعض حقائق کا انکار کرتے ہیں۔ اسی لیے غالباً سرسید نے اپنی تفسیر میں اس قسم کے لوگوں کے لیے عقل کو ضرورت سے زیادہ زور دیا ہے۔ اس لیے قرآن کریم کی تفسیر میں کمزوریوں کے باوجود ان کی نیت پر کسی قسم کا شبہ مناسب نہ ہوگا کیونکہ [illegible] کا معاملہ خدا اور بندہ کا ہوتا ہے۔ البتہ ایسے مفسر کے علم یا عمل سے اگر اسلامی اصول [illegible] تفسیر پہنچتی ہے تو اس پر تنقید کا پورا حق ہے مگر اس طرح کہ تنقید کے ساتھ [illegible] نظریہ کو [illegible] دلائل اور حقائق کی روشنی میں واضح کر سکے۔

سرسید احمد خاں [illegible] اور تفسیر عثمانی کے تفسیری اصول پیش کرنے کے [illegible] اصل مقصد پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر کے [illegible] پیش کرتے ہیں کہ ان حضرات کی کاوشوں کے بعد مولانا تھانوی نے کن کن اصولوں [illegible] کے لیے ضروری سمجھ کر متعین فرمایا۔

تفسیر مواہب الرحمٰن۔ [illegible] بیان القرآن کی اردو تفسیر ہے اور [illegible] سید امیر علی نے قرآن کی تفسیر کے لیے جو اصول [illegible] علوم اپنی تفسیر میں تحریر کیے

سید امیر علی مفسر، تفسیر مواہب الرحمٰن (جامع البیان فی تفسیر القرآن) لکھنؤ، سن طباعت ۱۳۲۳ھ، ۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

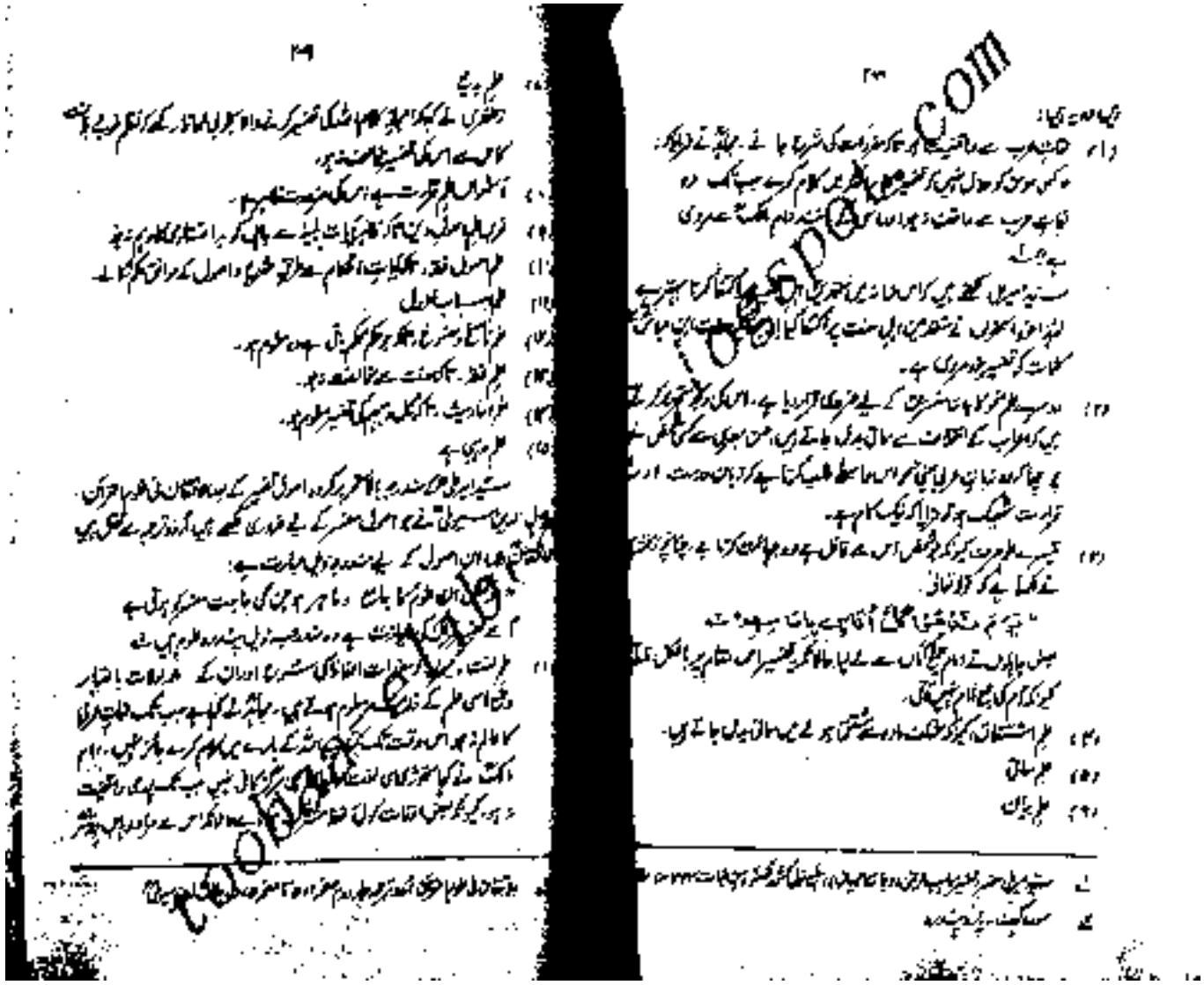

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حق ہو نے ہیں۔

(۴۲) علم نحو

(۴۳) علم لغت

(۴۴) علم اشتقاق

کیونکہ اگر عربی زبان کے اشتقاق اور مختلف وزنوں سے ہر لفظ کا تلفظ نہ ہوتا جیسے ہم نے اوپر بیان کیا ہے تو قرآن مجید کی متعدد آیات کے معانی سمجھ میں نہ آتے۔ اس لیے کہ ان کا تعلق اسی علم سے ہے۔

(۴۵) علم صرف

(۴۶) علم بیان

(۴۷) علم بدیع

(۴۸) علم قرأت

(۴۹) علم اصول دین

(۵۰) علم اصول فقہ

(۵۱) علم اسباب نزول و قصص قرآن

(۵۲) علم ناسخ و منسوخ

(۵۳) علم فقہ

(۵۴) ان احادیث کا علم جو آیات احکام کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں

(۵۵) علم لدنی یا علم وہبی

ضمناً یہ بتانا بھی مناسب ہے کہ صوفیا نے قرآن مجید کی جو تفسیر کی ہے اور جس کو وہ علم لدنی کہتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہے:

(۵۶) قرآن مجید کا وہ معانی قرار دیا ہے جس کی تفسیر ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کرتا ہے[1]

---

[1] ذوق کی تفسیر کے متعلق ہم نے اپنی دوسری کتاب میں بحث کی ہے۔

کی خاص روایت ہے۔

(۲) دوم تو بعض ایسی خاص ضرورت استعمال نہیں کیے گئے، وہ درج ہے۔

اوّل تو یہ ضمائر ہوں، جو ذات پر محمول ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ ذات پر شاذ و نادر جدا ہوتے ہیں۔ اگر ان کے کلمات ملے ہوتے تو وہ لکھنا نہ سمجھتے۔ یہاں کے معانی نہ جانتا، سمجھتے۔ ان عادتوں کے ذوق جو عبد آن در عصاں دارد نہ دیدہ۔ (ترجمہ) ایسے خاوند جو قریب نہ ہوتے اور ترجمہ کرنا کہ اپنا تو ہو کر قریب نہ ہندوستان کے صاحب سمجھ تو اس کو سمجھ جاویں۔ اس لیے کہ یہ کوئی زبان ہی ہے کہ فصاحت کے ساتھ اس میں سوست بھی ہے۔

(۳) سوم بعض ترجمے کئے اور وہ جس مضمون کو بہت ضروری سمجھا اس پر ترجیح ترجمہ کی موقوف ہے۔ یا مجموعہ کل مشتبہ تراکیب کے مضمون سے نہ پڑا جیسے ہم نے اپنا ترجمہ کیا ہے۔ جواب یہ مضمون قرآنی کسی مشہور تحقیقات نے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اس کی تحقیق یہ کی تصریح کرنا ضرور نہ تھا جس کے سوا ہے کہ بجز ادا و باقی ارکان زکات [illegible] و بعض سکانات اضافی با بہت سے مال و فیرہ سے تحریف نہیں کیا گیا۔ فرض یہ کہ معانی کا صحیح کرنا مقصود تھا جس کا تعلق بعض قرائن و دلائل ضرورت تھا لیکن [illegible] و بعد کی روایت کے بھی جو علماء و علماء کے لیے بہت سے مقامات میں ضرور ہے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ترجمہ ایسا ہونا چاہیے کہ ایسے مقامات حل ہو سکیں اور ہم نے اللہ کی توفیق سے ایسا ہی کیا ہے۔ [illegible] ضرورت ہوا ہے [illegible] سمجھا کر پڑھیں، ورنہ قائل رہے آیا تو ضرور ہے کہ ہمارا ترجمہ کرنے والے [illegible] ہندو پر کسی مستند پر ناظر غور کرنے تو ہمارا کیا قصور ہے۔ لہٰذا ہم کرنے والے ضرورت دلائل کو پیش نظر رکھ کر ان کے مقامات پر یقین فاضلین لا ہے۔

[illegible]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

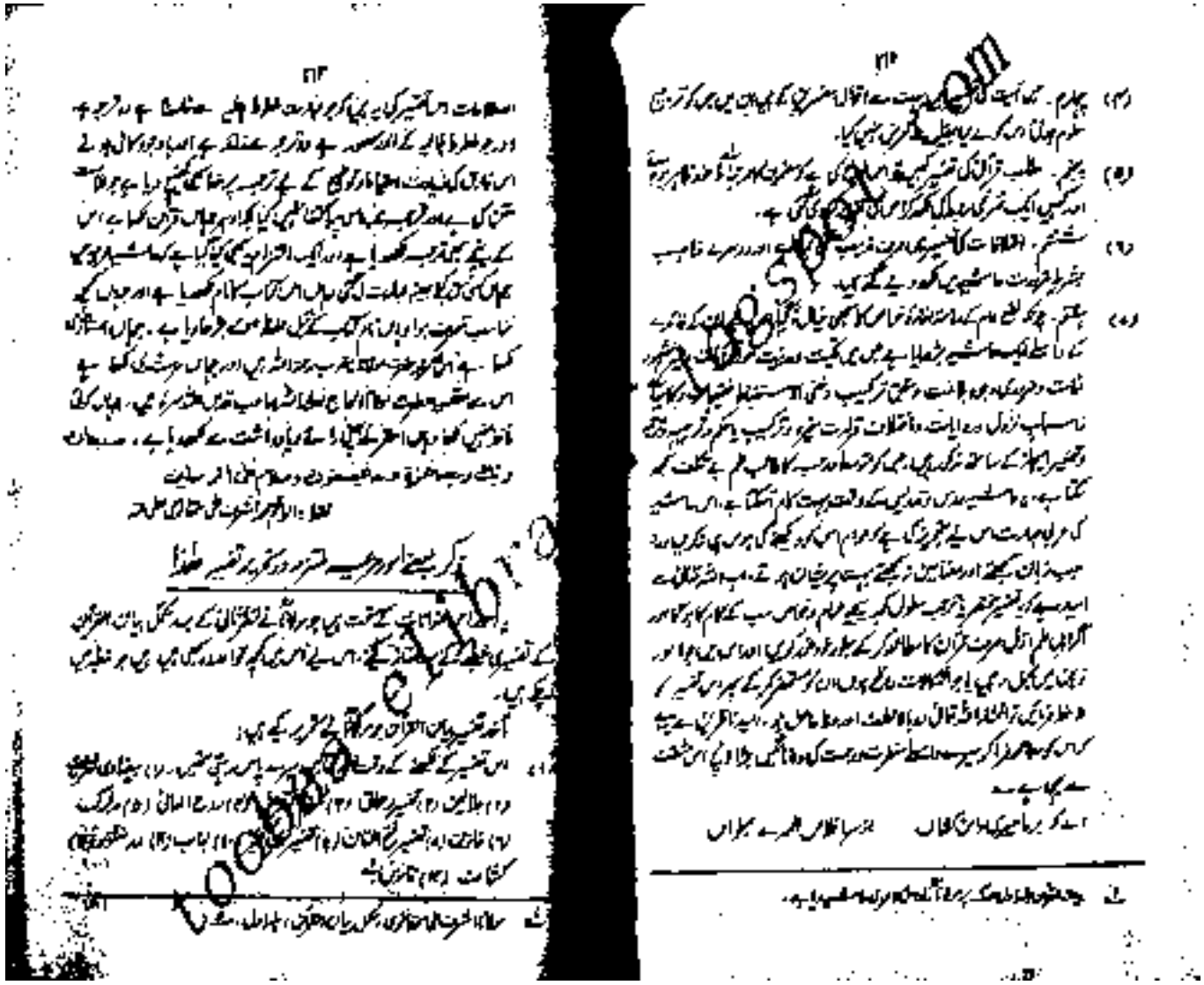

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے تراجم قرآن، ان میں سے بعض مترجم اقوال سے بچ کر ہیں اور بعض کچھ حصے کے بعد آئیں اور بعض بالکل اخیر میں آئیں۔ چونکہ اس کی تفصیل دشوار ہو گئی ہے اور طوالت کے دفع کتب حدیث و فقہ وغیرہ کی مراجعت کسی کی جاتی ہے

(۲۲) قرآن مجید کے اول سے آخر تک ہر سورت کا اور ہر آیت کا مکمل بیان قبل کے ساتھ مناسبت سبق اور ترتیب تقریر میں بالاختصار بیان کر دیا گیا۔ اکثر سورتوں کے شروع میں ان سورتوں کا فضائل بھی بیان کر دیا گیا۔

(۳) جس آیات کی تفسیر جو حسب اختلاف تقاضا و تناسب مضامین کے ایک جگہ جمع کر کے لکھی گئی ہے۔ ان کے بعد میں ان مضامین کا ایک جامع عنوان بطور شرح کے لکھ دیا گیا ہے جس سے جو قرآن کے دعوت و اصلاح دین میں متعلق ہو لے نہ پورے مضمون تفسیر سے کچھ ان شاء اللہ خاص ہو گا اس کو ناظرین نوٹ کر لیں گے۔ جہاں آیات کی تفسیر ایسے طور پر کی گئی ہے کہ سب کو ایک مسلسل تقریر ہو جاتی ہے۔

(۴) جن روایات پر تفسیر کی مبنی کی گئی ہے، ان میں التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتیں ہوں۔ البتہ جہاں تفسیر کسی روایت پر مبنی نہ تھی اور نہ قرآن کی نص تھی اس وجہ سے کہ مقبول عقلیت، اقوال کے لیے شہادت واسعت میں قبول کیا گیا۔

(۵) مشتبہات کے جو جواب دیئے ہیں وہ ان شبہات کو دفع کرنے کے لیے جن کا منشا کوئی دلیل صحیح تھی، جیسے کوئی آیت یا قول حدیث یا کوئی مرتبات عقل یا نقل یا کسی اور من کا منشا فرق سمجھ میں نہ آیا ہے بلکہ وہ شبہ خود ہی جاہلیل ہے۔ اس کے جواب میں جو کہ سب دلیل کافی ہے۔ اس لیے اس سے قرآن ضائع نہیں کیا گیا اور بہت سے مشتبہ مضمون تقریر سے دفع ہو گئے ہیں۔

(۶) کوئی مضمون ضرورت سے زائد نہیں لکھا گیا تاکہ طول کلام کا خوف نہ ہو۔

(۷) ترجمے میں ترکیب کی رعایت نہیں کی گئی ہے بلکہ مطابق ہے۔

(۸) چونکہ مقرر جماعت متفقہ کتب مشہورہ پر بالکل نظر نہیں ہے اس لیے

بعض مضامین کو تفسیر بقال سے نقل کر دیا ہے۔

(۹) فوائد جو کہ تفسیر میں دو یا تین مقام پر لیے ہیں وہاں جیسا بھی چاہتا تھا ویسا مشروح صدر نہیں ہوا۔ اس موقع پر نظر نے اس کی تصریح کر دی ہے تاکہ کوئی کو اس سے بھی تقریر مفید ہو جائے کہ کو نوٹ کر لے۔

(۱۰) مسائل عقیدہ کو خاص کی ہر آیت کے تحت اس قدر تفصیل پر بحث کی گئی ہے جس پر تفسیر قرآن کی موقوف تھی۔

(۱۱) جو مضامین قابل ذکر تفصیل متعلقہ کے کسی جگہ آئے ہیں ان کو قلم انگ لکھ کر دوسری جگہ اس کی جگہ کو مولد ہے۔ بلکہ ہے۔ پہلی جگہ اس دوسری جگہ کا حوالہ کیا گیا ہے۔

(۱۲) ہر جگہ تفسیر میں جہاں صحت مدعا کا کہا ہے۔ ان قرین کے اقوال کو جو سند کے خلاف تھے نہیں لیا۔

(۱۳) جہاں مضامین کتب و اقوال میں ان میں سے جس کو وہ بیت از روئے تحقیق سمجھا صرف اس کو تفسیر کر لیا گیا۔ کسی قرینہ کی بنا پر کوئی کہیں، کوئی کہیں، کوئی کہیں مضمون مراد ہیں اور ان سب کو تفسیر میں نقل کر دیا ہے۔

(۱۴) تفسیر کے آیت میں قواعد عربیت سے تطبیق پوری طور سے رعایت کی گئی ہے جہاں کہ تکلف ہوا ہے وہاں کہیں سے بوجھ ہو گیا ہے۔

(۱۵) کچھ کو معلوم ہے کہ کہیں کہیں تفسیر بہت مختصر ہے لیکن اس کی کفایت میں کوئی خلل نہیں۔ البتہ کہ مستعد اور لوگوں کو اپنی علم سے اس کے حل کر لینا ضروری ہو گی۔ اس طرح بہت جگہ ایسے مضامین کہے گئے ہیں کہ ان کو سمجھنا ضروری اہل علم کے ساتھ ہے اس لیے میرے نزدیک مناسب ضروری ہے کہ اس تفسیر کو اول سے آخر تک کسی عالم کے بحث کے طور پر پڑھ لیا جائے اور جو عنوان ان پر بھی

لہ سورۃ تفسیر فی المقالی، جلد اول مؤلفہ تفسیر جناب حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی مدظلہ العالی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سمجھ میں آتے ہیں کہ طرز و روش پر سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ اختلاف ہے
کہ ان سے بڑا طمطراق حاصل ہوتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہر جگہ عبارت ادا میں
کسی کسی مقام پر تھوڑا بہت اختلاف ہے جس کو ناظرین خود ہی محسوس کر لیں گے۔

(۱۶) اور بہت سے امور ضروری و لطیف توجہ و تفحص ہیں جیسے لغت کے جو بیان سے رہ گئے
ہیں تفسیر کے مطالعہ میں ان کو ادا کیا جاتا ہے۔

(۱۷) لطائف اور نکات جن کو تفسیر میں داخل کرنا مقصود ہے قرآن سے بالکل پھر
کر دیے گئے مقصود اصلی یہاں قرآن کو سمجھنا ہے۔

(۱۸) جملہ آیات کی تفسیر میں حدیث سے فروگذاشت ہے اس کے مقابلے میں کسی کا قول نہیں
لایا گیا۔

(۱۹) پھر کہیں ضرورت ذکر کی ضرورت خیال میں تھی آئی ہے اس لیے کہ
اوّل تو ہر جگہ میں بعض اشارات کی روایت متروک ہو گئی ہے۔ نیز بیچ کے اس
اور جلدوں میں سے جن میں مرحوم اللہ تعالیٰ کا ہے لکھنا متعذر کہیں ہو سکے
ترجمہ سے کسی کو نظر کرنے کی فرصت نہ ملی۔ اول جلد منقح تھی مگر
درمیان میں ضرورت وقتاً فوقتاً واقع ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے خود اس کے
ہونے میں۔ اور کچھ اس میں اور تقریر جلسوں میں حاضر ہونے کے لیے تشریف
لے جانے میں بے انتظامی سے مصروف ہو سکتا ہے۔

(۲۰) باقی جو علماء ہیں قرآن و حدیث میں لکھے ہیں اور مخصوص ہیں ان کو
کہ اختلافات پر تنقید کرنے کی اس نظام پر ہو جیسا نہیں باقی ان سب مخلوقات
کے جو اجزاء انسان کی اصلاح سے ظاہر کیے گئے ہیں۔ اپنی خاص حالت کھانا پینا
سونا ہے سے

بلبلیں سنتے تھے تم کو عرت سے فاختہ سرو شمشاد
تھے یہ تو میکدہ ہے عبادت دہ ہے مدارس

مسند دہلوی ترجمہ موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ قانون نے تو بہ فرمائے ہیں اس سے
قبل مسند دہلوی، اصرار اور تحریر پہ کیے جا چکے ہیں بھی ہے۔ سوال جو مرزا نے بیان متوفی
سنہ پر کرنے وقت نظر رکھا ہیں لیتے ہیں ہیں سے مرزا کی تفسیر کی نسبت میں حجت
اور عذر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مرزا آپ نے یہ عبارت اور ہوئی اس دلوں کی نزاکت
کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہت انصاف و تحمل کے ساتھ فرمائی ہے۔ مگر جواب
تک جن مفسرین کے اصول مقرر کیے گئے ہیں ان کی نظر سے بھی قرآن کریم کے سمجھنے کے
واسطے تاکید کر پڑا کرنے کی تعلیم کوشش کی شکل میں تھی آئی ہیں لیکن ہر تفسیر میں مفسر کا
ایک نیا مذاق اور طریقہ نظر کی نئی چھاپ موجود ہے۔ کسی تفسیر میں تاریخی
واقعات کی تفصیل اور اطالت قرآن کریم کے اصلی سوال (مقصود) پر چھا جاتی ہے جیسا کہ
مولانا ابوالکلام صاحب کی تفسیر متقدمین کے تاثر سے ممتاز ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض
تفسیر میں زبان اور لغت کی ضرورت اطمینان حاصل کرنے کے شوق اور دلائل
جمع کرنے کی بے تحاشہ کوشش کی وجہ سے قرآن کریم کے مضامین اور بلند پرواز
حد تک پہنچ گئے ہیں ہر مفسر نے اس میں اپنی قدرت کی کوشش کی ہے کہ وہ
تفسیر جو اردو میں اکمل ہو کے ارتقاء سے اس قدر دور ہیں۔ یہ کوشش ہے اور مرزا
صاحب نے دوسرے مذاہب کی پیش کی ہیں ان کو فریب دل مفسرین پیش نہیں کر سکتے
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب تفسیر کو نیچا دکھانے اور تفسیر و تفسیر میں ضرور
حائل ہونے کی روشنی میں قرآن کریم کو سمجھنا چاہتے ہیں ایک تفسیر مقام حاصل ہے
اس کے مقابلے میں (۱) اور تفسیر کی تفسیر میں بیان القرآن جو سرسید کی تفسیر کے
کوئی ۱۰ سال کے بعد لکھی گئی اس دور کے ان کوتاہیوں کی تعمیر ہوتا ہے بالکل طرز پر ہے
عدم واقفیت میں کیونکہ مرزا صاحب قرآن کی تفسیر کے مطابق اصول نے ترجمہ و تفسیر میں
تحریر زبان ل ہے جو عام فہم اور ہر جگہ کے لیے بہت دقیق و مشکل ہو جاتی ہے۔
علاوہ ان تفسیر کے جو عوامی ہیں ہے اور علماء کے لیے ہے کہ وہ مطالب کس طرح
ہو گیا ہے کس طرح سمجھ سکتا۔ مگر مرزا صاحب نے آیات کے ترجمہ و تفسیر کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک مضمون متعین کر دیا ہے جیسے آیت ہے یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون (اے ایمان والو نماز کے پاس نہ جاؤ جب تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کچھ تم بولتے ہو۔ ترجمہ) اے ایمان والو نماز کے پاس بہکا کر یعنی نشہ کی حالت میں جاؤ یہ بتا کر کہ نماز کا وقت کب ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ قولہ تعالیٰ ثم لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق (پھر چاہیے کہ دور کریں اپنا میل کچیل اور پورا کریں اپنی نذریں اور طواف کریں اس پرانے گھر کا۔ ترجمہ) کا مطلب یہ نہیں کہ حج کے افعال کا ترتیب وار بیان کیا جائے بلکہ یہ ہے کہ حج کے افعال کا بیان کیا جائے خواہ ترتیب وار ہو یا غیر ترتیب وار۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان افعال کا بیان ترتیب وار فرمایا ہے۔

ترجمہ کے بعد مولانا نے ان آیات کی تفسیر کی وضاحت کرتے ہوئے اس طرح کی:

"اداری کے وقت جواب میں مشغول ہونا مناسب بات کہہ دینا۔ اگر سائل کو تعلیم کے لئے رکھا ہے یا افسر ہے تنگ کرے تو اس سے روکنا کہ ابھی وقت نہیں ہے یہ بھی طریقہ ہے۔ جس کے بعد آداب سکھا دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرض ہیں کسی کے ذمہ کی ان کو رعایت نہیں ہوتی فرض کر دیا ہے اور دے دیئے جو آداب کسی پر سکھا دیا ہے اور مقرر کر دیئے پر جو فرض نہ ادا نہیں کرتا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ طیار ہیں۔

قید: اداری کی قید اس لئے لگائی ہے کہ استفادت کے وقت تائخیر کی اجازت نہ کرانا چاہئے۔ البتہ اداری کے وقت نرمی سے جواب دینا اور سائل کی تعلیم کرنا درست ہے کہ مرہب ترتیب ہے اس لئے اس کو غیر ضروری کیا اور آداب سکھانا مہم ہے اور مرہب عذاب ہے۔"[1]

---

[1] ۔ [illegible]

[2] ۔ [illegible]

[3] ۔ [illegible]

سنہ مجیب یہ آیات کا ترجمہ و تفسیر و عنوان "حج کے دور کے عام مسائل سمجھنے والے کے لئے" ان سوال کے مقابلہ سے مزید مشکل ہو گیا اگر کوئی اردو اور تھوڑی بہت استعداد سے سمجھ لے لہ منشیہ میں ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ نے دیا ہے۔ اس کو تو کوئی ان پڑھ بھی کسی عام کے نہیں سمجھا سکتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے بیان القرآن میں ترتیب وار جو عنوان اور ترجمہ آیات کے لکھ دیئے اس طریقہ قائم کیے جس ترجمہ و تفسیر کا مقصد حل ہو جائے اور فرار و خواص کو ان کے ترجمہ یا تفسیر کے سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔ انھوں نے اپنے اصول کی تفاسیر کے سامنے رکھتے ہوئے قرآن کریم کے اصل اور قوانین کو پیش کیا ہے جن کے بغیر تفسیر و ترجمہ کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیان قدرت اس کی تراجم و تفاسیر میں معنی و معرفت اور علم و تفسیر۔ اس کے سوا طریقہ۔ غرض قدرت احادیث پر کچھ نہ ظاہر۔ [illegible] ترجمہ کرنے کے لیے ان باتوں کا جاننا ضروری ہے اس لیے ان پر تفاسیر کے اور حاشیہ خاتمہ کے وضع کر دیا۔ اور میں یہ سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ [illegible] ہو گیا ہے اور مفسرین نے اصول کے لاکھوں اختلافات ترتیب دی ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی اسلوب نے سمجھ پر کر دی ہے وہ مثال کے طور پر آیت کا ترجمہ کرنے وقت خالص نور [illegible] سوال نہیں کیے [illegible] ہو گئے ہیں اور ترجمہ کرنے وقت ان اختلافات پر غور کرنا کہ [illegible] دوسرے [illegible] کہ ترجمہ [illegible] اس لیے یہ ترجمہ کسی کے لیے [illegible] ہو گیا ہے۔ [illegible] نے [illegible] کی [illegible] ہے۔

لہ حاشیہ بیان القرآن، جلد اول، ص ۱۰

لا یمکنکم ان تعلموا کل ما یتعلق بالحج قبل الشروع فیہ [illegible] فلا بد من تعلم ما یتعلق بالحج قبل الشروع فیہ [illegible] ما یتعلق بالحج [illegible] ما یتعلق بالحج [illegible] ما یتعلق بالحج

www.KitaboSunnat.com

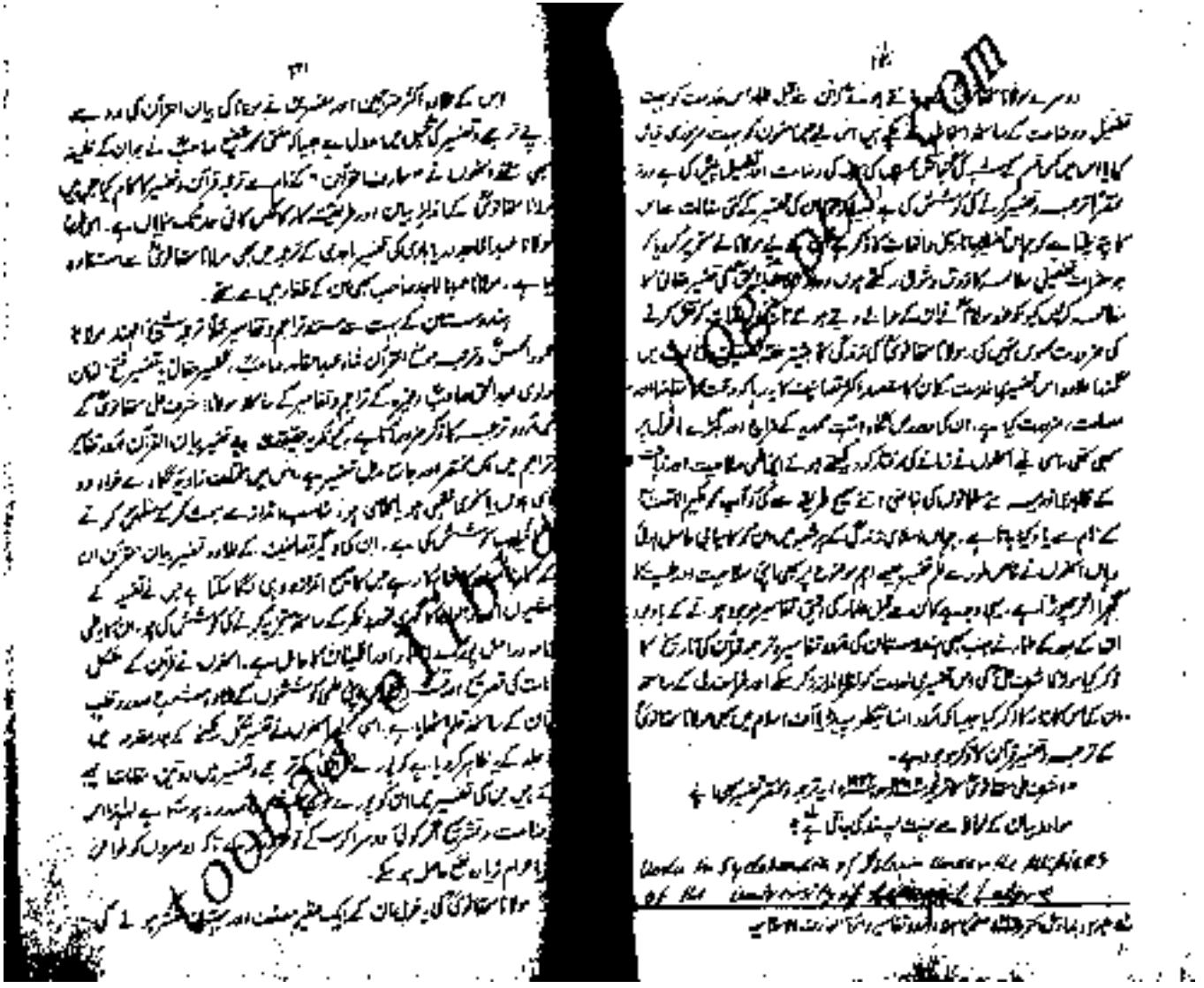

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ویں ہے کہ وہ اپنی اپنی تحقیقات کے دوہرے رسمیت نظر سے کام لیتے ہیں
دوسروں کے لیے ہوتا اور کچھ نفس کو مبتلا سمجھتے ہیں اور اپنے کیے ہوئے علمی کام کو
حرف آخر نہیں سمجھتے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۙ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

(ترجمہ) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یہ لوگ جو شاعری کرتے ہیں گمراہ لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ یہ شاعر ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور یہ لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور اللہ کو بہت یاد کیا اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیا۔ اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے نیک کاروں کو محبوب رکھتا ہے

تفسیر بیان القرآن مولانا تھانوی
سورۃ الشعراء، پارہ ۱۹، صفحہ ۲۷۳

تفسیر بیان القرآن کا مقام اردو تفسیروں کے درمیان

علوم قرآن تفسیر قرآن۔ لغت، نحو، صرف، ادب، بلاغت، فقہ، کلام، عقائد، تصوف۔ تفسیر پر مشتمل ہے۔ قرآن کے فہم میں کل دخیل ہے لیے ان علوم کی اہمیت مسلمہ ہے۔ اگر کوئی شخص لغت یا بلاغت سے واقف نہیں ہے تو اس کی تفسیر قرآن کی صحیح پہچان کے مقام سے کیسے ہو سکتی ہے۔ قرآن عوام کو سمجھنے کے لیے عقل و نقل دونوں پر مکمل ہے۔ [illegible] جس شخص کی معلومات محض نقل کے باب میں ہیں تو وہ ایسی ہوگی جیسی [illegible] ایسی ہوگی۔

اگر علمائے علم و عرفان کی بارگاہ سے حضرت تھانوی کی تصنیف "بیان القرآن" کو رکھا جائے تو ان کی تفسیر ان تمام [illegible] لغت، بلاغت، ادب، فقہ، کلام، حدیث و تصوف کے مسائل [illegible] جامع تفسیر ثابت ہوگی۔ وہ ہر مفسر کے [illegible] تفسیر کی مرکزی روشنی میں ہم [illegible] تفسیر بیان القرآن، تفسیر قرآن، تفسیر قرآن، لغت کلام، ادب، فقہ کے [illegible] علم و ادب قرآن سے لیتے کرتے ہیں، اور قرآن کی اصل حقیقت، کلامی بحث اور [illegible] تفسیر سب کی وضاحت کرتے ہیں۔

حضرت تھانوی نے قرآن پاک کے [illegible] کا ترجمہ، مفردات، [illegible] اسلوب، بلاغت، آیات، الفاظ، احکام اور [illegible] کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ [illegible] طلبہ کرام نے کہ اگر سمجھنے کے لیے [illegible] کی تفسیر کو سمجھ لیا تو وہ [illegible] کی [illegible] اور [illegible] کے پیش نظر [illegible] کے علاوہ [illegible] سے [illegible] رہے [illegible] مفسرین ان تمام [illegible] قرآن کی تفسیر میں [illegible] کرتے ہیں۔ مگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

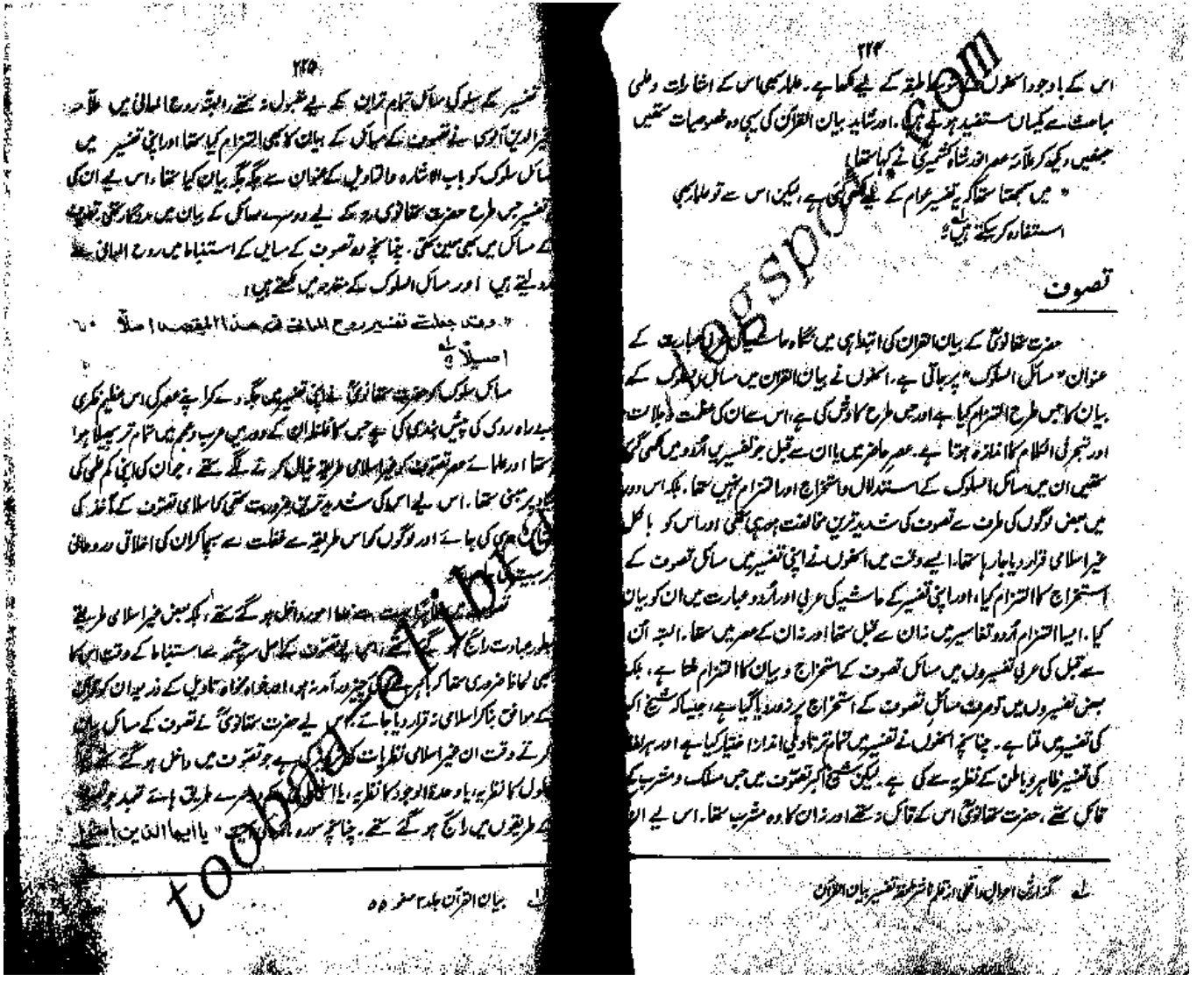

۲۱۴

اس کے باوجود اسکول کے طبقہ کے لیے لکھا ہے۔ علماء بھی اس کے اشارات و علمی مباحث سے کیساں مستفید ہوتے ہیں۔ اور شاید بیان القرآن کی یہی وہ خصوصیات تھیں جنھیں دیکھ کر علامہ عبدالرشید کشمیری نے کہا تھا:

"میں سمجھتا تھا کہ یہ تفسیر عوام کے لیے لکھی گئی ہے، لیکن اس سے تو علماء بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔"[1]

تصوف

حضرت تھانویؒ کے بیان القرآن کی ابتداء ہی میں نگاہ حاشیہ کی اس عبارت کے عنوان "مسائل السلوک" پر جاتی ہے۔ انھوں نے بیان القرآن میں مسائل السلوک کے بیان کا جس طرح التزام کیا ہے اور جس طرح کاوش کی ہے، اس سے ان کی عظمت و جلالت اور تبحر فی العلوم کا اندازہ ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں یا ان سے قبل جو تفسیریں اردو میں لکھی گئی تھیں ان میں مسائل السلوک کے استدلال و استخراج اور التزام نہیں تھا، بلکہ اس دور میں بعض لوگوں کی طرف سے تصوف کی سخت ترین مخالفت ہو رہی تھی اور اس کو بالکل غیر اسلامی قرار دیا جا رہا تھا۔ ایسے وقت میں انھوں نے اپنی تفسیر میں مسائل تصوف کے استخراج کا التزام کیا، اور اپنی تفسیر کے حاشیہ کی عربی اور اردو عبارت میں ان کو بیان کیا۔ ایسا التزام اردو تفاسیر میں نہ ان سے قبل تھا اور نہ ان کے عصر میں تھا۔ البتہ ان سے قبل کی عربی تفسیروں میں مسائل تصوف کے استخراج و بیان کا التزام تھا ہے، بلکہ بعض تفسیروں میں تو صرف مسائل تصوف کے استخراج پر زور دیا گیا ہے، جیسا کہ شیخ اکبر کی تفسیر میں ملتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے تفسیر میں تمام تر تاویلی انداز اختیار کیا ہے اور ہر لفظ کی تفسیر ظاہر و باطن کے نظریہ سے کی ہے۔ لیکن شیخ اکبر تصوف میں جس مسلک و مشرب کے قائل تھے، حضرت تھانویؒ اس کے قائل نہ تھے اور نہ ان کا وہ مشرب تھا۔ اس لیے ان

[1] گذرے ہوئے احوال واقعی از قلم خود مقدمہ تفسیر بیان القرآن

تفسیر کے مسائل تمام تر ان کے لیے قابل قبول نہ تھے، البتہ روح المعانی میں علامہ شہاب الدین آلوسی نے تصوف کے مسائل کے بیان کا جس التزام کیا تھا اور اپنی تفسیر میں مسائل سلوک کو باب الاشارہ والتاویل کے عنوان سے جگہ جگہ بیان کیا تھا، اس لیے ان کی تفسیر جس طرح حضرت تھانویؒ کے لیے دوسرے مسائل کے بیان میں مددگار تھی، تصوف کے مسائل میں بھی معین تھی۔ چنانچہ وہ تصوف کے مسائل کے استنباط میں روح المعانی سے مدد لیتے ہیں اور مسائل السلوک کے متعلق میں لکھتے ہیں:

"وقد جعلت تفسیر روح المعانی فی ھذا المقصد اصلاً"[1]

اصیلاً

مسائل سلوک کو حضرت تھانویؒ نے اپنی تفسیر میں جگہ دے کر اپنے عصر کی اس عظیم فکری بے راہ روی کی پیش بندی کی ہے جس کا غلغلہ ان کے دور میں عرب و عجم میں تمام تر پھیلا ہوا تھا اور علمائے عصر تصوف کو غیر اسلامی طریقہ خیال کرنے لگے تھے، جو ان کی اپنی کم علمی کی بنا پر مبنی تھا۔ اس لیے اس کی سخت ترین ضرورت تھی کہ اسلامی تصوف کے آغاز کی تاریخ بیان کی جائے اور لوگوں کو اس طریقہ سے غفلت سے بچا کر ان کی اخلاقی و روحانی [illegible]

[illegible] بعد اس میں غلط امور داخل ہو گئے تھے، لیکن بعض غیر اسلامی طریقے [illegible] عبارت رائج ہو گئے تھے، اس لیے تصوف کے اصل سرچشمہ سے استنباط کے وقت اس کا بھی لحاظ ضروری تھا کہ باہر سے کوئی چیز در آمد نہ ہو، اور خواہ مخواہ تاویل کے ذریعہ ان کو اسلام کے موافق بنا کر اسلامی نہ قرار دیا جائے۔ اس لیے حضرت تھانویؒ نے تصوف کے مسائل بیان کرتے وقت ان غیر اسلامی نظریات کو رد کر دیا ہے جو تصوف میں داخل ہو گئے تھے [illegible] کے نظریہ، یا وحدۃ الوجود کا نظریہ، یا اتحاد دوسرے طریق سے متحد ہونے [illegible] طریقوں میں رائج ہو گئے تھے۔ چنانچہ سورہ [illegible] "یا ایھا الذین اٰمنوا

[1] بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

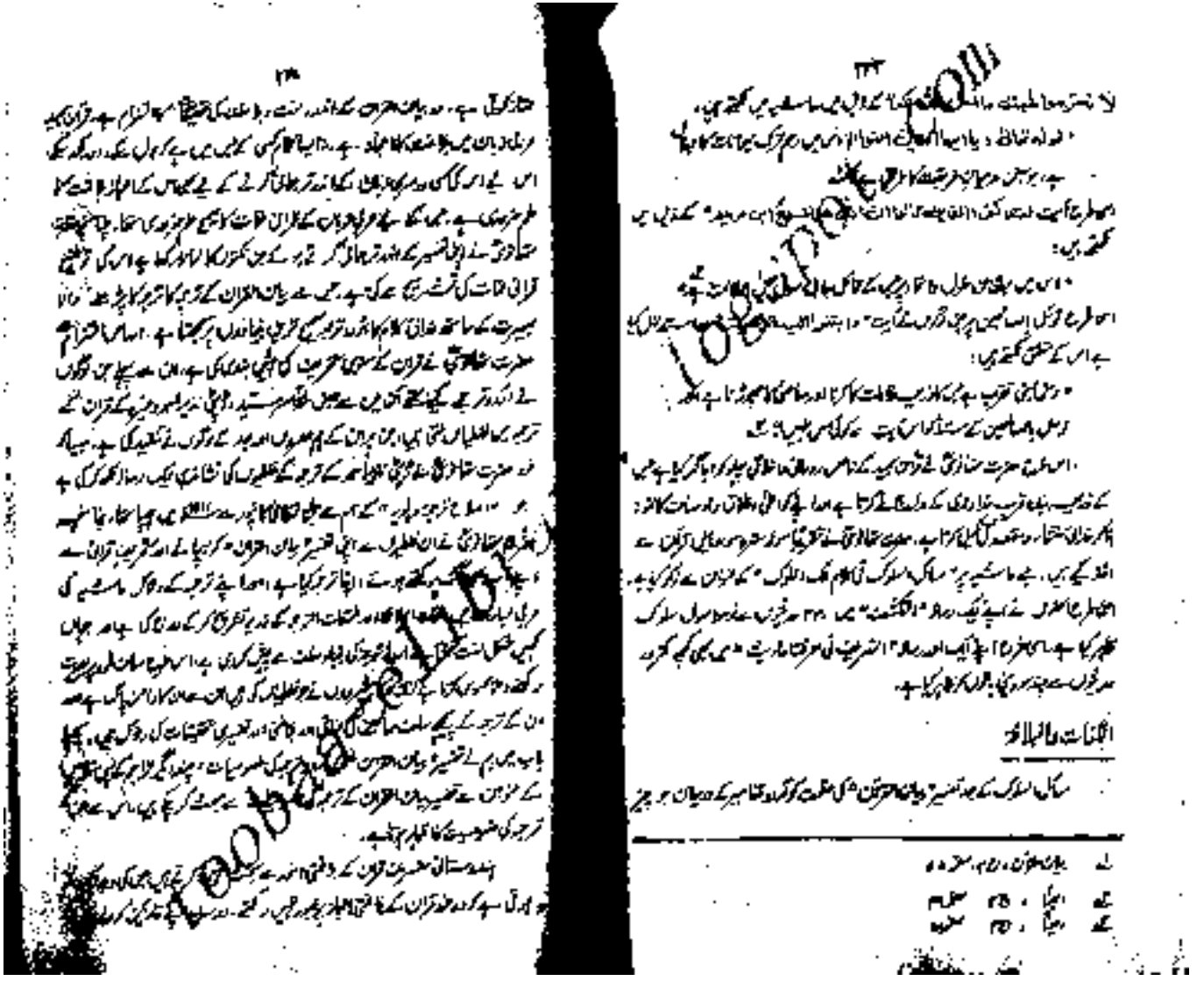

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھ کر تفسیر لکھتے ہیں، اور [illegible] ایسے ہوتے ہیں جو عربی زبان کے قواعد سے واقف نہیں ہوتے جس سے عام طور پر یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ اعتقاد کی مدد تک تو قرآن کو اپنے سامان بیان کے اعتبار سے میرو سمجھا جاتا تھا لیکن فکر و عقل سے عمل طور پر اس کا ایقان نہ ہوتا تھا چنانچہ ایسا ہی کچھ ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمے، سرسید احمد خاں کی تفسیر ترجمہ، مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے، بلکہ قرآن کے دوسرے ترجموں خلاصوں [illegible] صاحب کے ترجمے، مولانا شیخ الہندؒ کے ترجمے، مولانا شاہ مراد اللہ انصاری، امیر علی، مولانا فتح محمد یزدانپوری، مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کے ترجمے سے محسوس ہوتا ہے کہ ترجمہ کی فنی غلطیاں شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمے تک میں ملتی ہیں جیسا کہ خود حضرت شاہ صاحبؒ نے تفسیر کے مقدمہ میں اپنے ترجمہ کو قابل فہم، آسان اور تحت اللفظ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے حاشیے میں لکھا ہے کہ:

"تحت اللفظ کی بھی رعایت ہے، لکن التزاماً للترادف مرۃ واخذاً بالحاصل اخری، وللقدر الذی علیہ منہج مشایخ مشائخنا المسلم عندھم شاہ عبدالقادر الدھلوی رحمہ اللہ وامثالہ من ترجمۃ قولہ تعالیٰ ما انزل الیک ترجمتہ "جو کچھ اترا" ضمیر عن المجہول المتعدی بالمعروف الازم۔ قولہ تعالیٰ "اولئک علیٰ ھدیً من ربھم" ترجمتہ "انھوں نے پالی راہ اپنے رب کی" ضمیر عن الخبر الاسمی بالفعلی شھادۃ الوجدان غیر مذکورۃ فی القرآن لتعریق ھدیً مضافاً الی الرب فی القرآن۔ فی القرآن۔ قولہ تعالیٰ "ھم المفلحون" ترجمتہ "مراد کو پہنچے" ضمیر عن اسم الفاعل بالماضی، قولہ تعالیٰ "انما نحن مصلحون"۔ ترجمتہ "ہمارا کام تو سنوارنا ہے" ضمیر بما تقریبہ انما شاننا الاصلاح وکم من بون بینھما وامثلۃ ذلک کثیرۃ فی ترجمتہ رحمہا اللہ لمن ینتھا"

(تفسیر بیان القرآن اول ص ب)

[illegible] ہے، اگر اس کی وجہ تلاش کی جائے تو مختلف وجوہ سامنے آئیں گی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ جب کیا جاتا ہے تو عربی زبان کی تمام تر گہرائیاں اور بلاغتیں اردو کے قالب میں نہیں سما سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ حقیقت یہ تھی کہ قرآن کو خود خدا نے اعجاز و بلاغت کا نمونہ بنایا تھا، اس لیے اگر کسی اور زبان میں اس کا ترجمہ بھی اسی شان و بلاغت کا نمونہ ہوتا تو ایک دوسری انسانی تخلیق اس کے مماثل ہو جاتی۔ جو انسان کی قدرت سے باہر تھا۔ اس لیے اس کی ضرورت تھی کہ ترجمہ کے اندر اگر قرآن کا اعجاز نہیں سما سکتا ہے تو کم سے کم اپنی عقل و فکر کی بدولت اس اعجاز کی طرف قاری قرآن کو متوجہ کیا جائے اور قرآن کے اعجازی خصوصیات و کمالات کو ظاہر کیا جائے گا۔ اگر اس نگاہ اور اس پہلو سے ہم تفسیر بیان القرآن کو دیکھتے ہیں تو اردو تفاسیر کے اندر اس کی حیثیت ایک خالص اور انقلابی تفسیر کی ہو جاتی ہے، اگرچہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے معتدل ترجمان القرآن میں قرآن کے اعجازی امور کی طرف توجہ دلائی تھی مگر وہ بھی قرآن کے علماء کو اپنی تفسیر کے اندر ظاہر نہ کر سکے تھے اور یہ حضرت تھانویؒ کا کمال ہے کہ وہ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے حاشیے کی مختصر عبارت میں "البلاغۃ" کا عنوان لگا کر ہر جگہ قرآن کے بلاغت اور بلاغت کمالات کی نشان دہی کرتے ہیں، لیکن یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ [illegible] قرآن کی بلاغت کو خالص فنی طریقہ پر پیش کیا ہے اور یہ انہی لوگوں کے لیے مفید ہے جو [illegible] کے بلاغتی فن اور اس کے دقیق اشارات و اعجازی کو سمجھتے ہوں۔

مولانا تھانویؒ عظیم عربی ادیب علامہ زمخشری کی تفسیر "کشاف" اور علامہ [illegible] کی تفسیر "روح المعانی" کے [illegible] کے ادبی عظمت سے واقف تھے وہ حاشیہ کے اندر "البلاغۃ" کے عنوان [illegible] دونوں تفسیروں کی عبارتیں نقل کرتے ہیں، جس سے وہ اردو داں طبقہ جو عربی زبان نہیں جانتا ہے، قرآن کی ادبی عظمت سے کسی قدر آگاہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی کہ حضرت تھانویؒ نے اس [illegible]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر لکھا ہے۔ اگر کسی قدر اس سے کام لیتے اور اسی طرح عنوان لگا کر قرآن کی بلاغت کی مزید توضیح کر دیتے تو ہندوستان کے علماء کے لیے قرآنی اعجاز کی واقفیت آسان ہو جاتی، وہ اردو ترجمہ بھی پڑھتے، تفسیر بھی پڑھتے اور مزید تفکر و تدبر سے کام لے کر ان کے بلاغتی امور کو بھی سمجھتے۔

اعراب القرآن

ابتدائی اسلام میں قرآن کی تلاوت مختلف لہجوں اور عرب کے مختلف لوگوں کی زبانوں میں ہوتی تھی۔ جیسے قریش کے زبان و لہجہ میں اس کو محصور کر دیا گیا اور دوسروں کو منسوخ کر دیا گیا مگر اس میں بھی تلفظ اور بعض الفاظ کی ادائگی اور اعراب میں کچھ اختلاف پایا جو بعد میں چل کر سات قرأ قرآن کی زبانوں میں محصور ہو گیا اور ان ہی کی قرأتیں موجودہ قرآن کے تلفظ و اعراب کی بنیاد ہیں۔ قرأ سبعہ الذا ضعدلی (۲) ابن کثیر مکی (۳) ابو عمرو البصری (۴) ابن عامر الشامی (۵) عاصم الکوفی (۶) حمزہ الکوفی (۷) اور کسائی الکوفی۔ ان تمام لوگوں کی قرأتوں کا احاطہ حضرت تھانویؒ نے کیا ہے۔ وہ ادا لفظ قرآن کو نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد قرأ سبعہ میں سے جس کا قول اس کے تلفظ و لہجہ وغیرہ کے باب میں ہوتا ہے اس کو نقل کرتے ہیں اور عام طور پر انھوں نے اس باب میں بھی علامہ آلوسی کی "روح المعانی" کے نقول پر اعتماد کیا ہے۔ اس کے علاوہ قرأت سبعہ کے سلسلے میں لکھی گئی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ نے اس طرح جو کارنامہ قرأتوں کے بیان میں انجام دیا ہے اس سے علم القرأ والاعراب اور علم التفسیر کے مابین مزعومہ دوری ختم ہو جاتی ہے۔ اُن کے اس طرز کے بالمقابل عمدہ تفسیروں میں اگر علم القرأۃ والاعراب کو تلاش کیا جائے تو تگاپو سے تھک کر مایوس ہی آنا پڑتا ہے حالانکہ علم التفسیر کا ایک اہم باب علم الاعراب والقرأۃ ہے۔ اس کے علم سے قرآن کے اندر مابین القرأت دقیق نکتوں کا علم ہوتا ہے اور بہت سے حقائق سے پردے اٹھتے ہیں۔

مولانا تھانویؒ کے چند شاگرد

مدرسہ فیض عام کانپور کے چودہ سالہ قیام کے زمانہ میں صدہا شاگردوں نے دور اور نزدیک کے مختلف علاقوں کے رہنے والے تھے آپ سے علوم حاصل کیے۔ ان میں سے بعض تکمیل تعلیم کے بعد جامع معقولات و منقولات ہوئے اور کثیر تعداد ان طلبہ کی تھی جنھوں نے سند حدیث حاصل کی۔ یہاں صرف اہل شاگردوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو قبول علوم و فیوض حسن صحبت سے مذہب "حکمۃ عنصر کالوان" کے مصداق تھے اور ان چند کے ذکر سے احساس ہوتا ہے کہ شاگرد ایسے ذہین استعداد اور صاحب کمال ہوئے ان کے استاد کی علمیت و قابلیت میں کیا اشکال ہو سکتا ہے۔ مولانا تھانویؒ کے شاگردوں کو اپنے عظیم استاد کی شاگردی کا شرف حاصل تھا جس کی بنا پر ان کو وہ مقام حاصل ہوا کہ بعد فراغت اپنے وقت کے بڑے علماء میں شمار ہوئے۔ مولانا تھانویؒ علم و عمل کا ایسا سمندر تھے جو علم کی عظمت اور اہمیت کو قرآن و سنت کی روشنی میں سمجھتے اور سمجھاتے تھے انھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ آخری سانس تک درس و تدریس میں اس طرح صرف کیا کہ اطالب العلم [illegible] مسند شریف حاصل نہ کر لیتے تھے۔

[illegible] علم و عمل کی خصوصیت اس قدر واضح تھی کہ حصول علم میں عمر اور وقت کی کوئی قید نہیں [illegible] بچے کا پہلا مکتب [illegible] اور [illegible] مکتب کا آغاز استاد کی تربیت و شفقت کے زیر سایہ ہوتا ہے اسی لیے اساتذہ روحانی والد کہے جاتے ہیں۔ مولانا دو روحانی والد تھے جن کے فیض تربیت سے کثیر تعداد میں علماء مستفید ہوئے [illegible] تعلیم اس قدر آسان ہوا کہ بفضل [illegible] شمار ہونے لگے اور علمی استعداد حاصل ہو جاتے ہی اپنے شاگردوں کو عمومًا تعلیم فرماتے تھے۔ [illegible] مضمون پڑھنا ہو اس کا ابتدا کر دیا جائے، پھر [illegible] سمجھا جائے، تیسرے پھر اس کا مطالعہ کر پیش کرے۔ اس کے بعد ان کو یقین ہوتا کہ شاگرد [illegible] استعداد ہو گئے۔ اس طرح مولانا کو ایک عظیم معلم اور معلم کا مقام حاصل تھا۔

[illegible] اشرف السوانح، حصہ اول، صفحہ ۱۰۶ [illegible] ترجمہ علم طالب کرو ماں کی گود سے قبر تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) مولوی محمد اسحاق صاحب

بہت ذہین، فرض شناس اور اخلاق مند انسان تھے۔ محکمہ کے مشہور مدرسہ [illegible] میں مدرس رہے۔ آخر عمر میں ملازمت چھوڑ کر گھر چلے گئے۔ علمی کام میں مصروف رہتے تھے۔ ان کا مکان مقدمہ بازوں کے لئے ایک سرائے تھا۔

(۲) مولوی محمد رشید صاحب

ان کو خوشخطی کے کام میں خاص مناسبت اور مہارت حاصل تھی۔ محکمہ [illegible] میں کاتب کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر ملازمت سے علیحدہ ہو کر مطبع میں خدمت انجام دیتے رہے۔ آخر عمر میں فالج میں مبتلا ہو کر انتقال ہو گیا۔

(۳) مولوی احمد علی صاحب خوش نویس

آپ بہت اچھے مشہور بزرگ اور نامور خوش نویس تھے۔ مولانا محمد اسحاق صاحب نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ شروع میں ابتدائی پانچ سات سال تک محکمہ [illegible] میں ملازمت کی۔ پھر اپنے مکان پر ہی خوشخطی کا کام کرتے رہے۔ آخر عمر میں فالج کا حملہ ہوا۔ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ زندہ رہے۔

(۴) مولوی احمد اللہ صاحب لکھنوی

آپ بہت اچھے خوشخط تھے۔ محکمہ [illegible] میں ملازمت کی۔ پھر اپنے مکان پر ہی خوشخطی کا کام کرتے رہے۔ آخر عمر میں فالج کا حملہ ہوا۔ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ زندہ رہے۔

(۵) مولوی فضل حق صاحب

[illegible] کے شاگردوں میں سب سے پہلے تھے۔ [illegible] میں ملازمت کی۔ [illegible] میں وفات پائی۔

(۶) مولوی ضیاء الحق صاحب

[illegible] میں ملازمت کی۔ [illegible] میں وفات پائی۔

(۷) منشی محمد مصطفیٰ صاحب بھوپالی

[illegible] میں ملازمت کی۔ [illegible] میں وفات پائی۔

(۸) مولوی سید ابو الحسن علی صاحب سہسوانی

[illegible] میں ملازمت کی۔ [illegible] میں وفات پائی۔

(۹) مولوی مظہر الحق صاحب

[illegible] میں ملازمت کی۔ [illegible] میں وفات پائی۔

۱۔ [illegible]

(۱) مولوی محمد اسحاق صاحب

بہت ذہین، فرض شناس اور اخلاق مند انسان تھے۔ محکمہ کے مشہور مدرسہ [illegible] میں مدرس رہے۔ آخر عمر میں ملازمت چھوڑ کر گھر چلے گئے۔ علمی کام میں مصروف رہتے تھے۔ ان کا مکان مقدمہ بازوں کے لئے ایک سرائے تھا۔

(۲) مولوی محمد رشید صاحب

ان کو خوشخطی کے کام میں خاص مناسبت اور مہارت حاصل تھی۔ محکمہ [illegible] میں کاتب کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر ملازمت سے علیحدہ ہو کر مطبع میں خدمت انجام دیتے رہے۔ آخر عمر میں فالج کا حملہ ہوا۔ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ زندہ رہے۔

(۳) مولوی احمد علی صاحب خوش نویس

آپ بہت اچھے مشہور بزرگ اور نامور خوش نویس تھے۔ مولانا محمد اسحاق صاحب نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ شروع میں ابتدائی پانچ سات سال تک محکمہ [illegible] میں ملازمت کی۔ پھر اپنے مکان پر ہی خوشخطی کا کام کرتے رہے۔ آخر عمر میں فالج کا حملہ ہوا۔ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ زندہ رہے۔

(۴) مولوی احمد اللہ صاحب لکھنوی

آپ بہت اچھے خوشخط تھے۔ محکمہ [illegible] میں ملازمت کی۔ پھر اپنے مکان پر ہی خوشخطی کا کام کرتے رہے۔ آخر عمر میں فالج کا حملہ ہوا۔ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ زندہ رہے۔

(۵) مولوی فضل حق صاحب

[illegible] کے شاگردوں میں سب سے پہلے تھے۔ [illegible] میں ملازمت کی۔ [illegible] میں وفات پائی۔

(۶) مولوی ضیاء الحق صاحب

[illegible] میں ملازمت کی۔ [illegible] میں وفات پائی۔

(۷) منشی محمد مصطفیٰ صاحب بھوپالی

[illegible] میں ملازمت کی۔ [illegible] میں وفات پائی۔

(۸) مولوی سید ابو الحسن علی صاحب سہسوانی

[illegible] میں ملازمت کی۔ [illegible] میں وفات پائی۔

(۹) مولوی مظہر الحق صاحب

[illegible] میں ملازمت کی۔ [illegible] میں وفات پائی۔

۱۔ [illegible]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نظر سے دیکھتے تھے ۔ حضرت کے خاص شاگردوں میں شمار ہوتا تھا۔

(۱۰) مولوی سعید احمد صاحب انبہٹوی

مولانا کے یہ ذہین شاگرد گو ایام میں [illegible] سے فائز ہوئے۔ خاندانی رئیس تھے۔ صاحب دولت اور بڑے منصب پر فائز تھے باوجود دین کی خدمت کرتے رہے۔

خلفائے خاص

مولانا اشرف علی رح کے خلفاء کی تعداد کثیر ہے۔ لیکن چند مشہور خلفاء کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) خواجہ عزیز الحسن مجذوب رح

آپ ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم علی گڑھ میں ایم اے او کالج میں حاصل کی۔ ۲۷ سال ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر کام کیا۔ پھر لکھنؤ میں انسپکٹر آف اسکولز ہو گئے۔ دنیا کی ان ترقیات کی منازل طے کرنے کے ساتھ ہی خواجہ صاحب کی زندگی میں دینی اعتبار سے زبردست تبدیلی ہوئی۔ ۱۹۱۳ء میں مولانا اشرف علی تھانوی رح سے ملاقات کے بعد یہ انقلاب آیا۔ بہت اشتیاق کے ساتھ ڈھائی میل کی مسافت سخت دھوپ میں طے کر کے ملنے کے لیے آئے۔ اور ملاقات پر کس قدر عشق صادق کا جذبہ ملتا ہے بہت تفصیل سے خود انھوں نے اشرف سوانح میں اس کا ذکر کیا ہے۔

یہ شاعری کے ذوق کے مالک تھے۔ ان کا ایک چھوٹا سا مجموعہ کلام بھی مفتی رضاء الحق صاحب

۱؎ بزم اشرف کے چراغ صفحہ ۲۴

[illegible] (استاذ تفسیر و ریاضیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے مرتب کر کے شائع کرایا ہے۔ لیکن مولانا کی زندگی میں عزیز الحسن صاحب نے خود کو ایسا بدلا کہ مناسبت شعری تک کو ختم کر دیا اور مرشد کی نظر فیض اثر سے سالک بنے ہوئے تھے۔ ۱؎

ایک مرتبہ مولانا تھانوی رح نے حضرت اس انقلاب پر کارگیری تربیت سے فائدہ محسوس ہو تو کسی اور سے رجوع کر لیں۔ یہ سن کر خواجہ صاحب کی چیخیں نکل گئیں اور بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ہوش آیا تو رو رہے تھے۔ یہ تو ان کے مرشد سے ایک قلبی تعلق کی مثال ہے۔ اس کے علاوہ ان کا ایک اہم اور علمی کارنامہ حضرت تھانوی رح کے لیے اشرف السوانح کے نام سے چار جلدوں میں تصنیف ہے جو مولانا اشرف علی تھانوی کی سوانح حیات پر پہلی اور اہم کتاب ہے جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ تمام اہل علم مولانا رح کے حالات معلوم کرنے کے لیے اس کو بنیادی ماخذ خیال کرتے ہیں۔ غرض ان کی زندگی کے آخری لمحات خانقاہ تھانہ بھون میں گزرے۔ مولانا رح کی وفات کا اتنا پر شدید اثر ہوا کہ ایک سال بعد تھانہ بھون میں ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

(۲) مولانا سید سلیمان ندوی

[illegible] تعارف نہیں۔ ہندوستان کے عظیم المرتبت مورخین اسلام میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ [illegible] پٹنہ ضلع میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حکیم ابوالحسن شیخ فاضل عالم تھے۔ ان کے [illegible] ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر ندوۃ العلماء لکھنؤ جا کر شبلی جیسے فاضل اور کامل ہستی کی صحبت سے [illegible] جس نے ان کی صلاحیتوں کو اور جلا دیا۔ اور ان کی بلند [illegible] تصنیف سیرۃ النبی کی تکمیل کی۔ یہ چھ جلدیں [illegible] تھے۔ علاوہ ازیں دوسرے کئی علمی مضامین پر قلم اٹھایا۔ ایک کتاب عمر خیام پر لکھی جس کے لیے علامہ اقبال شاعر مشرق نے کہا کہ "عمر خیام" پر جو کچھ آپ نے لکھا [illegible] پر کوئی مشرقی یا مغربی عالم

۱؎ حکیم الامت صفحہ ۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

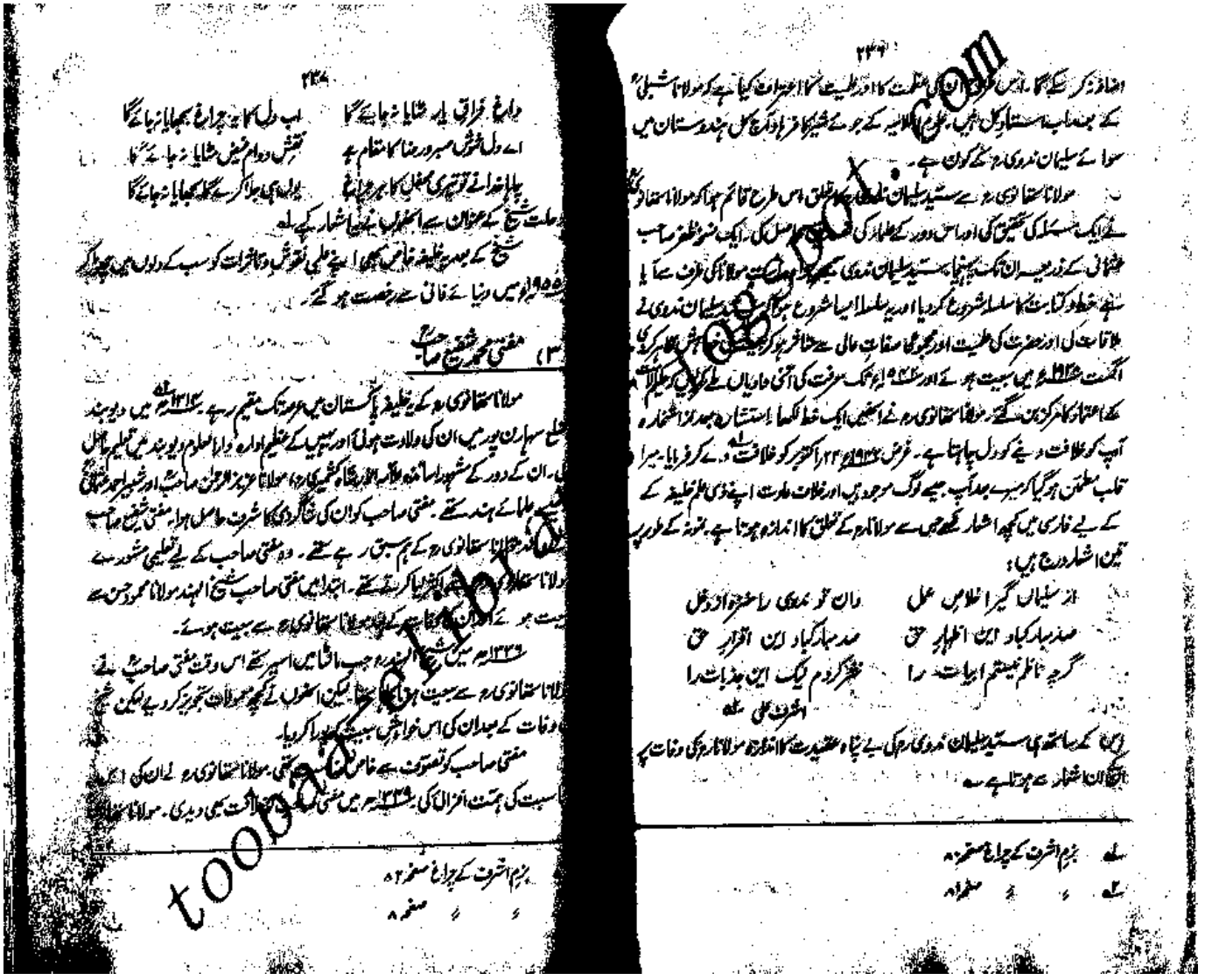

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[illegible] علوم کے آفتاب و ماہتاب کے طلوع و غروب کے اوقات کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس حساب کے مطابق [illegible] سے اسلامی دنیا کے ماہرین نے بھی استفادہ کیا۔

موصوف کو فن حساب سے اتنا شغف تھا کہ اس پر مسلسل کئی گھنٹے مشق اور تحقیق فرماتے۔ اس طرح مطالعہ کرنے کا سرور ہر عبادت کے بعد سے بڑھتے بڑھتے اس کی وجہ سے تفسیر و فقہ و حدیث میں بہت مقبول ہوئے۔ ورنہ حق تعالیٰ کا ان کو یکساں انعام ہے تشریح کے، روحانی ورثہ کا ایک حصہ ہے۔

مسلمانان مصر کہا ہے کہ آپ ایک عظیم مصنف بھی ہیں۔ آپ کے قلم سے کا بھی سلسلہ کبھی رکا نہیں ہے۔ ان تمام خدمات کی تائید آپ کے تشریح [illegible] کرتے ہیں۔

۶۰۔ شاہ وصی اللہ صاحب

[illegible] میں کئی پور میں پیدا ہوئے۔ [illegible] کے خاندان کا نام تھا۔ بہت خوش طبیعت واقع ہوئے تھے۔ جذبات کا اظہار۔ ہر کسی کے ساتھ دوستانہ۔ طبیعت جفاکش پسند تھی۔ [illegible] کے تصوف سے تعلق اور تربیت کا اثر تھا۔

ایک دفعہ [illegible] نے [illegible] سے فرمایا کہ شاہ صاحب کے ساتھ [illegible] ان کے [illegible] کا [illegible] ہے۔ [illegible] کے ساتھ چھوڑ دیتے تھے۔

[illegible]

[illegible]

اس پر [illegible] بہت خفا ہوئے [illegible] ہے۔ [illegible] کسی کو [illegible] ہے اور کسی کو [illegible] ہر شخص کو جو کچھ [illegible] اسی پر راضی رہنا چاہیے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] صاحب کی [illegible] کے [illegible] کے لیے [illegible] کے [illegible] کے سرچشمہ کی ایک بہت بڑی قدر ہے۔

[illegible] آباد اور گورکھپور آپ کے خصوصی مرکز رہے ہیں۔ آپ نے [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کے لیے [illegible] "توحید الصلوٰۃ" کے نام تحریر کی۔ [illegible] کے آخری سال میں [illegible] میں [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

www.KitaboSunnat.com

ان کو مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے بہت محبت تھی یہ عالم ہے کہ کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں وہ شیخ پر کے لطائف اور ان کے واقعات بیان نہ کرتے ہوں۔ ان کے دفتر میں کہیں ان کے شیخ کا کوئی فوٹو نہیں ہے۔ ہمہ یاراں دوزخ کا مصداق ہیں۔ ایسے آفتاب علم و فضل تھے جن کی کرنوں کی تپش سے ہزاروں بے بہرہ علماء و طلباء آفتاب بن گئے۔

۹۰۔ حکیم محمد صدیق صاحب بھوجیانی

ان کا تعلق علمی اعتبار سے اس قدر بلند تھا کہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی ان کی دینی خدمات کی بہت قدر کرتے تھے۔

مولانا کے مواعظ کو قلمبند کرنے کا سلسلہ سب سے پہلے حکیم صاحب ہی نے شروع کیا اور مولانا کی کتاب "خطبات حنیف" (خطبات حنیف فی التوحید والسنۃ والاتباع) کا ایک بڑا حصہ ہی ہے۔ حکیم صاحب بہت اچھے انداز سے لکھتے تھے۔ جلسوں اور مذاہب تھے۔ جن جلسوں میں عطاء اللہ حنیف کا وعظ ہوتا تھا وہ حکیم صاحب کے ذمہ ہوتے تھے۔ جلسے میں عطاء اللہ حنیف کے تھوڑی دیر رہ گئے حکیم صاحب کا قیام ہوتا ہے۔ ان کی ذات کا یہ عالم تھا کہ تعریف سے مزاج و اخلاق کی بہت کم کرتے تھے۔ انتہائی علمی، ایک شخصی اور خاص کے تذکروں میں ذرق محو ہو جاتے تھے۔

مختلف کتابوں کی زندگی میں شامل تھا کہ یکم مرتبہ کا وقت قریب آنے پر مرد رکھنے سے انکار کر دیا۔ نوکر نے بہت آواز دی مگر نہ اٹھے۔ گھر والے آکر دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی۔ خدا بخشے ان کو۔ ۔ ۔ ہمارے اساتذہ کو اس طرح عمل فرمائے۔

حکیم صاحب کو اللہ نے بڑا ہی خوش خلق بنایا تھا کہ وہ اپنے شیخ مولانا عطاء اللہ حنیف کی اس تلخ مزاجی سے بہت تنگ تھے کہ مولانا کی زبان پر کبھی لفظ ہوتے۔ عطاء اللہ صاحب کو مولانا سے اس درجہ خلوص تھا کہ نہ تو مولانا کا کہا ٹالتے تھے اور نہ ایک لفظ بھی

۱۔ آثار حنیف صفحہ ۴

۲۔ زینت کے برج صفحہ ۱۷

مولانا حافظ محمد گوندلوی کے نام خط میں لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر صاحب کے حکیم صاحب، مفتی صاحب، مولانا حافظ گوندلوی، مولانا عبدالرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد اسحاق چیمہ وغیرہ سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ان کے گھر میں ان کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔"

مولانا عطاء اللہ حنیف کی تصنیف "تحریک اہلحدیث" میں بھی مولانا عطاء اللہ حنیف کے متعلق حکیم صاحب کے تاثرات سے پردہ کی مدد سے ملتے ہیں۔ غرض یہ مولانا کے بہت عقیدت مند تھے بہت متاثر اور پیروی طریقہ پر چلتے تھے۔

۹۱۔ حافظ قاسم گوندلوی صاحب بھوجیانی

حضرت کے خلیفہ خاص ہونے کے علاوہ آپ سے عہد اور خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تعلیمی حلقہ، علاقہ کے لحاظ سے بہت بڑے عالم گھرانے میں شادی ہونے کی وجہ سے آپ کو بہت سی سہولتیں حاصل تھیں۔

انجمن خدام الدین کے روح رواں شخصیت کے مالک تھے۔ تبلیغ میں تقویٰ کے ساتھ ساتھ اس قدر جلد باز تھے کہ بعض اوقات اس جلد بازی سے کچھ ہی عرصہ بعد ملاقات سے معذرت کرنی پڑتی تھی۔ مولانا حافظ گوندلوی کی حیات ہی میں، راقم نے بھاری سنگ گلہ میں بیٹھ کر ان سے ملاقات کی۔ حضرت کے خلفاء میں راقم کا نام بھی ان کی فہرست میں موجود ہے۔

حافظ صاحب حافظہ کمزور ہونے کے باوجود بہت اچھے مقرر تھے۔ آج بھی ان کے بہت سے تاثرات موجود ہیں جن کا مطالعہ بڑے دلچسپ ہے۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر بہت سے علماء و طلباء جن کی علمی آبیاری آپ نے کی تھی، جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے حافظ آباد پہنچے تھے۔ حافظ آباد کے مشکل ترین سفر میں بھی سینکڑوں علماء و طلباء مولانا گوندلوی کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔

۱۔ زینت کے برج صفحہ ۱۹۰

۲۔ نقوش و تاثرات صفحہ ۱۰

۳۔ زینت کے برج صفحہ ۱۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کو قرآن مجید سے اتنا عشق تھا کہ زندگی کا بیشتر حصہ قرآن مجید کے مطالعے میں گزارا۔ ان کے چھوٹے صاحبزادے حافظ عبدالمنان بلکہ ان کی والدہ بھی جن کا شمار بڑی عابد و زاہد اور بزرگ خواتین میں ہوتا ہے ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء کی سردیوں میں جب وقت نماز میں حالت نماز میں انتقال ہوا۔ بعض لوگوں نے چاہا کہ تلاوت و نماز ان کا معمول عمل بھی ختم کر دیں۔ اس وقت بھی بزرگ والد صاحب کو یہ بات ہوش نہیں رہتا۔ حافظ صاحب نے بڑی مرحلہ طاعون میں گرفتار ہوئے۔ ڈاکٹروں کی بدولت تو بظاہر ۴۸ گھنٹوں سے زیادہ زندگی کی امید دلائی تھی۔ لیکن ماں کی آواز سے بے قرار ہو کر آنکھیں کھول دیں اور نماز کے لیے اٹھنے کی کوشش کی۔ بچنے کی کوشش کی کہ ہمت نہ ہوگی، کیونکہ ڈاکٹروں نے حرکت کو منع کر دیا تھا۔ حافظ صاحب کی ہمت کے ساتھ ساتھ رمضان کی برکت ساتھوں میں بھی ہوتی۔

بڑے بزرگوں کا ساتھ رہی تو بقیہ حیات صوفی عبدالحق صاحب، صوفی عبدالحق صاحب، مولانا محمد یحییٰ صاحب حیدرآبادی وغیرہ کی طرح اچھی رفاقت سے بزرگ ہوتے۔

آخر میں ان کی بزرگی کا احساس ان کے تقویٰ اور تقویٰ زندگی کی وجہ سے ان کی حیات میں ہی ہونے لگا تھا جس کا ثبوت خطبۂ خاص تریڑ کے حسن صاحب نے ذکر کردہ اسماء واقعہ سے ہوتا ہے:

ایک بزرگ کا کشف حضرت حقانی کے تاثرات بیان کرتے ہیں[1]:

"جناب حافظ محمد یحییٰ صاحب بڑے صاحب مراقبہ بزرگ تھے اور حضرت والد کے خلیفہ مجاز تھے کہ بیان فرمایا کہ حافظ یحییٰ صاحب نے تہجد میں [illegible] نماز کے نماز سے گھڑی تو حضرت والد صاحب کو حالت بیداری میں دیکھا کہ مسجد حافظاں کے گنبد سے آسمان تک حرم کا کعبہ آنکھ ہوا ہے:

اس طرح کے واقعات سے متعلق کے گھر سے نسبت رکھنے والے حضرت حافظ صاحب کی شخصیت

---

[1] اخبار اہلحدیث حضرو ۲ صفحہ ۱

کا احساس ہوتا ہے۔

(۱۰) مولانا عبدالجبار عمر پوری[1]

یہ بھی موضع عمر پور میں علم اور تقویٰ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بھی عالم تھے۔ والد بھی عمر پور کی مسجد سے وابستہ تھے۔ عبدالجبار صاحب مرحوم اسی مدرسہ میں تعلیم کے دوران میں داخل ہوئے۔ عبدالجبار صاحب کو حالات سے زیادہ معلومات نہ ہو سکیں۔

مولانا کا آبائی تعلق سرگودھا سے تھا۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا اسمٰعیل نے ایک شعبہ آموزش کا کھولا تھا۔ عبدالجبار صاحب نے انگریزی تعلیم شروع کر دی تھی۔ اس تعلیم میں ان کی ملاقات مولانا محمد داؤد راز کے ساتھ ہوئی اور ان سے انگریزی سیکھنے کا سلسلہ بھی قائم کیا۔ ملاقات کا یہ سلسلہ تادیر رہے۔ [illegible]

مولانا عبدالجبار ایک بہادر انسان تھے۔ جنگ آزادی میں کام کیا تھا۔ لیکن ان کے والد نے مسند تدریس پر ان کو اصلاح کے لیے روک دیا تھا۔ اور وہیں استقبال ہو گیا۔

والد کی وفات کے آخر وقت میں آپ نے ان کو اس منزل پر اکیلا کیا کہ وہ خاندان کے بھی ان رہنما ہوئے جس کو مولانا عبدالمجید دیا آبادی اپنی تحریر میں اس طرح پیش کرتے ہیں۔

[illegible] یہ مسئلہ فلاں خاندان کے بھی ان میں سے ایک خاندان کا ایک [illegible] ہمارے بزرگ کی طرف سے کوئی اس سلسلے میں [illegible] ہمارے خاندان کے [illegible] ہیں [illegible]

---

[1] جریدہ الشریعت کے پرانا صفحہ ۳۰ دیکھیں [illegible]

www.KitaboSunnat.com

دوسرا نام سیاہ ہے[1]

تھانہ بھون پہنچ کر مشتاق احمد سہارنپوری نے مولانا تھانوی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جب کچھ عرصہ تھانوی صاحب نے مولانا حسین احمد صاحب سے بھی بیعت کرنے کو کہا۔ دونوں ایک دوسرے سے اختلاف کر چکے تھے۔ چنانچہ حکیم صاحب نے اپنے مکان کے نقشہ کا جواب دے کر معاملہ ٹال دیا۔ تو میں بیعت قبول ہوئی اور آپ ان کے لیے دعائیں کرنے لگے۔

اس کے بعد ان دونوں کا تھانہ بھون آنا جانا "مودت" کا سلسلہ چلتا رہا۔ عبدالباری صاحب کے تعلق کا سارا سہرا قدرتی طور پر مشتاق احمد تھانوی ہی کے سر بندھا۔ انہوں نے کریا کیلئے فارسی کی وجہ سے یہ خواہش بھی ظاہر کی تھی لیکن جب کبھی یہ تھانہ بھون جاتے مولانا تھانوی ان کے لیے اپنی خاص توجہ سے دعائیں کرتے۔ آخر حضرت تھانوی کے "ترجمان" منصب پر بھی فائز کر دیا۔

---

[1] حکیم حسنات صفحہ ۲۰۲

مولانا اشرف علی تھانوی دورِ حاضر کے علماء کی نظر میں

مولانا سید محمد میاں سابق ناظم جمعیت العلماء ہند و شیخ الحدیث دیوبند حال مقیم دہلی کی رائے

مولانا حضرت کی مخلوق خدا کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ ہر شخص کی ذہنی استعداد اور اس کی طبیعت کے رجحان کو دیکھ کر اس کے مناسب حال اس کو تعلیم دیتے تھے۔ اور اس کے لیے ایسی کتابیں تجویز فرماتے تھے جو اس کے ذوق کے مطابق ہوں۔ اس طریقہ سے ہر شخص کو اس کی طبیعت کے مناسب علم دیتے تھے۔ اس طریقہ سے ہر شخص کو اس کی طبیعت کے مناسب علم دیتے تھے۔ اس طریقہ سے ہر شخص کو اس کی طبیعت کے مناسب علم دیتے تھے۔

آپ کے متعلق کتابوں کی شکل میں شائع کیے جاتے رہے۔ [illegible] آپ تحریر [illegible] حضرت آپ کی تعداد کی سو ہو جاتی ہے جس میں تقریباً تقریباً کوئی بھی ایسا مذہبی کتاب نہیں ہے جو کم از کم اس میں نہ ہو۔ علماء ہند میں ان کا مقام یہ ہے کہ بالخ نظر محقق اور فقیہ مانے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کی تصانیف ہم تصانیف ان جاتی ہیں۔ اب علماء ہند کے علاوہ کو بھی علمی ترقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا نام سمجھتے تھے [1]

جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو مجھ سے اور والد صاحب مرحوم کے ساتھ رہنے والے محمد سلیمان صاحب کے نام وصیت لکھوائی جو ہمارے پاس محفوظ ہے۔ اس وصیت سے ان کی علمی حیثیت کا بھی کچھ اندازہ ہو جائے گا۔ اس وصیت کے مطابق ۱۳۵۲ھ کے آخر میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے کاغذات میں ان کی تفسیر کا مسودہ ملا۔ اس کو ہم نے بڑی محنت سے صاف کیا۔ اس کی ایک نقل مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کے پاس بھیجی۔ ان کے پاس بھی یہ مسودہ کچھ عرصہ رہا۔ پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا عبدالرحیم صاحب نے اس کو شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کی پروف ریڈنگ کا کام مجھ سے متعلق تھا۔ اس کام کے دوران میں مجھے اس تفسیر کے مطالعہ کا بہت موقع ملا۔ اس تفسیر کی خصوصیات کے بارے میں میرا تاثر یہ ہے کہ:

(۱) یہ تفسیر بالرائے کی ممانعت کی وعید کے تحت نہیں آتی۔ اس میں مفسر نے اپنی رائے سے کوئی بات نہیں کہی بلکہ جو کچھ کہا ہے قرآن و حدیث سے کہا ہے۔

(۲) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے آیات کو توڑ مروڑ کر پیش نہیں کیا۔ بلکہ جو آیت جس مسئلہ کے متعلق ہے اس کے تحت اس مسئلہ کو بیان کیا ہے۔

(۳) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۰) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۱) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۲) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۳) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۴) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۵) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۶) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۷) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۸) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۹) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۲۰) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۲۱) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۲۲) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۲۳) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۲۴) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۲۵) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۲۶) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۲۷) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۲۸) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۲۹) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۳۰) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۳۱) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۳۲) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۳۳) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۳۴) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۳۵) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۳۶) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۳۷) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۳۸) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۳۹) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۰) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۱) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۲) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۳) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۴) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۵) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۶) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۷) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۸) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۹) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵۰) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵۱) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵۲) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵۳) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵۴) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵۵) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵۶) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵۷) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵۸) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۵۹) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶۰) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶۱) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶۲) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶۳) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶۴) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶۵) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶۶) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶۷) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶۸) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۶۹) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷۰) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷۱) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷۲) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷۳) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷۴) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷۵) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷۶) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷۷) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷۸) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۷۹) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸۰) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸۱) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸۲) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸۳) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸۴) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸۵) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸۶) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸۷) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸۸) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۸۹) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹۰) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹۱) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹۲) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹۳) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹۴) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹۵) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹۶) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹۷) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹۸) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۹۹) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

(۱۰۰) اس تفسیر میں مفسر نے اپنے مسلک کی تائید کے لیے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پیش نہیں کی۔

[1] حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی

[1] حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[illegible]

۴۰) [illegible] کی نسبت مسنوب فرمائے۔ کسی [illegible] کا سہارا درستی کار نہیں سمجھا جاتا۔ [illegible] کو [illegible] کرسکتے۔

۵۰) کسی مخالف یا مدعا سے [illegible] نہیں فرماتے۔ [illegible] سے تحقیق حق کی تلقین فرماتے اور [illegible] پر [illegible] کرتے۔

۶۰) [illegible] کے مسائل، روایات اور [illegible] کی [illegible] سے [illegible] کے [illegible] کے [illegible] ک

www.KitaboSunnat.com

جب کہ اپنے ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ہم بزرگوں کی دعا اور توجہ کی برکت سے شریعت مثل خلافت کے بن گئی ہے۔[1]

ب۔ سوال یہ ہے کہ آپ کی طبیعت کو یہ کیا سوجھی تھی اس کے لیے مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

ا۔ والد بزرگوار کے انتقال پر جب ترکہ کا توضیحی پلندہ سے ترکات میں تقسیم شرعی نہ ہونے کا علم ہوا اس وقت سے حسب تعلیم شرعی اور حد تبذیر ہر وارث شرعی کو ان کا حصہ میں شرعاً ملکیت ہو جانا، لیا اور وقتاً فوقتاً چند پیسے یا زیادہ سے زیادہ آنہ جیسے جب کسی آنہ کی جنس بھی اس رقم سے خرید لاتے ہوں۔

ب۔ بوجہ صلاحیت خارجی رکاوٹ کے تو دونوں میں عدل و انصاف کی نظیر قائم کرنا ہر آپ کے سوانح حیات سے بتفصیل طور پر سمجھ لی جا سکتی ہے۔

ج۔ آپ کے والد مرحوم تدین اور دیانتداری کا ذکر تو الگ رہا بھی کمال درجہ کا سفاک، ترحم اور رحم کے لیے بھی شاہد نہ تھے ہیں مگر عرف و رواج کا لحاظ کرتا ہوں۔

د۔ کہ بچپن سے اعلیٰ درجہ کے آسودہ حال میں رہے اور روپے پیسے کی قدر نہ جانتے تھے۔ جہاں ہوں، جانے کے لیے پیسے کی ضرورت ہوتی تھی۔ مگر ہر دفعہ اتفاقاً کہاں سے روپے کا انتظام ہو جاتا تھا۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ کو بالکل پیسے کی ضرورت تھی۔ اپنے یہاں انتظام کچھ نہ ہو سکا تو ہمسایہ سے جا کر دس روپے قرض لائے۔ اس قرض کو ادا کرنے کے لیے اپنے اس کچھ نہ کچھ رکھا۔ بلکہ اپنا سامان بھی حوالہ کیا اور خاطر خواہ انتظام ہو جانے پر سامان واپس لے آئے۔ اس قسم کے واقعات بھی بہت ہیں۔ غرض تمام عمر تنگدستی کی صورت نہ دیکھی۔ ہاں ابتدائی حالت میں ترقی کرتے کرتے جو بڑے سے بڑے عہدے پر پہنچے اس کے لیے بھی ابتدا میں کچھ تکلیف اٹھانی پڑی ہو۔ مگر ایسی تکلیف جو ہر ترقی کرنے والے کو اٹھانی پڑتی ہے۔ اس کو ہم تنگدستی نہیں کہہ سکتے۔

ہ۔ آپ کے گھر میں ایک بیوہ بہن اور دو نابالغ بھانجیاں بھی تھیں۔

---

[1] افاضات یومیہ حصہ دوم، صفحہ ۲۲۳

[2] عالب ہے کہ بعض مرتبہ والد مرحوم سے خلوت میں کہہ دیا کرتے ہوں۔

کسی ایک کو بھی حق تصدیق عطا فرمایا۔ وہ بچے کے لیے دودھ کی ضرورت تھی۔ والد مرحوم سے بچے کو ایسا پیسے کا فائدہ حاصل فرمایا کہ سب کو آمد حلال و اکل طیب خدا کو ہر مدعی اور مدعیہ کے دل میں جاگزیں کر دیا۔

آپ کے تدبر و فراست کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ہزاروں کروڑوں انسان نہ بلکہ لاکھوں آپ کے ملفوظات پڑھ سن کر اور فتاویٰ اور فتاویٰ اور رسائل کے مطالعہ پر فکر کرتے ہوں گے اور ان میں سے ایک ایک فقرہ ایک استفتاء کی برابر ہے۔ اور ان سے بھی ہر ایک کو حق تعالیٰ نے علیحدہ علیحدہ جواب عطا فرمایا۔ ملفوظات کی تعداد سترہ جلد تک پہنچ گئی ہے۔

و۔ کہ آپ کے تبحر علمی کے تھے۔ آپ بھی کی حدیث یعنی آنے علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مصداق تھے۔ صدہا مسائل آپ نے ایجاد کیے اور ان کا رواج دیا۔ بکثرت رسائل و مقالات اور وعظ آپ سے ہی نقل ہوئے ہیں۔ یہ کہنا بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی مجلس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس کا نمونہ نظر آتا تھا۔ آپ کے ملفوظات کی تعداد بھی بہت ہے۔ خواہ تذکیہ آپ کے مواعظ و رسائل اور تصانیف میں سے کر لیا جائے۔ مجدد ہونے کے لیے آپ بالکل صحیح سانچہ میں ڈھلے ہوئے تھے۔

ز۔ آپ کی بعض تحریروں سے تو آپ کے کمال درجہ کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔ کسی دوسرے کی علمی تحریر کو کیا مجال کہ آپ کی تحریر کے مقابلہ میں آ سکے۔ آپ کی تحقیقات پر بعض حضرات نے تنقید کے تائید کا فائدہ دیا۔

ح۔ ہندوستان کے اکابر علماء کے درمیان آپ سے تلمذ کی حیثیت رکھتے تھے اور بعض سے بیعت کے بھی۔ تحقیقات میں سب کا قدر آپ کا قول فیصل کا درجہ رکھتا تھا۔ نہایت ادق دقیق و مضامین بھی آپ کو حل

---

[1] ... ان جملہ کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ مترجم

www.KitaboSunnat.com

قابلِ ہیں۔

(۳) آپ کی تصانیف علمائے کرام کی توجہ کے ہر شعبے سے متعلق ہیں اور یہ اندازہ ہوتا ہے بے شمار خوبیوں کی حامل ہیں۔ زندگی کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا، خواہ علاج کا ہو، مذہب کا ہو یا اخلاق و تصوف کا ہو۔ خواہ اقتصادیات ہو یا تجارت کا ہو یا اجتماعات و عبادات کا ہو، غرض ہر شعبہ زندگی سے متعلق ہے، ہر شعبہ میں آپ کی تصنیف موجود ہے جو قابلِ قدر ہیں اور جن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

خصوصی تصانیف تو ظاہر ہیں ہی، جیسے فضل جان القرآن، اعجاز القرآن، اعجاز الفرقان، آپ کی عمومی تصانیف کو آپ کی ذاتی جہاد و مقبولیت حاصل ہوگی ہے جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔ یہ ہمیں کہنا کہ دیا جائے تو بجا نہ ہوگا کہ آپ کی ہر تصنیف میں کوئی نہ کوئی ایسی خصوصیت ہے جو آپ کی دوسری تصنیفات کو حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

(۴) حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے فضل جان القرآن کے بارے میں جو کچھ باتیں فرمائی ہیں وہ اس تفسیر کے مقدمہ میں بیان فرمائی ہیں۔ میں بیان فرمائی ہیں۔ یہ اس تفسیر کی خصوصیت و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی رائے تقریباً یہ ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

www.KitaboSunnat.com

استعمار کا ہے۔ تحریر، تقریر، بیان اور نیز فلمیں اور اخبارات کا سلسلہ جو یا تصنیف، تالیف کا شغل ہو جائز کہا جا سکتا ہے کہ ان سب میدانوں میں مرتا، بے مدد چل رہا ہے کیا استعمار سے بھی ہمدردی رکھتے ہیں۔ جتنا بڑا مطالعہ و بیانات کو آنکھ کھلا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی زندگی میں اس کے سوا کوئی کام ہی نہیں۔ یا ہوگا۔ معاملہ کیا ہے، عام فکر کو میں دل لگ کر کھو رہا ہے۔ خاصیت شخصی، علمی، مذہبی، تاریخی، اصلاحی اور ادبی مطالعہ تحلیل، سماجی اور فن سے متعلق ہی نہیں، دلچسپی بڑھ چڑھ کر ہے مانا کہ بعض تحریروں کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور بڑی دل سوزی کے ساتھ متاثر پیدا کی ہے۔ مگر صرف یہ کچھ عورتوں پر اختراع ہے۔ اور خلاصہ کے مضامین کی ایک قابل ذکر تعداد سلاست کے ساتھ ترجمہ کی اس طرح عربی فارسی، اردو زبان میں مزید کے مطالب و موضوع میں تصنیفات و تالیفات بھی۔ بلکہ مثال آپ ہیں۔ بلا مبالغہ نثر اگر لکھا ہے تو ہر لکھت یکجا بھی ہو کان کی اصلاحی زندگی سے اور اس کتاب زیادہ ہیں۔ علامہ شبلی مصنف کو اگر اس نسبت کہا گیا ہے لیکن حسبی ہو کی تصانیف کی تعداد تین سو کے قریب ہوگی۔ مگر یہ تعداد کی بڑی قیمت کی بڑائی کا مال ہے کہ لاکھ سے ایک ہزار تک کا فرق ہے۔ اتنی تصانیف بھرتی کے اور کمال یہ کہ کسی ایک تصنیف کا بھی جی چاہے محفوظ نہیں، جو سب دلچسپ ظاہر ہیں جن سے کروڑوں اضافوں خاصتہ ظاہر کیا ہو اور مذہب مسلمہ۔ نوں فیصلہ پڑھا رہے گا۔ کرتی ان اور کوئی خاتمہ ایسی جیسا ہے ہیں مراد یہ کہ اور اگر قدرت چلے اور اگر تحقیق نہ ہو۔

تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف تو مولانا کے خاص مضامین ہیں تفسیر بیان القرآن ہے تفسیری خاکہ ہے۔ جس کی تدوین مدت اس وقت ہوئی جب تمام متداول تفسیروں کا مطالعہ کے بعد اس کو لکھا جائے۔ عربی میں مختصر حواشی میں عربی، فارسی، اردو میں بیان، مضامین اور جملہ کے ضروری مباحث کے فوائد فقہی کلامی، روحانی مضامین کو

---

۱ علامہ سید سلیمان ندوی۔

نقطہ نظر سے تفسیر کی گئی۔ جس اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہدایت کے قصص و تاریخی واقعات کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور بعض مقامات کے ہیں جن ہدایت طرف بڑی ہے کام لیا گیا ہے۔ ربط آیات پر بھی توجہ کی گئی ہے۔ تمام آیات تفصیل اور نزول کا مسلسلہ پتہ ہے۔ علاوہ ان تفسیر کی خصوصیات کے علاوہ تقابل کے دوسرے جس میں سب سلف کو آیات آنحضرت سے متعلق کر کے ان کے تفصیلات اور قرآن پر صحیح اصل کار کیا گیا ہے۔ اور زمانہ میں ہونے کی وجہ سے کہ قرآن کی مخلوقات نہیں ہوگی۔ اور کی اور ہیں اگر ہوئی تو اس سے کہیں زیادہ ہوتی۔ سلسلہ ہدایت میں، اور نفسیاتی مباحث اور اصل ... ہی کا کمال اور ربط معنی کی تفسیر خصوصیت ہے۔ سلک، خلاف پر اور لکھا ہے خلاف ہوا کیا کہ اور اعتراضات سے پہلی واضح ہے کہ سلسلہ کو سمجھ پر اصلی تاریخیات و تفصیلات ہیں، اس سلسلے کی دوسری کڑی ان کے جزیرہ نما عرب تاریخ کی ہے جو ... اور مقدمہ، اس پر ہے اور اس میں تو اور اس کی اجتماعی شان اور تعلقات بھی بہت خوبی سے زیر بحث آئے ہیں۔

سیرت النبی تفسیر قرآن اسی سلسلہ کی تیسری کڑی ہے۔ جو مولانا کی اس دور میں، جو تاریخ کی ہے۔ اس کے لیے کیا کیا مفید تحریریں ہے۔ پہلے حصہ کو جاہلیت اور اس کی عرب جیسے کے مرتب فرمایا ہے۔ اسلوب پر اور اس کی تفصیلات ہیں ہے ہوا ن کا تاریخی میں کہ اس سلسلہ کو جو اس کا ہے نوٹ ہو۔ اچھے ہوا ہیں اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

سلوک و تصوف میں جو کتاب مولانا کی نہ ہے کا تعلق ہے اس کا اس میں بھی ظہور ہوا ہے۔ مولانا سلوک۔ اقوال صحیح، اخبار، احادیث کے اور ان کے محقق اور تجزیہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ قرآن و حدیث سے اخذ اصول تصوف کو ہمارا ہے۔ اس کے بعد اس پر اس کی تاریخ اور اس کی ترتیب کی ہے جس میں ان کا اس کو بڑے مستند انداز میں بیان کیا ہے۔ ایک فرد اور ان جزئیات کے سلسلہ کو واضح کر دیا ہے۔ اور عربی عورت موضوع بزرگوں کی کتاب و اخبار کا بھی ذکر کیا ہے۔ خصوصاً علماء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نسبت جڑ سے توسیع کے کام لیا، اور ہر روایت میں الجھ ہوئے صوفیہ کے مقابلہ میں مستند ہیت کو برقرار رکھا۔ الغرض کہ نہایت مستند اور اعتدال کا کام کیا ہے، لکھنے اور فکر اور ملاحظہ کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے وقت کے لحاظ سے اور زمانی تبدیلی کے تو بے جا نہ ہوگا۔

مدت اگر اپنے پہلو سے پوچھ جانا ہے تو کیا مولانا اسحاق، مولانا عبید اللہ، مولانا محمد طیب، مولانا اسحاق کرنجی، مولانا محمد حسن، مولانا احمد علی، مولانا [illegible] مولانا [illegible] رئیس وغیرہ وہ جنوں نے اپنے آثار و مشاغل سے نہیں پہچانے جا سکتے وہ ہمیشہ کے راستے سے وابستہ رہے، اور اپنے اپنے دائرہ میں فکر کو سمت دے کر مولانا کے دور سے سمیٹ۔ مولانا انظار حسن، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبد الباری، مولانا اشرف کے نفس و گمان کے بلا استثناء سب ہی معترف رہے۔ اپنے خود اپنے مکتب میں سب نظریات میں ہر جگہ اور اہل علم مولانا سے مختلف تھے وہیں مولانا کے کمالات علمی، اخلاقی کے آگے جھکتے تھے اور سب ہی حرم عقیدت سے اپنے قلب کو معمور پاتے تھے حتیٰ کہ بعد وفات بھی مخالف مذہب و مشرب کے مولانا سے الگ تعلق تھے اور کبھی مولانا کا ذکر نہ کرتے تھے۔ الغرض ہر حضرات انصاف پسند تھے ہیں۔ تعصب سے اور بیٹ دھرمی سے کوسوں دور ہیں۔ ان کی بات دوسری ہے۔ وہ تو بیوقوف و مشہور ہیں جیسے خواجہ غریب الحسن، مولانا بھڑکی، مولانا حسین الحریری، مگر مرزا [illegible] کی وفات سے علم آپ کی ذات پر ہے۔

مولانا کی ذاتی باتیں اور خوبیاں کو جانتے، کہ کہنا کیا ہے ہمارے [illegible] مولانا محمد احمد [illegible] میں تھے مختلف النوع پڑھے ہوئے ہیں خاندان کے نام سے ان کے کارنامے کہا جا سکتا ہے۔ ان [illegible] عالباً [illegible] اور [illegible] اللہ [illegible] ان [illegible] والسلام۔

[illegible] [illegible] [illegible]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماخذات

(مقدمہ صفائی وحواشی)

مطبوعات مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۔	الترتیب مجلد	تفسیر بالرائے
۲۔	الخضوع فی صلوٰۃ (احادیث الصلوٰۃ)	
۳۔	الکشف	(مطبوعہ دیوبند)
۴۔	الصلوٰۃ وروحہا	(پہلی بار مکمل چھپی ہے)
۵۔	صلوٰۃ المسلمین	
۶۔	السلوک	(قواعد و سوانح طریقت، پہلی بار مکمل چھپی ہے) ۱۳۴۵ھ
۷۔	الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدۃ	(کتب خانہ حزب القرآن دیوبند) ۱۳۳۰ھ
۸۔	جامع الشواہد	(پہلی بار مکمل چھپی ہے) ۱۳۲۰ھ
۹۔	تفسیر بیان القرآن	(طبع عثمانی) ۱۳۳۱ھ
۱۰۔	مقررات عبادت	(مطبوعہ مطبع ہروی)
۱۱۔	حیات المسلمین	(پہلی بار مکمل چھپی) ۱۳۶۵ھ
۱۲۔	مواعظ احسن عبادت	(مطبوعہ مطبع ہروی) ۱۳۳۲ھ
۱۳۔	مسائل السلوک	
۱۴۔	نکات بیان القرآن، تفسیر سورہ یوسف	۱۳۵۱ھ
۱۵۔	وجود الخالق	(کتب خانہ اشرفیہ دیوبند)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ مولانا کمال الدین السنابلی — مطبع اشرف المطابع دیوبند، سنہ ۱۳۵۲ھ
۱۸۔ مولانا محمد اسرائیل، مصنف تبلیغی — مدرسہ کاشف العلوم دہلی
۱۷۔ مولانا شاہ نذر الحق — مہتمم کتب خانہ مجتبائی، دہلی

دیگر تصانیف

۲۹۔ کتاب الزکوٰۃ الطہارت الصلوٰۃ، — طبع ۱۳۰۹ھ
۲۸۔ الوضوء — نواب صدیق حسن بھوپالی
۲۷۔ الطریق الجلی فی مسائل التقلید — شاہ ولی اللہ، حاشیہ از سید احمد شہید
مکتبہ برہان دہلی، سنہ ۱۳۷۰ھ
۲۶۔ الاتحاف بما لابد منہ للمؤمن — مولانا امین اوکاڑوی، مکتبہ قدوسیہ لاہور، سنہ ۱۳۷۶ھ
۲۵۔ الحق الصریح — مولانا امین اوکاڑوی
۲۴۔ التحقیق الراسخ — خواجہ محمد یوسف، سنہ ۱۳۵۴ھ
۲۳۔ امام بخاری اور امام ابوحنیفہ کی فقہ کا اجمالی تعارف — مولانا عبدالرشید ہزاروی
۲۲۔ نور الصباح کے چراغ، پر تبصرہ محمد سعید، جدید پریس لاہور، سنہ ۱۳۷۰ھ
۲۱۔ بخاری شریف، ترجمہ و تشریح، فتح محمد، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۰۔ ترجمہ قرآن — مولانا فتح محمد — چودھری برادرز دہلی
۱۹۔ ترجمہ قرآن — شاہ عبدالقادر محدث دہلوی — مطبع احمدی دہلی، سنہ ۱۳۰۵ھ
۱۸۔ ترجمہ — سرداری نذیر احمد دہلوی
۱۷۔ ترجمہ شہاب الدین دہلوی — مطبع احمدی دہلی، سنہ ۱۳۰۵ھ
۱۶۔ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن، از انتشارات نذیر احمد خجندی، کراچی
۱۵۔ ترجمہ فارسی، تفسیر — سید احمد خاں، مطبع سید الاخبار آگرہ، سنہ ۱۲۷۳ھ
۱۴۔ تفسیر معانی و تفسیر فتح البیان — مولوی عبدالرحمٰن دہلوی، ایڈیشنگ پریس
۱۳۔ تفسیر روح المعانی — نعمان بن محمود آلوسی

۱۲۔ تفسیر القرآن — مولانا عبدالرحمٰن سیالکوٹی، مطبع مجتبائی دہلی، سنہ ۱۳۰۲ھ
۱۱۔ تفسیر احسن الکلام — مولانا عبدالرحمٰن سیالکوٹی، مطبع مجتبائی دہلی، سنہ ۱۳۰۲ھ
۱۰۔ تفسیر ثنائی — مولانا ثناء اللہ امرتسری، مکتبہ محمدیہ لاہور
۹۔ تفسیر احسن البیان — ابوالحسن احمد، ادارہ ترجمان السنہ لاہور
۸۔ تفسیر کاشفی — مطبع سلطانی پریس، نرکنان گیٹ دہلی
۷۔ تفسیر دریں قرآن — مولانا بھرتی
۶۔ تفسیر بیان الفرقان — مولانا عبدالرحمٰن، مکتبہ قدوسیہ لاہور
۵۔ تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ — مولانا محمد جونا گڑھی، ادارہ ترجمان
۴۔ تفسیر القرآن — مولانا جوناگڑھی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور
۳۔ تفسیر القرآن — عبدالصمد صارم
۲۔ تفسیر ثنائی — مولانا عبدالرحمٰن، مدیر پریس گکھڑ، سنہ ۱۳۵۳ھ
۱۔ تفسیر نظامی — نظام الدین، رحمانی پریس پٹنہ، پریس دہلی، سنہ ۱۳۵۶ھ
۲۰۔ تفسیر بیان — سید مرزا حسن محمود، مطبوعہ مطبع دہلی، سنہ ۱۹۰۵ء
۱۹۔ تفسیر — صدیق حسن بھوپالی
۱۸۔ تفسیر — مولانا محمد جونا گڑھی
۱۷۔ تفسیر — مولانا محمد جونا گڑھی
۱۶۔ تفسیر — مولانا محمد جونا گڑھی
۱۵۔ تفسیر — مولانا محمد جونا گڑھی
۱۴۔ تفسیر — مولانا محمد جونا گڑھی
۱۳۔ تفسیر — مولانا محمد جونا گڑھی
۱۲۔ تفسیر — مولانا محمد جونا گڑھی
۱۱۔ تفسیر — مولانا محمد جونا گڑھی
۱۰۔ تفسیر — مولانا محمد جونا گڑھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۵۹۔ علم الفقہ، مولانا عبدالشکور، کتب خانہ اعزازیہ، محبوب پرنٹنگ پریس دیوبند، طبع پنجم

۶۰۔ علم الکلام، مولانا شبلیؒ، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۲۹ء

۶۱۔ قاموس الکتب اُردو، انجمن ترقی اُردو، مطبوعہ پاکستان اردو۔ روڈ کراچی۔

۶۲ قرآن نمبر، مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۶۹ء

۶۳ قصص القرآن، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

۶۴۔ کنوز القرآن، حاجی مظہر الدین بلگرامی، مکتبہ برہان دہلی

۶۵۔ مصباح اللغات، عربی ڈکشنری

۶۶۔ مسلم شریف، کتب حدیث

۶۷۔ ماہنامہ برہان، مختلف رسائل، دہلی

۶۸۔ مآثر حلیم الامت، مرتب مسعود احسن علوی، پاکستان

۶۹۔ مقدمہ تفسیر حقانی، البیان فی علوم القرآن

۷۰۔ مطالب القرآن، حافظ نذیر احمد دہلوی، ناظر پریس لکھنؤ

۷۱۔ مکاتیب الخلان فی علوم التفسیر، محمد عثمان احمدی پریس علی گڑھ، ۱۹۱۵ء

۷۲۔ معارف الحدیث، مولانا منظور نعمانی

۷۳۔ نزہۃ الخواطر، جلد ششم، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مطبع دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۹۵۵ء

۷۴۔ ہدایہ فقہ عربی، مطبع مجتبائی، دہلی ۱۹۲۶ء

۷۵۔ ہندوستانی مسلمان آئینہ ایام میں، سید عابد حسین، پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۶۵ء

۷۶۔ یادِ رفتگاں، سید سلیمان ندویؒ، منبر تی پریس کراچی ۱۹۵۵ء